اسرار نماز کی تجلّی

تالیف: حجۃ الاسلام محسن قرائتی

مترجم: نثار احمد زین پوری

اسرار نماز

کی

تجلّی

مؤلف

حجۃ الاسلام محسن قرائتی

مترجم

نثار احمد زینپوری

قرائتی، محسن، ۱۹۳۵ ۔

اسرار نماز کی تجلی / مؤلف محسن قرائتی؛ مترجم نثار احمد زینپوری ۔ قم: انصاریان، ۲۰۰۷ء

۲۶۰ ص۔

ISBN: 978-964-438-437-0

عنوان اصلی: پرتوی از اسرار نماز۔

کتابنامہ بصورت زیرنویس۔

نماز۔ الف۔ زینپوری، نثار احمد، مترجم۔ ب۔ عنوان۔

BP۱۸۶/۵/ ۲۳ق ۴پ ۲۰۳۶

۲۹۷/۳۵۳

اسرار نماز کی تجلّی

مؤلف: حجۃ الاسلام محسن قرائتی

مترجم: نثار احمد زینپوری

پبلشر: انصاریان پبلیکیشنز

اول طبع: ۱۳۷۱۔۱۴۱۳۔۱۹۹۲

دوسری طبع: ۱۳۸۶۔۱۴۲۸۔۲۰۰۷

چھاپخانہ: صدر

تعداد صفحات: ۲۶۴ ص۔

تعداد: ۲۰۰۰ نسخہ

سائز: ۱۳۸X ۲۱۰mm

ISBN: ۹۷۸۔۹۶۴۔۴۳۸۔۴۳۷۔۰

خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران کراچی

شمارہ دفتری: ۲۹۷/۳۵۳

شمارہ ثبت: ۱۵،۱۷۷

تاریخ ثبت: ۸۶/۱۱/۲۴

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

انصاریان پبلیکیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۱۸۷

قم۔ جمہوری اسلامی ایران

فون نمبر: ۷۷۴۱۷۴۴ فیکس نمبر: ۷۷۴۲۶۴۷۔۲۵۱۔۰۰۹۸

Email: ansarian@noornet.net

www.ansariyan.org&www.ansariyan.ne

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

عناوین	صفحہ

عرض مترجم ———— ۱۰
پیشگفتار ———— ۱۲
پہلی فصل :- عبادت ———— ۱۵
عبادت کیوں ؟ ———— ۱۵
عبادت کے ریشے ———— ۱۶
عبادت کا اثر ———— ۱۹
انفرادی واجتماعی تعمیر ———— ۲۰
عبادت کے ابعاد ———— ۲۲
عبادت کیسے کریں ؟ ———— ۲۴
عبادت کے لئے آفات ———— ۲۹
عبادت پر مغرور نہیں ہونا چاہیئے ———— ۳۱
اولیائے خدا کی عبادت کا موازنہ ———— ۳۵
باطل عبادت ———— ۳۷
عبودیت نہ عبادت ———— ۴۰

عناوین	صفحہ

تداوم عبادت ـــــ ۴۲
فرصت عبادت ـــــ ۴۳
عبادت میں سختیاں برداشت کرنا ـــــ ۴۴
عبادت کی وسعت ـــــ ۴۵
تکلیف اور اس کے شرائط ـــــ ۴۵
کچھ یاد دہانیاں ـــــ ۴۶
عبادات کے صحیح ہونے کے شرائط ـــــ ۴۹
عبادت کی شکل بدلنے والے عوامل ـــــ ۵۲
عبادت کے مقبول ہونے کے شرائط ـــــ ۵۳
قبول ہونے کی علامت ـــــ ۶۱
شرائط کمال عبادات ـــــ ۶۲
فلسفۂ عبادات ـــــ ۶۸
تسلیم سب سے بڑا فلسفہ ہے ـــــ ۷۴
بہانہ یا تحقیق ـــــ ۷۶
ایک تدبیر ـــــ ۷۷
دوسری فصل :- نماز ـــــ ۷۸
نماز، مکتب وحی میں ـــــ ۷۸
اہمیتِ نماز ـــــ ۸۲
ترک نماز ـــــ ۸۳

صفحہ	عناوین

نماز کو سبک سمجھنا ۸۴
نماز عقل و وجدان کی روشنی میں ۸۶
چند سوالات و جوابات ۸۹
نامقبول نمازیں ۹۰
معصومینؑ کی نمازیں ۹۲
آداب نماز ۹۴
نماز اور اس کے متعلقات ۹۶
نماز پرواز روح ۹۷

تیسری فصل :- نماز کا استقبال کریں ۱۰۱

مقدمات نماز ۱۰۱
طہارت ۱۰۲
بروقت باوضو رہنا ۱۰۳
نماز کے لیئے طہارت کے چند مرحلے ہیں ۱۰۳
غسل ۱۰۴
تیمم ۱۰۵
نمازی کا لباس اور مکان ۱۰۵
قبلہ ۱۰۷
اذان ۱۰۹

عناوین	صفحہ

بلال رضؓ ———— ۱۱۰

چوتھی فصل :۔ نیت ———— ۱۱۴

نیت معیار قیمت ———— ۱۱۴

اخلاص کے چند نمونے ———— ۱۱۸

عبادت میں خلوص ———— ۱۲۰

نیت کے دنیوی آثار ———— ۱۲۲

نیّت عمل کے مثل ہے ———— ۱۲۵

نیت خامیوں کا جبران کرتی ہے ———— ۱۲۶

اخلاص سے قریب ہونے کا طریقہ ———— ۱۲۷

آخرت میں ریاکاروں کا انجام ———— ۱۳۳

سالم نیّتیں ———— ۱۳۴

حکمت کی دانشگاہ ———— ۱۳۷

اخلاص کے ریشے ———— ۱۳۸

اخلاص کی علامتیں ———— ۱۳۹

اخلاص کا نتیجہ ———— ۱۴۸

معاشرہ میں اخلاص ———— ۱۵۰

پانچویں فصل :۔ نماز کی ابتدا، ———— ۱۵۱

اَللہُ اکبر ———— ۱۵۱

صفحہ	عناوین
۱۵۵	سورۂ حمد
۱۶۳	صراطِ مستقیم
۱۶۳	صراطِ غیر مستقیم
۱۶۶	کچھ یاد دہانیاں
۱۶۹	صراطِ مستقیم روایات کی رو سے
۱۷۰	افراط و تفریط کے نمونے
۱۷۳	سورۂ توحید
۱۷۷	قرائت کے وقت طمانینت
۱۷۸	رکوع
۱۷۹	اولیائے خدا کا رکوع
۱۸۰	فرشتوں کے ساتھ
۱۸۱	سجود
۱۸۲	پوری کائنات خدا کو سجدہ کرتی ہے
۱۸۳	اولیائے خدا کا سجدہ
۱۸۶	آثار سجدہ
۱۸۷	خاک شفا پر سجدہ
۱۸۷	سُبحَانَ اللّٰہ کے معنی
۱۹۱	علم سے بھی زیادہ تسبیح

صفحہ	عناوین

قنوت ۔۔۔۔۔ ۱۹۳
تشہد ۔۔۔۔۔ ۱۹۴
سلام ۔۔۔۔۔ ۱۹۸
سلام پر ایک نظر ۔۔۔۔۔ ۱۹۹
سلام، روایات کی رُو سے ۔۔۔۔۔ ۱۹۹
چھٹی فصل :۔ تعقیبات اور نوافل ۔۔۔۔۔ ۲۰۳
تعقیبات نماز ۔۔۔۔۔ ۲۰۳
درود دلفریب ۔۔۔۔۔ ۲۰۴
مورد لعن ۔۔۔۔۔ ۲۰۵
تسبیح حضرت زہرا علیہا السلام ۔۔۔۔۔ ۲۰۶
سجدۂ شکر ۔۔۔۔۔ ۲۰۷
مستحب نمازیں (نوافل) ۔۔۔۔۔ ۲۰۸
نماز شب ۔۔۔۔۔ ۲۱۱
ساتویں فصل :۔ نماز جماعت ۔۔۔۔۔ ۲۱۵
نماز جماعت کی اہمیت ۔۔۔۔۔ ۲۱۵
نماز جماعت کے فوائد ۔۔۔۔۔ ۲۱۹
امام جماعت ۔۔۔۔۔ ۲۲۲
امام جماعت کا انتخاب ۔۔۔۔۔ ۲۲۴

عناوین — صفحہ

عادل امام جماعت ــــــ ۲۲۶
عدالت کو پہچاننے کا طریقہ ــــــ ۲۲۷
بعض لوگ جماعت میں کیوں شریک نہیں ہوتے؟ ــــــ ۲۲۹
مسافر کی نماز ــــــ ۲۳۲
نماز قصر کے شرائط ــــــ ۲۳۳
دس روز کا قیام ــــــ ۲۳۳
قضا نماز ــــــ ۲۳۵
آٹھویں فصل:۔ دوسری نمازیں ــــــ ۲۳۶
نماز جمعہ ــــــ ۲۳۶
نماز جمعہ کا طریقہ ــــــ ۲۳۷
نماز جمعہ کی اہمیت ــــــ ۲۳۸
اولیائے دین کی سیرت ــــــ ۲۴۰
نماز عید ــــــ ۲۴۲
نماز عید فطر ــــــ ۲۴۲
خدائی انعام ــــــ ۲۴۴
عید فطر قیامت کا منظر ــــــ ۲۴۵
نماز عید قربان ــــــ ۲۴۶
نماز عید رہبر کا حق ہے ــــــ ۲۴۷

عناوین	صفحہ

نماز آیات ―――――― ۲۴۸
نماز آیات، درس توحید ―――――― ۲۴۹
نماز آیات کا طریقہ ―――――― ۲۵۱
نماز میت ―――――― ۲۵۲
نماز استسقاء ―――――― ۲۵۳
بارش نہ ہونے کا سبب ―――――― ۲۵۴
نماز استسقاء کا طریقہ ―――――― ۲۵۷
نماز استسقاء سے سابقہ ―――――― ۲۵۸
دوسری نمازیں ―――――― ۲۶۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مترجم

حجۃ الاسلام والمسلمین جناب محسن قرائتی صاحب کی نامی کتاب "پرتوے از اسرار نماز" کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے کتاب کی افادیت واہمیت کا اندازہ آپ کو مطالعہ کے بعد ہی ہو سکے گا، اجمالی طور پر کچھ چیزوں کی طرف اشارہ کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

● "نماز" کے سلسلہ میں ابھی تک عربی، فارسی، اردو میں بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور ہر ایک اپنے اپنے عہد کے لحاظ سے مفید و موثر ثابت ہوئی ہے یہ کتاب محسن قرائتی صاحب کی ان تقریروں کا مجموعہ ہے کہ جو عصری تقاضوں کے مطابق اور نسل نو کے ذہن سے دینی معارف کو قریب کرنے کی غرض سے "درسہائے قرآن" کے عنوان کے تحت چند سال قبل ٹیلی ویژن پر نشر ہوئی تھیں۔

● چونکہ ہر انقلاب پہلی فکر و تہذیب کو کچل کر نئی تہذیب وافکار کی بنیاد رکھتا ہے اور نئے ماحول کے لحاظ سے زبان میں بھی تغیّر واقع ہوتا ہے اور زاویۂ فکر و نگاہ میں بھی تبدیلی آتی ہے اسی تناسب سے تقریر و تحریر کے انداز بھی بدل جاتے ہیں۔

●———

گفتگو کے نئے طریقے ایجاد ہوتے ہیں، جدید تشبیہیں اور نئی مثالیں استعمال ہوتی ہیں اور انھیں چیزوں کی بنیاد پر مقرر و صاحب قلم اپنی بات کو با اثر بناتا ہے چنانچہ مولف نے اس کتاب میں نماز کے اسرار و رموز، اس کے مادی و معنوی فوائد، اخلاص اور خضوع و خشوع کے اسلوب کو دور حاضر کی ارتقا پسند ذہنیت اور انسانی خیالات کی گوناگوں کیفیات کے پیش نظر جدید تشبیہوں اور سامنے کی مثالوں کے ذریعہ بیان کیا ہے۔ محسن قرائتی صاحب عہد نو کے وہ مقرر ہیں جو اپنی ذہانت، شیرینی بیان، انداز تکلم کی بنا پر ہر طبقہ میں محبوب ہیں۔

●———

کتاب کے ترجمہ اور اپنے مطالعہ کی کوتاہ دامنی کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ ابھی تک اس موضوع پر ایسی جامع کتاب کہ جس میں دور حاضر کی تشبیہات کا استعمال ہوا ہو اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی ہے۔ امید ہے کہ قارئین میری اس بات کی تائید مطالعہ کے بعد ضرور فرمائیں گے۔

●———

ہماری کوشش یہی تھی کہ کتاب میں کوئی غلطی و فروگذاشت نہ ہونے پائے اس کے باوجود بھی اگر کوئی غلطی ہو تو قارئین اس کی طرف ہماری راہنمائی فرمائیں اس کے لیئے ہم ان کے شکر گذار ہوں گے۔

نثار احمد

پیشگفتار

دین اسلام کے معارف کو عقائد و اخلاق اور احکام کے پیرایہ میں سلیس و سادہ زبان اور آیات و احادیث کی روشنی میں پیش کرنے کی سخت ضرورت ہے تاکہ معارف کے نیازمند لوگوں کی ضرورت پوری کی جا سکے۔

● خداوند عالم کی توفیق سے "رہنمائے قرآن" کے عنوان کے تحت چند سال تک ٹیلی ویژن پر ایک بحث کو پیش کیا گیا، بحمد اللہ اس کو مقبولیت حاصل ہوئی اس میں سے بعض مباحث کتاب کی صورت میں آپ کے سامنے پیش کیے جا چکے ہیں۔ ثبوت کے طور پر بحث "اصول دین" اور "معاد" کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

● اصول دین کی بحث کے بعد دوستوں کی خواہش سے یہ طے پایا کہ جو بحثیں "فروع دین" سے مربوط ہیں انہیں بھی زیور طبع سے آراستہ کیا جائے "حج" کے مسائل فوری ضرورت کے تحت اس سے قبل آپ کی خدمت میں پیش کیے جا چکے ہیں اور اب (بحث) "نماز" آپ کے ہاتھوں میں ہے اور یہ (کاوش) اس فرصت کا نتیجہ ہے جو خون شہداؑ سے فراہم ہوئی ہے۔

●———

اگرچہ نماز اور دوسرے فروع دین کے بارے میں ابھی تک بہت سی مفید کتابیں اور بیش بہا جزوات چھپ چکے ہیں لیکن امید ہے کہ یہ مجموعہ اپنی تدوین و دستہ بندی، آسان طرز بحث، آیات و احادیث کے سہارے اہل مطالعہ "خصوصاً معلّمین و ماسٹران کے لیئے کہ جو اس کے ذریعہ دین کے حقائق کو پیش کریں گے" مفید ثابت ہوگا اور تکراری چیز شمار نہ ہوگا۔

●———

ان بحثوں کا منبع و مستمسک قرآن و حدیث ہے اس (کتاب) میں شیعہ اور اہل سنت کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے، مطالعہ کے لیئے بہترین منابع (قرآن و نہج البلاغہ کے بعد) بحار الانوار، وسائل الشیعہ، مستدرک، مَن لایحضرہ الفقیہ، کنز العمال، اصول کافی، غرر الحکم وغیرہ ہیں۔ روایات کے مدارک حاشیے پر مذکور ہیں۔

●———

اس کتاب کی فراہمی اور اس کے دل چسپ مضامین کی جمع آوری میں سود مند اور کامل فکر کے افراد (کے نظریات وافکار) سے بھی مدد لی گئی ہے اس کے لیئے ہم ان کے شکر گذار ہیں۔ اس کتاب کی جو کچھ اہمیت ہے وہ قول خدا، حدیث پیغمبرؐ اور اقوال ائمہ معصومین علیہم السلام کی رہین منت ہے اور یہ انھیں کی برکت ہے۔ کتاب میں اگر کوئی خامی رہ گئی تو وہ ہماری وجہ سے ہے۔

●———

آیات و احادیث کا آزاد ترجمہ کیا گیا ہے اور کہیں کہیں اس کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے۔ واضح رہے کہ اس کتاب کا مسودہ جمہوری اسلامی ایران کے ٹیلی ویژن پر نشر ہو چکا ہے

اب کچھ ردو بدل اور اضافہ کے ساتھ کتاب کی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

خداوند متعال سے اخلاص اور دائمی توفیق، تحریر و تقریر میں کشش و جاذبیت کا خواستگار ہوں۔ امید ہے کہ یہ ناچیز کوشش نماز ایسے عظیم فریضہ کی رغبت دلائے گی۔ نظام اسلامی کے سایہ میں اسلامی تہذیب کو پوری دنیا میں پھیلانا ہر ایک کا فریضہ ہے۔ (دعا ہے کہ) ہماری باعظمت امت اسلام حق کی حمایت کے لیے سیسہ پلائی ہوئی دیوار اور دنیا کے محروم لوگوں کے لیے مضبوط پناہ گاہ قرار پائے۔

انہ ولی التوفیق،

رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عبادت

نماز کے سلسلہ میں بحث کرنے سے قبل ہم نماز کی روح عبادت و بندگی کے متعلق کچھ بیان کر دینا مناسب سمجھتے ہیں اور اس کے فلسفہ و معانی نیز اس کے مختلف گوشوں کو آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

عبادت کیوں؟

خدا کی بارگاہ میں اپنے کو ذلیل و حقیر سمجھنا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اور اس سے بڑھ کر عبادت کا اور کیا مرتبہ ہوگا کہ اسی کے لئے کائنات کی تخلیق اور پیغمبروں کی بعثت ہوئی ہے۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

«وما خلقتُ الجنّ والانس إلّا ليعبُدون» (۱)

"کائنات اور جن وانس کی غرض تخلیق ہی عبادت ہے۔"

---

(۱) ذاریات / ۵۶

پیغمبروںؑ کو اسی لئے مبعوث کیا گیا تاکہ وہ لوگوں کو عبادت خدا کی دعوت دیں، چنانچہ خدا ارشاد فرماتا ہے:

«وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ» (۱)

یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا تاکہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور طاغوت سے اجتناب کریں۔

پس دنیا کی تخلیق اور پیغمبروںؑ کی بعثت کا مقصد خدا کی عبادت ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ خدا ہماری عبادت کا محتاج نہیں ہے۔

(فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ) (۲)

عبادت کا فائدہ خود بندوں ہی کی طرف پلٹتا ہے جس طرح پڑھنے کا فائدہ طلبہ ہی کو پہونچتا ہے نہ معلم کو۔

عبادت کے ریشے

جو چیزیں انسان کو خدا کی بندگی و عبادت پر ابھارتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) عظمت خدا

جب انسان اپنے کو عظمت و جلالت خدا کے سامنے دیکھتا ہے تو لاشعوری طور پر خود کو ذلیل و کمتر محسوس کرتا ہے بالکل اسی طرح جیسے انسان کسی دانشمند کے مقابلہ میں

---

(۱) نحل / ۳۶ (۲) زمر / ۷

اپنی ذات کو حقیر و بے اہمیت تصور کرتے ہوئے اس کی تعظیم و تکریم کرتا ہے۔

۲- فقر و وابستگی کا احساس

یہ انسان کی فطرت و طبیعت ہے کہ جب وہ اپنے کو کسی کا محتاج اور کسی سے وابستہ پاتا ہے تو اس کے سامنے سر جھکا دیتا ہے، ہمارا وجود بھی خدا سے وابستہ ہے اور ہم تمام چیزوں میں اس کے محتاج ہیں، پس یہ عجز و احتیاج کا احساس انسان کو خدا کی پرستش پر ابھارتا ہے، بعض احادیث میں ہے کہ :

"اگر انسان کو مرض، موت کا خوف نہ ہوتا تو بہت سے
لوگ خدائے بے نیاز کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرتے۔"

۳- نعمتوں کو یاد کرنا

انسان نعمتوں سے مستفید ہوتا ہے، اس کے پاس ستائش و بندگی کے لئے زبان ہے، خداوند عالم کی بے شمار نعمتوں کی یاد آوری بھی اس خدا کی عبادت کی طرف کھینچ سکتی ہے، ائمہ معصومینؑ کی مناجات میں ہے کہ :

"خدا کی نعمتوں کی یاد آوری کی ابتدا انسان کی پیدائش
سے بھی پہلے سے ہے۔"

اس طرح خدا کی محبت انسان کے دل میں زندہ رہے گی اور جب وہ اس کے سامنے اپنی نیازمندی کا اظہار کرتا ہے تو خدا بھی فرماتا ہے :

«فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ، الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ» (۱)

---

(۱) قریش / ۴

"لوگ اس گھر کے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں کہ جس نے انھیں بھوک میں سیر کیا اور خوف سے امان میں رکھا۔"

دوسری آیت میں ہے:

"اپنے پروردگار کی عبادت کرو کیونکہ اس نے تمھیں وجود بخشا ہے۔"

۴۔ فطرت

عبادت و پرستش کا جذبہ انسان میں فطری طور پر موجود ہے اور عبادت کی یہی تڑپ کہ جو اس میں فطری طور پر موجود ہے، انسان کو صحیح راستہ پر لے آتی ہے اور انسان خدا پرست بن جاتا ہے اور کبھی جہل و انحراف کے سبب، شجر، حجر، حیوانوں اور مال و دولت کی پوجا کرنے لگتا ہے۔

انبیاءؑ اس دنیا میں اس لئے نہیں آئے تھے کہ وہ انسان کے اندر عبادت کا جذبہ پیدا کریں بلکہ ان کی بعثت اس لئے ہوئی تھی تاکہ وہ اس جذبہ رکھنے والے کو صراط مستقیم کی ہدایت کریں، حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

«فَبَعَثَ اللهُ مُحَمَّداً بِالْحَقِّ لِيُخْرِجَ عِبَادَهُ مِنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ إِلَى عِبَادَتِهِ»[۱]

"خدا نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حق کے ساتھ مبعوث کیا تاکہ وہ اس کے بندوں کو بت پرستی سے روکیں اور خدا کی پرستش کی دعوت دیں۔"

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۴۷

قرآن کی جن آیتوں کا تعلق عبادات سے ہے ان میں کی بیشتر اصل عبادت کی دعوت نہیں دیتیں بلکہ عبادت میں توحید کی دعوت دیتی ہیں، کیونکہ عبادت کی روح اور پرستش کا جذبہ انسان میں پہلے سے اسی طرح موجود ہے جیسے ہر بچہ میں غذا کھانے کا میلان ہوتا ہے لیکن اگر صحیح غذا کی طرف بچہ کی راہنمائی نہ کی جائے تو وہ مٹی کھانے لگتا ہے اور اسی سے لذت اندوز ہونے لگتا ہے۔

اگر انبیاؑ رہبری نہ کریں تو انسان کی طبیعت کج روی اختیار کر لیتی ہے اور بجائے خدا ناقابل پرستش چیزوں کو اپنا معبود بنا لیتی ہے، حضرت موسیٰؑ کا واقعہ اس کی زندہ مثال ہے کہ جب وہ چالیس روز کے لئے غائب ہو گئے تھے تو لوگوں نے سامری کے بہکانے سے اس سونے کے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی تھی جسے خود سامری نے بنایا تھا۔

عبادت کا اثر

زندگی کی ہر حرکت و توقف کو خدا کی رضا کے مطابق قرار دینا "عبادت" ہے، اپنے کاموں کو خدائی رنگ دینا انسان کی زندگی پر اچھے اثرات مرتب کرتا ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں۔

۱ — فانی کو باقی بنانا

انسان اور اس کی ساری تگ و دو ختم ہونے والی ہے لیکن جو کچھ خدا کی رضا کے لئے انجام دیا ہے وہ ذخیرہ کی شکل میں باقی رہتا ہے۔

قرآن کہتا ہے:

«ما عِندَكُم يَنفَدُ وَما عِندَاللهِ باقٍ» (۱)

جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو خدا کے پاس ہے وہ باقی ہے۔

«كُلُّ شَيءٍ هالِكٌ إلّا وَجهَهُ» (۲)

ہر چیز نابود ہو جائے گی لیکن جو خدا کے لئے انجام دی گئی ہوگی وہ باقی رہے گی۔

۲ ــــ مادیات کا معنویات میں بدلنا

انسان اپنے تمام کاموں کو خدا کی رضا کے مطابق انجام دے سکتا ہے، اس طرح اس کے مادی کام جیسے کھانا، پینا، سفر، ایک دوسرے کی ملاقات بلکہ معمولات بھی معنوی ہو جائیں گے، اس کے برعکس مقدس و معنوی کام بھی اس وقت مادی اور بے قیمت ہو جاتے ہیں کہ جب دنیوی مفاد کے لئے انجام دیئے جاتے ہیں پہلے کاموں میں فائدہ ہی فائدہ اور دوسرے میں سراسر نقصان ہے۔

انفرادی و اجتماعی تعمیر

خدا کی عبادت اور اس سے لو لگانے میں ہوا و ہوس، نسلی امتیازات، علاقائی اور زبان کا تعصب ہمراہ نہ ہو بلکہ صرف خدا سے الفت ہو اور اس کی لازوال قدرت و کمال اس کی

---

(۱) نحل ر ۹۶ (۲) قصص ر ۸۸

نعمتوں کا شکر مطمع نظر ہو۔ یہ ایسے مسائل ہیں کہ جو انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تعمیر میں موثر ثابت ہوتے ہیں، "عبادت" یعنی خدا کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا۔

«وَاَنِ اعْبُدُونِی هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ» (۱)

میری عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

● — دیگر : «وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ» (۲)

نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو۔

عبادت، انسان کو جداگانہ طور پر بھی ہوا و ہوس اور گناہوں کی زنجیر، شیطان کی غلامی سے آزادی دلاتی ہے اور اس معاشرہ کو بھی جو خدا کی پرستش کرتا ہے طاغوت و ستمگاروں اور بڑی طاقتوں کے چنگل سے آزادی دلاتی ہے۔

● — اقبال لاہوری کہتے ہیں :

آدم از بے بصری بندگی آدم کرد
گوہری داشت ولے نذر قباد و جم کرد
یعنی از خوی غلامی ز سگان پست تر است
من ندیدم کہ سگے پیش سگے سر خم کرد

کم عقلی کی بنا پر آدمی، آدمی کو پوجتا ہے،
اس کے پاس گوہر (عقل) تھا لیکن اس کو قباد و جم کی نذر کر دیا،
یہ غلامی کی عادت کتوں سے بھی پست ہے،
میں نے کتے کو کسی کتے کے سامنے سر جھکاتے نہیں دیکھا۔

---

(۱) یٰس ۶۱ (۲) بقرہ ۴۵، ۱۵۳

خدا کی عبادت، فرد ساز بھی ہے اور معاشرہ ساز بھی، کیونکہ معاشروں میں جو فسادات ہوتے ہیں وہ زیادہ تر غیر خدا کی پرستش سے وجود میں آتے ہیں۔

عبادت کے ابعاد

اسلام کی تہذیب میں فقط نماز و روزہ ہی عبادت نہیں ہے بلکہ وہ سارے کام عبادت میں شمار ہوتے ہیں جو لوگوں کے لئے مفید اور شائستہ ہوں، اسلام میں جن کاموں کو عبادت کہا گیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں۔

۱ — امر خدا میں تفکر:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لَیْسَ الْعِبَادَةُ کَثْرَةَ الصَّلٰوۃِ وَالصَّوْمِ، اِنَّمَا الْعِبَادَةُ التَّفَکُّرُ فِی اَمْرِ اللّٰہِ"(۱)

صوم و صلوٰۃ کی کثرت عبادت نہیں ہے بلکہ ایسے تفکر کو بھی عبادت کہا جاتا ہے جو انسان کو خدا سے قریب اور عبادت سے آشنا کر دے۔

۲ — کسب و کار:

رسول خداؐ نے فرمایا:

---

(۱) میزان الحکمۃ، ج ۶، ص ۵۴۲

«اَلْعِبَادَةُ سَبْعُونَ جُزْءً اَفْضَلُهَا طَلَبُ الْحَلَالِ» (۱)

"عبادت کے ستّر درجے ہیں سب سے افضل طلب حلال ہے"

۳ — تحصیل علم : پیغمبرؐ فرماتے ہیں :

«مَنْ خَرَجَ يَطْلُبُ بَاباً مِنَ الْعِلْمِ لِيَرُدَّ بِهِ بَاطِلاً اِلَى الْحَقِّ وَضَالّاً اِلَى الْهُدٰى كَانَ عَمَلُهُ كَعِبَادَةِ اَرْبَعِيْنَ عَاماً» (۲)

جو شخص اس لئے علم حاصل کرتا ہے تاکہ وہ ابطال باطل کرے اور لوگوں کو حق کی ہدایت کرے اس کا یہ عمل چالیس سال کی عبادت کے برابر ہے۔

۴ — خدمت خلق :

بہت سی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی خدمت اور ان کی مشکلات میں کام آنا بہت سی عبادات اور مستحب حج کے برابر بلکہ افضل ہے۔ شیخ سعدیؒ کہتے ہیں :

عبادت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

۵ — عالمی عادل حکومت کا انتظار : رسولؐ فرماتے ہیں :

«اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ» (۳)

---

(۱) وسائل، ج ۱۲ ص ۱۱ (۲) محجۃ البیضاء، ج ۱ ص ۱۹ (۳) نہج الفصاحہ، جملہ ۴۰۹

امام زمانہ کی آمد کا انتظار عبادت سے افضل ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ انتظار سازندہ اور مثبت پہلو کا حامل ہونا چاہئیے اور امام مہدیؑ کی حکومت کے لیئے بھی زمین ہموار کرنا چاہیئے۔

پس اپنے کاموں کو خدائی رنگ دینا گویا ان کی قیمتوں کو بڑھانا اور ان کو عبادت اور کبھی عبادت سے بھی بہتر بناتا ہے۔ صحیح نیت وہ اکسیر ہے کہ جو ہر ایک دھات کو سونا بنا دیتی ہے اور جو کام قربۃً الی اللہ انجام دیئے جاتے ہیں وہ عبادت شمار ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ عبادت کے نمونے اور پہلوؤں کی شمارش نہیں کی جا سکتی کیونکہ اسلام میں والدین کے چہرہ پر محبت آمیز نظر ڈالنا بھی عبادت ہے، علماء کی طرف دیکھنا عبادت ہے قرآن، خانۂ کعبہ، عادل رہبر یا برادر دینی کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (۱)

عبادت کیسے کریں؟

عبادت کا سلیقہ قرآن و عترتؑ سے اسی طرح سیکھنا چاہئے جس طرح کسی گھر کا پتہ اس کے مالک سے دریافت کرتے ہیں۔

آیات قرآن اور معصومین علیہم السلام کی احادیث کے لحاظ سے بہترین عبادت کیا ہے اور وہ اس کے کیا اوصاف بیان کرتے ہیں؟ اس کا جواب قرآن و عترتؑ سے دریافت کرنا چاہئے۔

اس سلسلہ میں ہم اولیائے دین کے کلمات نقل کرتے ہیں:

---

(۱) سفینۃ البحار کلمۂ "نظر"۔

۱ ـــــ عالم کی عبادت :

حدیث ہے: «رَکعَتانِ مِنْ عالِمٍ خَیرٌ مِن سَبعِینَ رَکعَةً مِن جاهِلٍ» (۱)

عالم کی دو رکعت، جاہل کی ستّر رکعتوں سے بہتر ہے۔

رسولؐ نے فرمایا: نماز کا وہ حصہ قابل قبول ہے کہ جو ادراک و تعقل کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے۔ (۲)

دوسری حدیث میں ہے:

«المُتَعَبِّدُ عَلی غَیرِ فِقْهٍ کَحِمارِ الطّاحُونَةِ» (۳)

جو فہم و ادراک کے ساتھ عبادت نہیں کرتا اس کی مثال اس گدھے کی ہے جو چکّی کے چاروں طرف گھومتا ہے اور کسی منزل پر نہیں پہونچ پاتا۔ عالمانہ نماز یہ ہے کہ انسان یہ جانتا ہو کہ میں کیا کر رہا ہوں، کیا کہہ رہا ہوں، کس سے مخاطب ہوں اس کی پوری توجہ خدا پر ہو۔

پیغمبرؐ فرماتے ہیں:

توجہ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھنا، غافلانہ پوری رات کی عبادت سے بہتر ہے۔ (۴)

قرآن کہتا ہے: «لا تَقرَبُوا الصَّلوٰةَ وَأَنْتُم سُکاریٰ حَتّیٰ تَعلَمُوا ما تَقُولُونَ» (۵)

نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جانا جب تک یہ ہوش نہ آجائے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔

---

(۱) سفینۃ البحار کلمۂ "عبد" (۲) محجۃ البیضاء ج ۱ ص ۳۶۶ (۳) سفینۃ البحار "عبد" (۴) بحار ج ۸۴ ص ۲۵۹ (۵) نساء/۴۳

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں :

جو شخص یہ جانتے ہوئے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں دو رکعت نماز پڑھے اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں ۔ (۱)

۲ ـــــ عاشقانہ عبادت :

جس طرح مریض ، لذیذ کھانوں سے لذت حاصل نہیں کر پاتا اسی طرح بے شوق و بے توجہی سے عبادت کرنے والے بھی عبادت سے لطف اندوز نہیں ہو پاتے ، عشق و محبت کے ساتھ عبادت ہونی چاہئے نہ کہ سستی و افسردگی کی حالت میں ، عبادت میں نشاط ، ایک امتیاز ہے کہ جس کو شیفتہ دل لوگ حاصل کر پاتے ہیں ، اس کی زمین کو بھی معرفت و توجہ سے ہموار ہونا چاہئے تحمیلی اور تھوپی ہوئی عبادت بے نتیجہ ہوتی ہے ۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں :

«لا تکرهوا الی انفسکم العبادة» (۲)

عبادت کو اپنے اوپر مسلط نہ کرو ۔

جس طرح ہم ایک پسندیدہ اور عظیم شخصیت کے دیدار سے خوشی و مسرت محسوس کرتے ہیں اولیاء دین اور ائمہ معصومینؑ ، خدا کے دیدار والے لمحوں کے ایسے شیفتہ اور نماز و عبادت کے ایسے عاشق تھے کہ جن سے عقل حیران ہے ۔ (آئندہ بحث میں ہم اس کے چند نمونے پیش کریں گے)

۳ ـــــ مخلصانہ عبادت :

خلوص وہ گوہر ہے جو عبادت کو با قیمت اور معتبر بنا دیتا ہے اور جس عبادت میں خلوص نہیں ہوتا بلکہ وہ نفاق ، ریا ، شہرت طلبی اور لوگوں کو فریب دینے کی بنا پر کی جاتی ہے تو اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی اور

---

(۱) وافی ج ۲ ص ۱۰ (۲) اصول کافی ج ۲ ص ۸۳

عنداللہ بھی مقبول نہیں ہے۔

قرآن کہتا ہے: «وَلاَ یُشْرِکْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ اَحَداً» (۱)

خدا کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بناؤ۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: «مَنْ شَهَرَ نَفْسَهُ بِالْعِبَادَةِ فَاتَّهِمُوهُ عَلٰی دِینِهِ» (۲)

جو شخص معاشرہ میں خود کو عبادت کے ذریعہ شہرت دے اس کو بددین سمجھو!

جو شخص دین کو لوگوں کو فریب دینے کا ذریعہ بناتا ہے، جس کی عبادت میں خلوص نہیں ہوتا اس کی عبادت کی مثال اس جسم کی سی ہے جس میں روح نہیں ہوتی۔

قرآن کہتا ہے: اُمِرُوا اِلاَّ لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِینَ لَهُ الدِّینَ» (۳)

"لوگوں کو صرف اس کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس عبادت کو اسی کے لئے خالص رکھیں۔"

(۴) ــــ باخشوع عبادت:

"خشوع پروردگار کی طرف اس دلی توجہ کو کہتے ہیں کہ جو اس کی عظمت کے لائق ہو، خدا کی عبادت قلبی لگاؤ اور اس کی عظمت اور اپنی نیازمندی کے احساس کے ساتھ ہونی چاہئے، قرآن رستگار مومنوں کی تعریف کرتا ہے اور نماز میں ان کے خشوع کو بیان کرتا ہے:

: وَالَّذِینَ هُمْ فِی صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ» (۴)

"وہ لوگ جو نماز میں گڑگڑانے والے ہیں۔"

عبادت کرنے والوں کے پورے بدن میں اس خشوع قلبی کو کارفرما ہونا چاہئے، اس خشوع کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ نمازگذار عبادت کے دوران یہ تصور کرے کہ میں خدا کو دیکھ رہا ہوں

(۱) کہف/۱۱۰ (۲) بحار ج ۷۰ ص ۲۵۲/ وسائل ج ۱ ص ۵۸ (۳) بینہ/۵ (۴) مومنون/۲

اور خود کو اس کی عظمت و قدرت کے سامنے حقیر و کمتر سمجھے ۔ حدیث ہے :

«اُعْبُدِ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ» (۱)

"اس طرح خدا کی عبادت کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔"

دوسری حدیث میں ہے : «صَلِّهَا لِوَقْتِهَا صَلَاةَ مُوَدِّعٍ» (۲)

"نماز کو اس کے وقت پر ایسے ادا کرو جیسے تمھاری وہ آخری نماز ہے اور اس کے بعد تم دنیا کو خدا حافظ کہہ دو گے ۔"

۵ — مخفیانہ عبادت :

انسان اور عابد کی عبادت شیطان کے مکر سے محفوظ نہیں ہے اور بعض مرتبہ عجب ، ریا خود نمائی کی وجہ سے عبادت تباہ ہو جاتی ہے ، ان آفتوں سے محفوظ رہنے کا ذریعہ یہ ہے کہ انسان چھپ کر عبادت کرے ۔

رسولؐ فرماتے ہیں : «اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ اَجْراً اَخْفَاهَا» (۳)

"جتنی عبادت مخفی ہوگی اتنا ہی اس کا اجر زیادہ ہوگا ۔"

البتہ یہ مخفی عبادت وہاں ہوگی کہ جہاں اسلام نے کھلم کھلا عبادت کرنے کا حکم نہ دیا ہو مثلاً نماز جماعت و جمعہ اور حج کیونکہ مسجد میں نماز جماعت کا ثواب گھر میں پڑھی جانے والی فرادیٰ نماز سے زیادہ ہے ، یہ الگ بات ہے کہ مخفیانہ عبادت بسا اوقات ریا کے ذریعہ عبادت کو تباہ ہونے سے بچا لیتی ہے ۔

---

(۱) مصباح الشریعہ ، ص ۸

(۲) بحار ج ۸۴ ، ص ۲۳۳

(۳) بحار ج ۷۰ ، ص ۲۵۱

عبادت کیلئے آفات

شیطان، انسان کا دیرینہ دشمن قسم کھا کے انسان کی گھات میں بیٹھا ہے تاکہ اس کی عبادت کو برباد و بے نتیجہ بنا دے، وہ ہماری عبادتوں کو باطل و فاسد کرنے کے لئے ان راہوں سے آتا ہے:

۱ — ریا:

جو شخص خدا کے لئے نہیں بلکہ لوگوں میں مقبولیت و شہرت حاصل کرنے کی غرض سے عبادت کرتا ہے وہ یقیناً شیطان کے جال میں گرفتار ہے اور اس کی عبادت بیکار ہے اور کبھی تو عبادتوں میں عمل سے پہلے ہی شیطان کے ذریعہ خلل پیدا ہو جاتا ہے اور قصد قربت مفقود ہو جاتا ہے۔

۲ — عجب:

عبادت کے وقت شیطان، انسان کو خود پسندی میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ اپنی عبادت کو اہم سمجھنے لگتا ہے اور اگر عبادت و نیک کام کی ابتداء خدا کے لئے ہوتی بھی ہے تو شیطان درمیان راہ حملہ آور ہوتا اور انسان کو غرور میں مبتلا کر کے اس کی عبادت کو تباہ کر دیتا ہے۔

۳ — گناہ:

بے شک عبادات کے بہترین اثرات کو گناہ برباد کر دیتے ہیں، جس کسان نے مزرعہ اور باغ کے بار آور کرنے میں مہینوں زحمت و مشقت برداشت کی تھی اس کی معمولی غفلت سے خرمن نذر آتش ہو جاتا ہے، تمام محنت اکارت ہو جاتی ہے، گناہ بھی ہمارے اعمال کے لئے ایک قسم کی آگ ہے جو انھیں خاکستر کر دیتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ شیطان یا تو انسان کے صاف و شفاف پیمانہ قلب میں اتر جاتا ہے یا اس ظرف کے پر ہو جانے پر اسے آلودہ کر دیتا ہے یا اس کو پانی کے نیچے کھینچ لاتا ہے اور اس پانی کو برباد کر دیتا ہے۔

امام سجاد علیہ السلام "دعائے مکارم الاخلاق" میں خداوند عالم سے عرض کرتے ہیں :

«الٰهی عَبِّدْنی لَکَ وَلا تُفْسِدْ عِبادَتی بِالْعُجْبِ... اَعِزَّنی وَلا تَبْتَلِیَنّی بِالْکِبْرِ...» (۱)

"خدایا! مجھے اپنا بندہ بنالے اور میری عبادت کو عجب کے ذریعہ فاسد نہ ہونے دے، مجھے عزت عطا فرما اور تکبر میں مبتلا نہ فرما"

صدقہ کہ جو ایک قسم کی مالی عبادت بھی ہے وہ قرآن کی تعبیر کے مطابق، منت گذاری اور اذیت سے تباہ ہو جاتا ہے : لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذیٰ (۲)

درخت لگانے میں وقت نہیں لگتا لیکن اس کو بارآور کرنے اور آفتوں سے محفوظ رکھنے میں بہت دشواریاں پیش آتی ہیں اسی طرح کبھی گناہ یا ناشائستہ حالات تمام نیکیوں کو برباد کر دیتے ہیں۔ حدیث ہے :

«اِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَناتِ کَما تَاْکُلُ النّارُ الْحَطَبَ» (۳)

"حسد نیکیوں کو اسی طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔"

ایک روایت میں ہے کہ "اپنی عبادت پر مغرور ایک عابد اور اپنے گناہ پر پشیمان ایک فاسق، دونوں مسجد میں داخل ہوئے، فاسق اپنے گناہوں پہ پشیمان اور توبہ کے سبب مومن ہوگیا اور عابد غرور کی بنا پر فاسق قرار پایا۔ (۴)

---

(۱) صحیفۂ سجادیہ دعا نمبر ۲۰

(۲) سورہ بقرہ ر ۲۶۴

(۳) میزان الحکمہ حصہ حسد

(۴) کافی ج ۲ ص ۳۱۴

عبادت پر مغرور نہیں ہونا چاہئے

غرور و عجب، عبادت کے لئے بڑی آفتیں ہیں، کیا ان آفتوں کا سد باب ہو سکتا ہے؟
کیا ہم ان سے محفوظ رہ سکتے ہیں ـــــــ؟
بالکل مندرجہ ذیل نکات کی رعایت نماز و عبادات کو برباد کرنے والی آفتوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

۱ ـــــــ کیا واقعاً ہم نے عبادت کی ہے ـــــــ؟

کبھی انسان جہل مرکب کا شکار ہوتا اور سمجھتا ہے کہ میں خدا کی عبادت میں مشغول ہوں جب کہ وہ غلط راستہ پر گامزن ہوتا ہے اور اپنے کاموں کو حد سے زیادہ قیمتی سمجھتا ہے۔ کبھی برے کام بھی انسان کی نگاہوں میں نیک بن جاتے ہیں، ابلیس بھی ان کاموں کے زینت سنوار کرنے میں تیز ہے، برے اعمال جو نیک بن کر جلوہ گر ہوتے ہیں، قرآن چند آیتوں کے ذیل میں ان کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

«أفمن زُيّن له سوءُ عمله فرآه حسناً.» (۱)

"کیا جس شخص کے برے اعمال کو آراستہ کر دیا گیا وہ انھیں اچھا سمجھنے لگا ـــــــ؟"

«الذين ضلّ سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون أنّهم يحسنون صنعاً.» (۲)

"یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش زندگانی دنیا میں بہک گئی ہے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اچھے اعمال انجام دے رہے ہیں۔"

---

(۱) فاطر/۸ (۲) کہف/۱۰۴

«وَزُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ.» (۱)

"ان کے بدترین اعمال کو ان کی نگاہ میں آراستہ کر دیا گیا ہے۔"

۲ آیا ہماری عبادت قبول ہوگی ——؟

آپ عبادت کے مقبول ہونے کی علامت کو شرائط کی بحث میں ملاحظہ فرمائیں گے کہ عبادت و نماز کی قیمت ان کے مقبول ہونے میں ہے، خداوند عالم متقین کے اعمال و عبادات اور انفاق و صدقات کو قبول کرتا ہے۔ (۲)

جس کو عبادت کے مقبول ہونے کا یقین نہیں ہے وہ کیونکر غرور کرتا ہے ——؟

۳ آیا ہماری عبادت محفوظ ہے ——؟

بعض گناہ ایسے ہیں کہ جو پوری عمر کی نماز و عبادت کو برباد کر دیتے ہیں اور انسان عمل کے بازار سے تہی دست لوٹتا ہے، آیا جن عبادات و نماز میں گناہ بھی ساتھ ہوتے ہیں وہ حبط ہونے سے محفوظ ہیں کہ ہم ان سے مطمئن رہیں ——؟ (۳)

۴ آیا ہماری عاقبت بخیر ہوگی ——؟

بہت سے ہیں کہ جو برے انجام اور سوء عاقبت میں گرفتار ہیں، حسن عاقبت اور عاقبت بخیر ہونا بڑی نعمت ہے کہ اولیاء خدا بھی جس کو بارگاہ ایزدی سے طلب فرماتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ دعا کرتے ہیں: (وَتَوَفَّنِي مُسْلِمًا) (۴)

"مجھے دنیا سے مسلمان اٹھانا۔"

قرآن کہتا ہے کہ عقلمندوں کی خدا سے ایک یہ بھی دعا ہوتی ہے کہ (وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ) (۵)

"خدایا ہم کو نیکوکاروں کے ساتھ محشور فرما!"

---

(۱) توبہ/۳۷ (۲) مائدہ/۲۷ و توبہ/۵۳ (۳) ہود/۱۹ و فرقان/۲۳ (۴) یوسف/۱۰۱ (۵) آل عمران/۱۹۳

صراط مستقیم پر قائم رہنے کی دعا ہمیشہ کرنی چاہیئے، قرآن مجید نے چند جگہوں پر اہل تقویٰ کی عاقبت کا ذکر کیا ہے: «وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ» (۱)

"انجام کار بہر حال متقین کے لئے ہے۔"

کیا شیطان عابد ہونے کے باوجود راندۂ درگاہ نہیں ہوا ـــــ؟ کیا بہت سے افراد تمام عمر عبادت و نماز میں گذارنے کے باوجود عملی لحاظ سے دنیا سے گمراہ نہیں گئے ـــــ؟

پس اپنے اعمال پر مغرور نہیں ہونا چاہیئے۔

۵ ـــــ عبادتوں اور نعمتوں کا شمار

ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ خدا کا عطا کیا ہوا ہے، سلامتی کی نعمت، اعضاء و جوارح، رزق کے امکانات یہ سب خدا کا لطف ہے، عبادت کی توفیق بھی اسی کی طرف سے ہے ہم سراپا اس کی نعمتوں میں غرق ہیں، اس نے ہمیں نیک کردار اور سعادت مند بنانے کے لئے پیغمبر و راہنما بھیجے، تشویق دلاتا ہے، وسیلہ فراہم کرتا ہے، ہم جہاں کہیں بھی ہوں جس حالت و جس عمر میں ہوں اپنے دربار میں حضور کا موقعہ دیتا ہے، فرار کرنے والوں کو بھی مہلت دیتا ہے، وہ بندوں کی پے درپے دعاؤں سے نہیں تھکتا، قبول نہ ہونے والی عبادتوں کو بھی قبول کر لیتا ہے، عیوب کو چھپاتا ہے اور بھی سیکڑوں الطاف و انعام ہیں آیا ہماری عبادت اس کے کرم کے مقابل میں کوئی حیثیت رکھتی ہے ـــــ؟

وَمَا قَدْرُ اَعْمَالِنَا فِي جَنْبِ نِعَمِكَ؟

"تیری نعمتوں کے مقابلہ میں ہمارے اعمال کی حقیقت ہی کیا ہے ـــــ؟"

---

(۱) اعراف/۱۲۸، ہود/۴۹، قصص/۸۳

۶ —— عبادتوں اور غفلتوں کا موازنہ

آیا ہماری عبادت زیادہ ہے یا غفلت وگناہ ——؟ قرآن نے بار بار کہا ہے:

«فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ؟» (۱) کہاں چلے جارہے ہو ——؟

ہماری نماز وعبادت، غفلت ونافرمانی، کوتاہیوں اور سہل انگاری میں گذرجانے والے لمحات کا کہاں جبران کرسکتی ہے ——؟

امام سجاد علیہ السلام ایک دعا میں فرماتے ہیں:

«وَلَسْتُ أَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِفَضْلِ نَافِلَةٍ مَعَ كَثِيرِ مَا أَغْفَلْتُ مِنْ وَظَائِفِ فُرُوضِكَ وَتَعَدَّيْتُ عَنْ مَقَامَاتِ حُدُودِكَ...؟» (۲)

"خدایا! میں واجبات سے غفلت اور تیرے حدود سے تجاوز کے بعد نافلہ اور مستحبات کے ذریعہ کیسے تیری طرف آسکتا ہوں؟"

۷ —— عبادت اور احتیاج کا موازنہ

عبادت، آخرت کے سفر کا توشہ ہے ایک طویل ودشوار راہ درپیش ہے، کیا یہ عبادت اس سفر کے لئے کافی ہے ——؟ کیا حضرت علی علیہ السلام نہیں فرماتے ——؟

(آہ مِن قِلَّةِ الزاد...) آہ توشہ کی کمی اور راستہ کی دوری ...

ہم دنیا سے زیادہ قبر، برزخ اور محشر وآخرت میں لطف خدا کے محتاج ہیں، آیا یہ عبادت ان مراحل کے لئے کافی ہوگی ——؟

ابودرداء کہتے ہیں کہ مسجد پیغمبرؐ میں اہل بدر اور (بیعت) رضوان کرنے والوں کے اعمال کے سلسلہ میں گفتگو ہورہی تھی میں نے کہا کہ حضرت علیؑ عبادت وورع میں سب سے افضل ہیں جب میری یہ بات ان کے حلق سے نہ اتری تو میں نے وہ واقعہ نقل کیا جس کا میں خود شاہد تھا.

(۱) تکویر/۲۶ (۲) صحیفۂ سجادیہ دعائے بعد از نماز شب

(واقعہ یہ ہے "ایک شب میں نے علیؑ کو ایک نخلستان میں جاتے دیکھا میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا لیکن وہ (دیکھتے ہی دیکھتے) میری نظروں سے غائب ہو گئے، میں نے سوچا کہ شاید وہ گھر لوٹ گئے ہیں لیکن اسی اثنا میں نے ان کے نالہ کی آواز سنی کہ وہ فرما رہے تھے۔

"خدایا! میں گناہوں کو فراموش کر چکا ہوں لیکن وہ تیرے دفتر میں موجود ہیں.. آہ! وہ جلا دینے والی آگ!..."

یہ فرما کر آپ اتنا روئے کہ بیہوش ہو گئے جب میں نے انھیں بے حرکت محسوس کیا تو یہ سوچ کر کہ شاید وہ دنیا سے سفر کر گئے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر پہونچا اور اطلاع دی تو حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: حضرت علیؑ پر یہ حالت خوف خدا سے طاری ہوتی ہے، اس کے بعد ہم پانی لائے میں بھی رو رہا تھا جب حضرت علیؑ کو ہوش آیا تو فرمایا:

"اے ابو درداء! مجھے کیسا پاتے ہو؟ جبکہ روز قیامت مجھے حساب کے لئے بلایا جائے گا! گنہگار خدا کے عذاب پر یقین رکھتے ہیں۔" (۱)

ہاں! اس کی بے شمار رحمتوں کے مقابلہ میں اپنی مختصر و معمولی عبادتوں پر غرور کرنا ہماری غفلت کی دوسری علامت ہے۔

۸ —— اولیائے خدا کی عبادت کا موازنہ

حقیقت یہ ہے کہ ہماری عبادت اولیائے خدا کی عبادت کے مقابلہ میں بہت مختصر ہے وہ معصوم اور برگزیدہ ہونے کے باوجود، بہ تضرع و زاری عبادت کرتے تھے اور ان سب کی توجہ پروردگار کی طرف ہوتی تھی اور اس کی چوکھٹ پر سر جھکاتے تھے۔ ہم

---

(۱) بحار الانوار ج ۴۱ ص ۱۲

ایسے عاجز و نیاز مندوں کو اور زیادہ عبادت کرنی چاہئے ، اولیائے خدا کی عبادت پر توجہ رکھنا بھی ہم کو اپنی نماز و دعا پر مغرور نہیں ہونے دے گی ۔

یہاں میں ان کی عبادتوں میں سے کچھ بطور نمونہ پیش کرتا ہوں ۔

۱ —— پیغمبر اسلامؐ اتنی عبادت کرتے تھے کہ مشقت میں مبتلا ہو جاتے تھے ، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی : «طٰه. ما انزلنا علیك القرآن لتشقىٰ» (۱)

"ہم نے آپؐ پر قرآن اس لئے نہیں نازل کیا کہ اپنے کو زحمت میں ڈالیں ۔"

۲ —— امام مجتبیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں :

«ما كان في الدُّنيا اَعبَدُ مِن فاطمة(ع)، كانَت تقومُ حتّى تتورّم قدماها» (۲)

"حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے زیادہ عبادت کرنے والا دنیا میں کوئی نہیں تھا حالت عبادت میں کھڑے کھڑے آپؑ کے قدم مبارک ورم کر آتے تھے ۔"

۳ —— حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام زین العابدینؑ حضرت علی علیہ السلام کی طرح شب و روز ایک ہزار رکعات نماز پڑھتے تھے آپؑ نے کھجور کے پانچ سو درخت لگائے تھے اور ہر ایک کے نیچے دُو رکعت نماز پڑھتے تھے ۔ (۳)

۴ —— امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں : میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ ان کے پائے مبارک متورم ، رنگ متغیر اور آنکھیں سرخ ہو گئی ہیں اور پیشانی پر سجدہ کا نشان ہے یہ حالت دیکھ کر میں رونے لگا جب آپ نے مجھے روتے دیکھا تو فرمایا کہ فلاں نوشتہ لاؤ ! اس

---

(۱) طٰہٰ / ۱ و ۲ ۔ حدیث از بحار ج ۱۶ ص ۲۰۲ ۔ تفسیر نور الثقلین ج ۳ ص ۳۶۶ (۲) بحار ج ۴۳ ص ۷۶

(۳) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۶۲

نوشتہ سے حضرت علیؑ کی عبادت کا کچھ حال پڑھا اور فرمایا کہ "حضرت علیؑ جیسی عبادت کون کرسکتا ہے؟" (۱)

۵ ــــــ "امام کاظم علیہ السلام قید خانہ میں کبھی صبح سے ظہر تک کا وقت ایک ہی سجدہ میں گذار دیتے تھے اور اسی طرح زمین سے سینہ لگائے رہتے تھے۔" (۲)

جب معصومؑ ایسی بزرگ ہستیاں اپنے متعلق یہ کہتی ہوئی نظر آتی ہیں:

"ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہ ہوسکا" «ما عبدناک حق عبادتک» تو پھر کون اپنی عبادت پر غرور کرسکتا ہے اور کہاں خود پسندی کی گنجائش ہے ــــــ؟ جو کام ہم "بنام عبادت" انجام دیتے ہیں اس عبادت اور اولیائے خدا کی عبادت میں زمین آسمان کا فرق ہے تو پھر غرور کیسا ــــــ؟

باطل عبادت

ہم کہہ چکے ہیں کہ عبادت و بندگی اور اطاعت صرف اور صرف دنیا کے پیدا کرنے والے کے لئے سزاوار ہے اور کسی دوسرے کی پرستش باطل ہے دیگر موجودات کی عبادت زیادہ تر جہالت یا انبیاءؑ کی ہدایت سے دوری کی بنا پر ہوتی ہے۔

خداوند عالم نے قرآن مجید میں عبادات کے اقسام کے ذیل میں ضمنی طور پر باطل و ناروا عبادتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور انھیں پوچ اور بیہودہ قرار دیا ہے اور دلیل سے انھیں رد کیا ہے۔

---

(۱) بحار ج ۴۶ ص ۷۵ (۲) بحار ج ۴۸ ص ۱۰۷

اگر مدد کے لئے غیر خدا کا وسیلہ تلاش کرتے ہو تو معلوم ہونا چاہیے کہ:

«انّ القوة لله جميعاً» (۱) "ساری قدرت خدا ہی کیلئے ہے۔"

اگر تم عزت حاصل کرنے کی فکر میں ہو تو «لله العزّة جميعاً» (۲)

"عزت بھی خدا ہی کے لئے اور اسی کے ہاتھ میں ہے۔"

اگر روزی کے لئے پریشان ہو تو «لايملكون لكم رزقاً» (۳)

"جھوٹے خداؤں کے ہاتھوں میں تمھارا رزق نہیں ہے۔"

اگر ان (پتھر کے) خداؤں سے نفع، ضرر کی امید ہے تو «لايملك لكم ضرّاً ولا نفعاً» (۴)

"یہ فائدہ رسانی اور دفع ضرر کی طاقت نہیں رکھتے۔"

اگر تم طاغوتوں کو اپنے سے بلند و برتر سمجھتے ہو تو «عباد امثالكم» (۵)

"وہ بھی تمھارے جیسے بندے ہیں۔"

اگر اپنے آباء و اجداد کی تقلید کی بنا پر بتوں کو پوجتے ہو تو «انتم و اباؤكم في ضلال مبين» (۶)

"تم اور تمھارے باپ، دادا کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔" ——— اور ———

اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ قیامت میں تمھاری فریاد رسی کریں گے تو معلوم ہونا چاہئے کہ

«سيكفرون بعبادتهم ويكونون عليهم ضدّاً» (۷) "وہ عنقریب تمھاری عبادت سے انکار

کردیں گے اور تمھارے مخالف ہو جائیں گے۔"

"یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر ان کی پرستش کرتے ہیں کہ جن کے بارے میں خدا نے کوئی دلیل

نازل نہیں کی ہے۔" «ويعبدون من دون الله مالم ينزّل به سلطاناً» (۸)

---

(۱) بقرہ / ۱۶۵ (۲) فاطر / ۱۰ (۳) عنکبوت / ۱۷ (۴) مائدہ / ۷۶ (۵) اعراف / ۱۹۴

(۶) انبیاء / ۵۴ (۷) مریم / ۸۲ (۸) حج / ۷۱

کوئی چیز بھی خدا کے علاوہ پرستش کے لائق نہیں ہے کیونکہ ان خداؤں کا کوئی (خدائی) خارجی وجود نہیں ہے بلکہ یہ ذہنی اپج ہے اور اگر ان کا وجود ہے بھی تو بے اثر ہے اور ان میں کوئی اثر ہے تو محدود ہے پس ان تین خامیوں کے ہوتے ہوئے انسان کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ ان کی بندگی کا طوق اپنی گردن میں ڈالے ۔ اس کو چاہئے کہ وہ خدا کی نافرمانی کرکے کسی مخلوق کے سامنے سر نہ جھکائے ۔

امام جواد علیہ السلام فرماتے ہیں: «مَن أَصغى إلى ناطِقٍ فَقَد عَبَدَهُ» (۱)

"جو شخص کسی کی بات تسلیم کرتا ہے (گویا) اس کی پوجا کرتا ہے۔"

پس اگر کہنے والا حق کہتا ہے تو سننے والا حق کا پرستار ہے اور باطل کہتا ہے تو وہ باطل پرست ہے ۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

«مَن أطاعَ مَخلوقاً في مَعصِيَةِ الخالِقِ فَقَد عَبَدَهُ» (۲)

"جو شخص خالق کی نافرمانی اور کسی مخلوق کی اطاعت کرتا ہے
وہ اس (مخلوق) کی عبادت کرتا ہے۔"

پس تنہا شجر، حجر، سورج اور ستاروں ہی کی عبادت باطل نہیں ہے بلکہ کسی کی بات پر سر جھکا دینا، کسی کی فکر کا گرویدہ ہو جانا اور خدا کی حکومت کے علاوہ کسی حکومت کے سامنے تسلیم ہو جانا بھی ناروا عبادت ہے بلکہ تہذیب اسلام کے علاوہ دوسری تہذیب کو قبول کرنا بھی باطل کی پرستش شمار ہوتی ہے ۔

---

(۱) تحف العقول ص ۴۵۶

(۲) نور الثقلین ج ۳ ص ۳۵۷

عبودیت نہ عبادت

جو عبادت دل سے نہیں بلکہ ظاہری طور پر کی جاتی ہے وہ فضول اور بیکار ہے بندہ کے لئے سزاوار یہ ہے کہ وہ بغیر کسی قید و شرط کے حکم خدا کو تسلیم کرے ، فرمان الٰہی اور دین خدا کے مقابلہ میں اپنی خواہشات کو بالائے طاق رکھ دے اور اس کی پرواہ نہ کرے کہ لوگ کیا کہیں گے ؟ اس بے چون و چرا حکم خدا کو تسلیم کرنے کو "عبودیت" کہتے ہیں اور یہی عبادت کا فلسفہ ہے۔

ابلیسؔ کا عبادتوں سے سابقہ تھا لیکن اس میں عبودیت کا جوہر نہ تھا اس لئے وہ حضرت آدمؑ کے سجدہ کے سلسلہ میں حکم خدا کی مخالفت کرتا ہے اور راندۂ درگاہ ہوتا ہے۔ لوگوں میں انبیاءؑ کی تبلیغ پر کان نہ دھرنے اور بڑا بننے کا سبب بھی عبودیت کا فقدان ہے جو دل خواہشات کا تابع ہوتا ہے۔

قرآن کہتا ہے: «اَفَکُلَّما جاءَکُم رَسُولٌ بِما لا تَهوىٰ اَنفُسُکُمُ استَکبَرتُم» **(۱)**

"جب بھی رسولؐ تمھاری خواہش کے خلاف کوئی پیغام لے کر آتا ہے تو تم اکڑ جاتے ہو۔"

دوسری جگہ کہتا ہے: «فَلا وَرَبِّكَ لا يُؤمِنُونَ حَتّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيما شَجَرَ بَينَهُم ثُمَّ لا يَجِدُوا فِي اَنفُسِهِم حَرَجاً مِمّا قَضَيتَ وَيُسَلِّمُوا تَسلِيماً» **(۲)**

"آپ کے پروردگار کی قسم یہ ہرگز صاحب ایمان نہ بن سکیں گے جب تک آپ کو اپنے اختلافات میں حکم نہ بنائیں اور پھر جب آپ فیصلہ کر دیں تو اپنے دل میں کسی قسم کی تنگی کا احساس نہ کریں اور آپ کے فیصلہ کے سامنے سراپا تسلیم ہو جائیں۔"

---

(۱) بقرہ/۸۷ (۲) نساء/۶۵

بس وہ عبادت ارزش مند ہے کہ جس کا سرچشمہ عبودیت و تسلیم اور انسان کی رضا ہو عبادت خدا کی پرستش کا نام ہے نہ کہ اپنی ہوا و ہوس کی بندگی کا۔

صدر اسلام میں جب بھی مسلمانوں کو حکم جہاد دیا جاتا تھا تو ان میں سے ایک گروہ کہتا تھا

«لولا اخرتنا الی اجل قریب» (۱)

"یہ حکم جہاد ابھی کیوں آگیا ؟ کاش تھوڑی مدت کے لئے ٹال دیا جاتا۔"

جب رسول کو بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کا حکم ملا تو ایک گروہ نے کہا: "ایسا کیوں ہوا ؟" قرآن جواب دیتا ہے :

«لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیه» (۲)

"تاکہ پیغمبرؐ کا اتباع کرنے والے اور واپس پلٹ جانے والوں کی شناخت ہو جائے۔"

عبودیت و تسلیم کا کامل نمونہ ہم کو حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی داستان میں ملتا ہے کہ جہاں باپ حکم خدا کا مطیع محض اپنے بیٹے کو قربان گاہ میں لے جاتا ہے اور گلے پر چھری رکھ دیتا ہے اور اسماعیلؑ بھی کہتے ہیں کہ : «یا ابت افعل ما تؤمر» (۳)

"بابا جان ! جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے کر گذریئے۔"

ابراہیمؑ تسلیم و اطاعت کا کامل نمونہ ہیں خواہ فرزند کی قربانی میں، خواہ مکہ کے خشک صحرا میں زوجہ و فرزند کو چھوڑنے میں، خواہ آتش نمرود میں کود پڑنے میں۔

---

(۱) نساء / ۷۷

(۲) بقرہ / ۱۴۳

(۳) صافات / ۱۰۲

تداوم عبادت

رہرو آن نیست کہ گہ تند و گہی خستہ رود

رہرو آنست کہ آہستہ و پیوستہ رود

"وہ رہرو نہیں ہے جو کبھی تند کبھی تیز چلتا ہے رہرو وہ ہے کہ جس کی روش میں یکسانیت ہو" استقلال و دوام ہر ایک کام میں اچھا سمجھا جاتا ہے، عبادت میں بھی مستحسن ہے اسلام کی نظر میں تھوڑی دائمی عبادت بھی اس نیک عمل سے بالاتر ہے جو مستقل طور پر انجام نہ دیا جاتا ہو۔

قرآن کہتا ہے: «فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ» (۱)

"پس تم اس کی عبادت کرو، اس کی عبادت کی راہ میں صبر کیا کرو۔"

رسول خدا سے منقول ہے: «آفَةُ الْعِبَادَةِ الْفَتْرَةُ» (۲)

"فترت عبادت کیلئے آفت ہے۔"

اس مضمون کی بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں مثلاً

«اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللهِ تَعَالىٰ اَدْوَمُهَا وَ اِنْ قَلَّ» (۳)

"خدا کے نزدیک وہ اعمال پسندیدہ ہیں کہ جو مستقل طور پر انجام دیئے جاتے ہیں اگرچہ ان کی مقدار کم ہی کیوں نہ ہو۔"

اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ جو کام بھی آپ شروع کریں اس کو کم از کم ایک سال تک انجام دیتے رہیں پس عبادت میں دوام اور انسان میں پرستش کا عنصر مہم ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ کبھی تپ کی وجہ سے انسان نماز و دعا و مسجد کو چھوڑ دے اور ایک مدت تک ان امور سے بیگانگی اختیار کر لے

---

(۱) مریم/۶۵ (۲) بحار ج ۷۷، ص ۶۸ (۳) نہج الفصاحہ جلد نمبر ۵۳ م

فرصت عبادت

سرمایۂ حیات اور زندگی کی گھڑیاں حیات کے آسمان سے بادل کے مثل گذرتی جارہی ہیں لہٰذا خدا کی بندگی کرکے اس رہگذر سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

«إنَّ اللَّيْلَ وَالنَّهارَ يَعْمَلانِ فِيكَ فَاعْمَلْ فِيهِما وَيَأْخُذانِ مِنْكَ فَخُذْ مِنْهُما» (۱)

"شب و روز تم میں کارفرما ہیں تم بھی ان میں کام کرو وہ تم سے (تمھاری عمر) لے رہے ہیں تم بھی ان سے فائدہ اٹھاؤ۔"

سچ بتلائیے! کہ جس عمر کو ہم اپنے ہاتھ سے دے رہے ہیں اور دن، رات اس سرمایہ کو خرچ کر رہے ہیں اس سے ہمیں کیا حاصل ہو رہا ہے؟

رسول خدا فرماتے ہیں: «الدُّنيا ساعَةٌ فَاجْعَلُوها طاعَةً» (۲)

"دنیا کی عمر ایک لحظہ سے زیادہ نہیں ہے لہٰذا اس کو خدا کی اطاعت میں صرف کرو۔"

اگر عبادت و بندگی کے خاص امکانات کم ہوں تو ان کے لئے زمین ہموار کرنے کی کوشش کی جائے اور آزاد ماحول میں جاکر خدا کی عبادت کرنا چاہئے، خدا کی عبادت سے دوری اختیار کرنے کے لئے زمین و زمان کی تنگی کو بہانہ نہیں بنایا جاسکتا جیسا کہ خدا فرماتا ہے:

«إنَّ أرْضِي واسِعَةٌ فَإيّايَ فَاعْبُدُونِ» (۳)

"میری زمین بہت وسیع ہے لہٰذا میری عبادت کرو۔"

---

(۱) الحیاۃ ج ۱ ص ۲۳۱ (۲) بحار ج ۷۷، ص ۱۶۴ (۳) عنکبوت/۵۶

عبادت میں سختیاں برداشت کرنا

خدا پرستی کی راہ میں دشواریاں بھی ہیں یہ دشواریاں خواہ طاغوت کی پیدا کی ہوئی ہوں کہ جو لوگوں کو خدا کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا، خواہ ان بے دینوں کی پیدا کی ہوئی ہوں جو کہ دیندار وں کا مذاق اڑاتے ہیں یا شیطان و نفس امارہ کی ایجاد کی ہوئی ہوں یہ سب انسان کو عبادت سے باز رکھنے میں مستقل کوشاں رہتے ہیں۔

کیا نماز کی حالت میں کعبہ کے اندر پیغمبرؐ کو آزار نہیں پہونچایا گیا ـــــ؟ کیا خدا پرستی کی پاداش میں مسلمان مجاہدین، طاغوت کے شکنجہ کا شکار نہیں ہوئے ـــــ؟ کیا خدا کے یکتا کی راہ میں بلال حبشیؓ نے کوڑے نہیں کھائے ـــــ؟ لیکن خدا پرست لوگوں نے نہ کسی حال میں عبادت چھوڑی اور نہ دینی امور کے اجراء سے دست بردار ہوئے۔ جناب زینب (سلام اللہ علیہا) کربلا میں عزیزوں کی شہادت دیکھنے اور کوفہ و شام کے طویل سفر کی مصیبت برداشت کرنے کے باوجود نماز شب ترک نہیں کرتیں اگرچہ ناتوانی کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتی ہیں۔

امام خمینی (رضوان اللہ علیہ) نے اپنی عمر کی آخری رات میں، ہسپتال میں مستحب نماز ترک نہ کی۔ حق کی راہ میں دشواریاں ہیں، راہ حق کو جان کے عوض خریدنا اور دشمنی سے نہ ڈرنا چاہئے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: «لا تستوحشوا فی طریق الهدی لقلة اهله» (۱)

"حق کی راہ میں حق والوں کی قلت کے سبب تم گھبراؤ نہیں۔"

ممکن ہے کہ کبھی ہم ایک چیز خریدنے کے لئے یا کسی چیز کے گرجانے کی بنا پر بس، کار وغیرہ کو باصرار رکواتے ہیں لیکن ہم میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ ہم نماز کے لئے بس رکوالیں!...

---

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۲

عبادت کی وسعت

خدا پرست مومن کو چاہئے کہ وہ صرف نماز و عبادت پر اکتفا نہ کرے بلکہ عبادت کے ماحول کو وسعت دینے میں بھی کوشاں رہے اور دوسروں کو خدا اور عبادت سے آشنا کرے کیونکہ تبلیغ (دین) اور وصیت ہر مومن کا فریضہ ہے جیسا کہ خداوند عالم انسان کو ایمان اور عمل صالح کے بعد حق اور صبر کی وصیت کی تلقین کرتا ہے۔ «وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر» (۱)

اگر سگریٹ پینے والے دس نفر کسی علاقہ میں داخل ہوں تو وہ تھوڑی سی مدت میں زیادہ تر لوگوں کو دھویں سے آشنا کردیں گے، چند اوباش قسم کے لوگ پورے محلہ بلکہ ایک شہر کے ماحول کو مکدر بنا دیتے ہیں تو پھر نمازی اور عبادت گذار افراد کو بھی چاہئے کہ وہ لوگوں کو خدا کے وجود سے آشنا کریں اور ماحول کو خدا کی عبادت گاہ بنائیں۔

ہمیں پوری طاقت کے ساتھ گھر، محلہ، مدرسہ، ادارہ، شہر اور دیہات میں خدا کے مقاصد کو پھیلانا چاہئے اور اس راہ میں ہمیں ہر قسم کی طاقت سے کام لینا چاہئے۔

تکلیف اور اس کے شرائط

عبادت کی اہمیت اور اس کی آفتوں کے بیان کے بعد دیکھنا چاہئے کہ عبادت کرنے والے میں کن شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

تکلیف، انسان کا بڑا امتیاز ہے جس وقت انسان میں یہ شائستگی پیدا ہوجاتی ہے اسی وقت انسان لطف خدا کا مورد اور شرعی کاموں کی انجام دہی کے لئے مکلّف قرار

---

(۱) سورۂ عصر، ۳

پاتا ہے اور زمین پر خدا کا امانت دار بن جاتا ہے یہی خصوصیت ہے جو انسان کو ممتاز بناتی ہے، اس کے لئے باعث فخر ہے اور جب اس (تکلیف کی) منزل پہ پہونچ جائے تو اسے جشن مسرت منانا چاہئے۔

ایک عالم دین ہر سال اپنے بالغ ہونے کی سال گرہ منایا کرتے تھے اور کہتے تھے اسی دن مجھ میں خدا کے احکام کی بجاآوری کی صلاحیت پیدا ہوئی تھی۔

لوگ جمہوری حکومت میں ایم، ایل، اے یا ایم، پی منتخب ہونے والے شخص کو مبارک بادکیوں پیش کرتے ہیں ــــــــ؟ اس لئے کہ وہ لوگوں کا مسئول و ذمہ دار قرار پایا ہے اسی طرح وہ روز مبارک ہے کہ جس روز انسان سن بلوغ کو پہونچ کر خدا کے احکام کا مسئول اور ان کی بجاآوری کے لئے معین ہوتا ہے۔

ہم یہاں اختصار کے ساتھ تکلیف کے شرائط سپرد قلم کر رہے ہیں۔

۱ ـــــ **بلوغ**: لڑکیاں نو سال اور لڑکے پندرہ سال کی عمر میں بالغ ہوجاتے ہیں، البتہ اس عمر سے پہلے بھی بالغ ہو سکتے ہیں۔ (۱)

اس تکلیفی اور عبادی بلوغ کہ جس میں واجبات کی انجام دہی اور حرام سے پرہیز کرنا لازم ہوجاتا ہے، کے علاوہ کچھ اور بلوغ بھی ہیں جیسے بلوغ سیاسی یعنی فکری رشد اور معاشرہ کے مسائل سے آگاہی رکھنا، شائستہ رہبروں کی پیروی کرنا فکر کی پختگی ہے۔

جناب قاسمؑ ابن امام حسن علیہ السلام کہ جو کربلا میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اپنے چچا امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر یزیدؑ لعین جیسے طاغی حاکم سے جہاد میں موت آئے تو میرے نزدیک وہ شہد سے زیادہ شیریں ہے اس سے قاسمؑ کی فکری رشد کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

---

(۱) توضیح المسائل امام خمینیؒ مسئلہ ۲۲۵۲

بلوغ اقتصادی : یعنی انسان اپنے اور دوسروں کے اموال کا صحیح مصرف کرسکے، عقل میں پختگی آگئی ہو۔ قرآن کہتا ہے کہ یتیموں کا مال ان کے سپرد اس وقت کرو کہ جب تم یہ سمجھ لو کہ ان کی عقل پختہ ہوگئی ہے اور اب وہ اپنے اموال کو عقلمندوں کی طرح تجارت اور لین دین میں صرف کرسکتے ہیں۔ (۱) ، فان آنستم منهم رشداً فادفعوا اليهم اموالهم..

بلوغ ازدواج : یعنی لڑکے اور لڑکیاں سن بلوغ کو پہونچنے کے علاوہ ازدواجی زندگی کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہوں کیونکہ ازدواجی زندگی میں جنسی بلوغ اور قانونی سن کافی نہیں ہے۔

کچھ یاددہانیاں

اوّل : ۔ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ بلوغ تکلیف کے لئے شرط ہے لیکن اس کے معنی ہرگز نہیں ہیں کہ نابالغ لڑکے، لڑکیاں بالکل آزاد ہیں، قرآن کبھی نابالغ افراد کو مخاطب کرتا ہے اور کہتا ہے:

"اپنے والدین کے پاس یا دوسرے لوگوں کے گھروں میں
خلوت کے وقت بغیر اجازت کے داخل نہ ہونا۔" (۲)

حضرت لقمان اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہیں:

(یا بُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَأمُر بِالمَعروفِ وَانْهَ عَنِ المُنکَر) (۳)

"بیٹے! نماز پڑھو اور اچھی باتوں کا حکم دو اور برائیوں سے منع کرو
اور برائیوں سے باز رہو۔"

---

(۱) نساء/۶ (۲) نور ۵۸ (۳) لقمان/۱۷

دوم :۔ بلوغ اگرچہ تکلیف کی شرط ہے لیکن والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے نونہالوں کو بلوغ سے پہلے دینی احکام بالخصوص نماز، روزہ کے احکام بتائیں اور ان احکام کی اہمیت سمجھانے کے لئے اگر ترک کریں تو سزا دیں۔

سوم :۔ بلوغ شرط تکلیف ہے لیکن اگر نابالغ کسی کا مالی نقصان کردے تو اس کے والد یا سرپرست کو اس کا خمیازہ دینا چاہئے کیونکہ لوگوں کے حقوق خدا کے حقوق سے جدا ہیں۔

چہارم :۔ بلوغ تکلیف کی شرط ہے لیکن نابالغ بچوں کے بھی نیک اعمال ثواب سے خالی نہیں ہیں اسی طرح اگر وہ بدکلامی کرتے ہیں یا کسی گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں تو ان کو تعزیر و تنبیہ بھی کی جاتی ہے۔

(۲) ــــ قدرت :۔ قدرت و توانائی بھی تکلیف کے لئے شرط ہے اور ناتواں مکلف نہیں ہے۔ ہر ایک شخص کو اس کی طاقت کے مطابق تکلیف دی گئی ہے جیسا کہ خداوندعالم فرماتا ہے : «لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا» **(۱)**

"ہم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔"

دوسری جگہ فرماتا ہے: «وَمَا جَعَلَ اللهُ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ» **(۲)**

"خداوندعالم نے دین میں تمھارے لئے سختی نہیں رکھی۔"

یعنی ایسی سختی نہیں رکھی جو تمھاری طاقت سے باہر ہو ورنہ دین میں مشکل و زحمت ہے۔

یہاں تک کہ "جہاد" جو مشکلات و دشواریوں سے مملو ہے (وہ) بھی بیمار، اندھے اور کمزور سے ساقط ہے۔ (۳)

(۳) ــــ اختیار :۔ اگر کسی کو گناہ کرنے پر مجبور کیا جائے یا واجبات کی انجام دہی سے باز رکھا جائے تو اس سے بازپرس نہ ہوگی کیونکہ تکلیف کی شرط آزادی اور اختیار ہے لیکن اگر

---

(۱) انعام / ۱۵۲ **(۲)** حج / ۷۸ **(۳)** فتح / ۱۷

انسان کہیں مضطر یا مجبور ہو جائے تو حکم بدل جاتا ہے مثلاً طاغوتی، مسلمانوں کو حج نہ کرنے دیں یا کوئی بھوک سے مر رہا ہو اور اس کے پاس غذا کے بطور فقط مردار ہو تو اس حالت میں وہ مردار کو کھا سکتا ہے۔)

۴ — **عقل**:- عقل و شعور انسان کی فضیلت اور تکلیف کا معیار ہے حساب و کتاب اور باز پرس بھی عقل ہی کے لحاظ سے ہوگی، فاقد العقل لوگوں پر نہ ہی کوئی تکلیف ہے اور نہ ہی کیفر و پاداش، بعض روایات میں عقل کو خدا کی اولین مخلوق بتایا گیا ہے اور حقیقی عبودیت کا سرچشمہ بھی عقل ہی کو قرار دیا گیا ہے اور (اسی لئے) حدیث کی کتابوں میں عقل کی بحث کو دیگر مباحث پر مقدم کیا گیا ہے۔ (۱)

اسلام میں وہ تمام چیزیں ممنوع ہیں جو عقل کو مختل اور کمزور کر دیتی ہیں (مثلاً مشروبات الکلی) ممنوع ہے اور ہر اس چیز کی تشویق دلائی گئی ہے جو عقل و ادراک کی افزائش کا باعث ہوتی ہیں جیسے تعلیم و تعلم، مطالعہ و سیر و سیاحت اور آپس میں مشورہ وغیرہ کرنا۔

عبادات کے صحیح ہونے کے شرائط

عبادت کی قدر و قیمت کا دار و مدار اس کی صحت پر ہے اور اس کی صحت دو اہم عوامل پر موقوف ہے (۱) ہدف و مقصد صحیح ہو (۲) اور شکلِ عبادت صحیح ہو۔

عبادت میں انسان کا مقصد صرف خدا کی رضا کا حصول اور اپنے وظیفہ کی انجام دہی ہونا چاہئے اس لحاظ سے جس عبادت میں ریا ہو یا لوگوں میں شہرت کے لئے کی جاتی ہے یا انسان

---

(۱) جیسے اصول کافی، وافی، بحار

غیر خدا کی ستائش کے لئے کر رہا ہے تو یہ شرک ہے البتہ اگر مقصد خدا ہو اور لوگ اس خلوص آمیز کام کی طرف متوجہ ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱)

نہ صرف یہ کہ عبادت میں ریا حرام ہے بلکہ اس کے بطلان کا بھی سبب ہوتی ہے،

کوشش کرنا چاہئے کہ عبادت کی نیت میں خلوص اور خدا کے علاوہ کسی اور کا شمول نہ ہو۔ عمل خالص کے سلسلہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

«والعملُ الخالصُ الّذی لا تُریدُ اَنْ یحمدک علیہِ احدٌ اِلاّ اللّٰہ» (۲)

"خالص عمل یہ ہے کہ انسان خدا کے علاوہ کسی سے مدح و ستائش کی توقع نہ رکھے۔"

آثار اخلاص کے بارے میں رسول خداؐ سے روایت ہے کہ:

«ما اَخلصَ عبدٌ لِلّٰہ عزّوجلّ اربعین صباحاً اِلاّ جرتْ ینابیعُ الحِکمۃِ مِن قلبِہِ الی لِسانِہ» (۳)

"کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس نے چالیس روز تک اپنے کاموں کو صرف خدا کے لئے انجام دیا ہو اور حکمت اس کے قلب سے نکل کر زبان پر جاری نہ ہوئی ہو۔"

"اخلاص" جیسی کوئی یونیورسٹی ہے کہ جو چالیس دن کی مدت میں ایک حکیم و عقلمند طالب علم کو فارغ التحصیل کر دے۔ صحیح عبادت وہ ہے کہ جو خدا کے لئے ہو، معین شکل و صورت اور قواعد کے مطابق انجام پائے وہ عبادت صحیح نہیں کہ جو اپنی پسند سے یا دین کے دستور کے خلاف کی جائے۔

رسولؐ فرماتے ہیں: «لا قولَ ولا عملَ ولا نیّۃَ اِلاّ باِصابۃِ السُّنّۃ» (۴)

"قول و عمل اور نیت کی کوئی قیمت نہیں ہے مگر یہ کہ دستور و سنت کے مطابق انجام پائے۔"

---

(۱) تفسیر صافی ج ۲ ص ۳۵ (۲) بحار ج ۷۰ ص ۲۳ (۳) بحار ج ۷۰ ص ۲۴۲ (۴) قصار الجمل ج ۲ ص ۴۳

پس عبادت کا طریقہ اولیائے دین سے سیکھنا چاہئے۔ حضرت ابراہیمؑ خدا کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں: «وأرنا مناسكنا» (۱)

"ہم کو عبادت کا صحیح راستہ دکھا دے!"

اور اس مسئلہ میں کہ نماز کہاں قصر، کہاں پوری، کہاں آہستہ یا بلند آواز سے پڑھنا چاہئے اور رکعت کی تعداد وغیرہ کے سلسلہ میں انسان کو تسلیم محض ہونا چاہئے ورنہ نماز کی کوئی قیمت نہ ہوگی مثلاً اگر آپ سے یہ کہا جائے کہ سو قدم کے فاصلہ پر خزانہ چھپا ہوا ہے آپ اسے حاصل کر سکتے ہیں لیکن اگر آپ ۹۸ یا ۱۰۲ قدم پر جا کر زمین کھودیں گے تو خزانہ بھی آپ کو نہیں ملے گا اور بے فائدہ تکلیف بھی اٹھائیں گے۔

یا اگر آپ کسی شخص یا کسی شہر سے ٹیلیفون پر رابطہ قائم کرنا چاہتے ہیں اور ایک نمبر کی کمی، بیشی سے آپ ڈائل کریں گے تو وہ شخص جواب دے گا کہ جس سے آپ کا کوئی رابطہ نہیں تھا یا ٹیلی فون کسی اور شہر پہونچے گا۔ پس عبادت میں بھی اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ اس قاعدہ کے مطابق انجام دی جائے جو کہ بتایا گیا ہے۔ عبادت کی مثال ایک چابی کے دانتوں کی سی ہے کہ اگر اس کا ایک دانت بھی چھوٹا بڑا ہو جائے تو قفل کھل نہیں سکتا۔

امام محمد باقر علیہ السلام سورۂ بقرہ کی ۱۹۸ ویں آیت (وأتوا البيوت من أبوابها - گھروں میں دروازوں سے آؤ) کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ہر کام کو اس کے طریقہ سے انجام دو اور دستور کے مطابق عمل کرو۔ (۲)

---

(۱) بقرہ / ۱۲۸

(۲) المیزان ج ۲ ص ۵۹

عبادت کی شکل بدلنے والے عوامل

قرآن میں اس کے متعدد نمونے موجود ہیں کہ گذشتہ قوموں نے کس طرح عبادت کی شکل بدل دی تھی اور خدا کے قہر و غضب سے دوچار ہوئی تھیں عبادت کی شکل میں تبدیلی کے محرک مختلف تھے نمونہ کے طور پر ہم ایک کو تحریر کر رہے ہیں۔

۱ مسخرے پن سے شکل بدل دینا

خداوند عالم نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ سرزمین بیت المقدس میں "حطہ" کہتے ہوئے داخل ہونا (یعنی خدایا! ہمیں گناہوں سے پاک کر دے اور ہماری مغفرت فرما) لیکن انھوں نے مسخرے پن سے اس جملہ میں تحریف کر دی اور بجائے حطہ کے حنطہ (گیہوں) کہتے ہوئے داخل ہوئے لہٰذا خدا نے انھیں ہلاک کر دیا۔ (۱)

۲ عقلمندی سے شکل بدل دینا

اسلام میں چار مہینے حرمت کے ہیں ان میں جنگ و جدال بھی ممنوع ہے یہ جنگ کی آگ جبری طور پر چار ماہ خاموش رہے گی تین ماہ (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم) مسلسل اور ماہ رجب میں قرآن نے چاروں مہینوں کو (اربعۃ حرم) کے نام سے یاد کیا ہے۔ (۲)

ان مہینوں میں دفاعی جہاد کے علاوہ جنگ کو ممنوع قرار دیا گیا ہے بعض افراد نے ان مہینوں میں اپنی عقل سے یہ کہتے ہوئے تغیر کر دیا کہ خدا کا مقصد صرف یہ ہے کہ سال میں چار مہینوں میں جنگ بند رہے۔ قرآن نے ان حرمت کے مہینوں میں تغیر پر ان کی مذمت کی اور اس پر عمل کرنے کو کفر قرار دیا۔ (۳)

---

(۱) بقرہ / ۵۹
(۲) توبہ / ۳۶
(۳) توبہ / ۳۷

۲ — مقدسانہ تغیر

یعنی جو شخص اپنے کاموں کو مذہب کا رنگ دے کر اور شریعت کا جامہ پہنا کر اپنا مقصد پورا کر لیتا ہے اور اس طرح کلام خدا میں ردو بدل کر دیتا ہے۔ بنی اسرائیل کے قصہ میں اس کا نمونہ موجود ہے کہ جب خدا نے ہفتہ کے دن ان پر مچھلی کا شکار حرام قرار دے دیا تو انھوں نے دریا کے کنارے گڑھے کھود دیئے جن میں ہفتہ کے دن مچھلیاں جمع ہو جاتی تھیں اور اتوار کے دن وہ پکڑ لیتے تھے اور کہتے تھے ہم نے ہفتہ کے دن مچھلیاں نہیں پکڑیں۔ یہ قصہ آیت قرآنی میں بیان ہوا ہے اور ان کے اس عمل کی مذمت کی گئی ہے۔ (۱)

عبادات کے مقبول ہونے کے شرائط

عبادات میں شرائط صحت کے علاوہ شرائط قبول وکمال بھی ہیں یعنی جن چیزوں کی رعایت انسان کو رشد معنوی اور قرب خدا تک پہونچاتی ہے اور فرد واجتماع میں اثر انداز ہوتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عبادت صحیح ہوتی ہے لیکن رشد آور نہیں ہوتی اس کی مثال اس دوا کی ہے جو شفا بخش نہیں ہوتی اور کبھی عبادت جزا و پاداش دلا دیتی ہے لیکن ہمیں خدا کا محبوب نہیں بنا پاتی۔

عبادات واعمال کی مقبولیت کے شرائط آیات واحادیث میں بیان ہوئے ہیں ان میں سے چند نمونے یہ ہیں۔

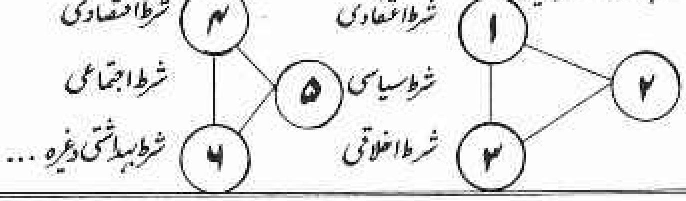

(۱) اعراف / ۱۶۳

ان موارد کی وضاحت سے قبل تاکید کی جاتی ہے کہ انسان کو چاہئے کہ وہ عبادت کی مقبولیت کا خاص طور سے خیال رکھے تاکہ اس کی معنویت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکے

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: «کُونُوا عَلیٰ قَبُولِ الْعَمَلِ اَشَدَّ عِنَایَةً مِنْکُمْ عَلَی الْعَمَلِ» (۱)

عمل سے زیادہ اس کی قبولیت پر توجہ رکھو "

ممکن ہے کہ کسی جگہ قبول ہونے کے لئے انسان کارڈ یا پاس بنوائے اور مقررات کے مطابق عمل بھی کرے لیکن انٹرویو میں بد اخلاق ہونے کی بنا پر یا ماضی میں رکارڈ صحیح نہ ہونے کی بنا پر واپس کر دیا جاتا ہے اسی طرح عبادات بھی ممکن ہے مقررات کے لحاظ سے انجام پائیں لیکن دلیل و برہان سے عند اللہ مقبول نہ ہوں ۔

کیا ایسا نہیں ہوتا کہ غیر مسئول افراد کے ہاتھوں صحیح کام انجام پاتے ہیں لیکن ان کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے ان پر تنقید کی جاتی ہے پس اعمال کی قبولیت کی شرط کوئی اور ہی شئی ہے ۔ اب ہم ان شرائط کو بیان کرتے ہیں ۔

۱ —— اعتقادی شرط : خدا پر ایمان ہے ۔ اگر ایمان نہیں ہے تو اعمال بے کار ہیں جیسا کہ ارشاد ہے : «وَمَنْ یَکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ» (۲)

" اور جس نے ایمان سے انکار کیا اس کے اعمال برباد ہو جائیں گے ۔"

مسجدوں کو آباد کرنے والے خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے :

«اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ» (۳)

" اللہ کی مسجدوں کو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جن کا اللہ اور روز آخرت پر ایمان ہے ۔"

---

(۱) بحار ج ۷۱ ص ۱۷۳ (۲) مائدہ ۵ (۳) توبہ ۱۸

مومن مرد و عورت کے عمل صالح حیات طیبہ کے موجب ہوتے ہیں :

«مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِنْ ذَكَرٍ اَوْاُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً»

"مومن مرد و عورت میں سے جو بھی نیک عمل کرے گا ہم اسے پاکیزہ حیات عطا کریں گے۔" (۱)

جس شخص کا خدا پر ایمان نہ ہو اور اس کا کوئی کام خدا کے لئے نہ ہو کر جس کی جزا متوقع ہو قرآن مجید (ایسے) کافروں کے اعمال کو خاکستر کہتا ہے کہ جس کو کسی روز کا طوفان برباد کر دے گا اور کوئی چیز باقی نہ بچے گی۔

(۲) سیاسی شرط : ولایت ہے۔

آسمانی ولی و رہبر خدا کے سارے بندوں کو راہ حق پر چلاتا اور نماز، روزہ، حج اور جہاد وغیرہ کو رضائے خدا کے مطابق انجام دلاتا ہے اور انھیں شائستگی کا جامہ پہناتا ہے مثلاً آج کا ایران ولایت فقیہ کی قیادت میں ترقی کی منزل طے کر رہا ہے۔ اس کے مقابلہ میں وہ مسلم ممالک کہ جو نماز، روزہ وغیرہ رکھتے ہیں لیکن سیاسی انحراف کی اور رہبر نہ ہونے کی بنا پر ذلت و رسوائی میں مبتلا ہیں۔

معاشرہ کے قائد کی مثال ایک ڈرائیور کی ہے اگر ساری سواریاں باادب اور سلیقہ رکھنے والی ہوں لیکن ڈرائیور مست ہو یا راستہ ناہموار ہو تو ایکسیڈنٹ کا اندیشہ ہے لیکن اگر ڈرائیور تجربہ کار، صحیح و سالم ہو ہر چند مسافروں میں کوئی ترتیب نہ ہو پھر بھی یہ سفر اپنی منزل پر تمام ہوگا۔

امام باقر علیہ السلام سے ایک حدیث میں منقول ہے :

«مَنْ دَانَ اللّٰهَ بِعِبَادَةٍ يَجْهَدُ فِيهَا نَفْسَهُ وَلَا اِمَامَ لَهُ مِنَ اللّٰهِ فَسَعْيُهُ غَيْرُ مَقْبُولٍ»

---

(۱) نحل / ۹۷

"جو خدا پر ایمان رکھتا ہے جاں گسل عبادت کرتا ہے لیکن
منصوص من اللہ امام پر اس کا ایمان نہ ہو تو اس کی کوشش
بے فائدہ ہے۔" (۱)

اگر آسمانی رہبر ہو تو خدا پرستی سے ہٹا کر طاغوت پرستی کی طرف انسان کو نہ کھینچا جائے اور آسمانی قوانین خرافات میں تبدیل نہ ہوں اور جمعہ کی نمازیں اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ طاغوت کے منافع کے لئے انجام نہ پائیں اور اسلام و مسلمانوں کی عزت و قدرت کا مظہر حج ایسے حکام کے لئے مفید نہ ہو جن کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہ ہو۔

حدیث ہے: «فَمَنْ لَمْ يَتَوَلَّنَا لَمْ يَرْفَعِ اللهُ لَهُ عَمَلاً»

"جو شخص ہماری ولایت قبول نہیں کرتا خدا اس کے اعمال
قبول نہیں کرتا۔" (۲)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: "ہم باب خدا ہیں ہم سے راہ خدا پہچانی جاتی ہے"۔ (۳)

پس عبادات کی قبولیت کے لئے "ولایت" شرط ہے لیکن ولایت کے ساتھ تقویٰ بھی ہونا چاہئے۔ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

«وَمَا تُنَالُ وَلَايَتُنَا إِلَّا بِالْعَمَلِ وَالْوَرَعِ»

"ہماری ولایت عمل اور تقویٰ کے علاوہ کسی اور طریقے سے
نصیب نہیں ہو سکتی۔" (۴)

---

(۱) وسائل ج ۱ ص ۹۰

(۲) کافی ج ۱ ص ۴۳۰

(۳) کافی ج ۱ ص ۱۹۳ و ۱۴۵

(۴) کافی ج ۲ ص ۷۵ و بحار ج ۱۷ ص ۱۸۷

۳ — اخلاقی شرط تقویٰ

حضرت آدمؑ کے بیٹوں کا قصہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ دونوں نے قربانی کی ایک کی قبول ہوگئی اور دوسرے کی رد کر دی گئی ہے۔

خدا فرماتا ہے: «انما یتقبل اللہ من المتقین»

"خدا صرف پرہیزگاروں کے اعمال کو قبول کرتا ہے"۔ (۱)

منقول ہے کہ ایک شخص نے بازار سے گذرتے ہوئے دو روٹیاں چرالیں اور دوسری دکان سے دو انار اٹھالئے اور آگے جا کر فقیروں میں تقسیم کر دیئے۔ اس سے لوگوں نے کہا کہ یہ تم نے کیا کیا؟ اس نے جواب دیا کہ "خدا نے ایک گناہ پر ایک سزا رکھی ہے جب کہ نیک کام کا دس گنا اجر مقرر کیا ہے میں نے دو انار اور دو روٹیاں چرائیں، چار گناہ کئے اور فقیر کو دے کر چالیس نیکیاں حاصل کی ان چالیس سے چار کم کر دی جائیں تو چھتیس پھر بھی بچتی ہے" لوگوں نے کہا کہ دس برابر نیکی اسے ملتی ہے جو متقی ہوتا ہے غصبی مال کی تقسیم پر کوئی اجر نہیں ہے کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی ———— ؟

: انما یتقبل اللہ من المتقین!..

۴ — اقتصادی شرط لوگوں کے حق کی ادائیگی

محتاجوں کی مدد اور محروموں کے حقوق ادا کرنے کو بہت اہمیت دی گئی ہے کبھی تو عبادات کی مقبولیت بھی اسی پر موقوف ہوتی ہے، جیسے زکوٰۃ نہ دینا۔

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

«مَن صَلّیٰ ولم یُزکِّ لَم تُقبَل صلوتُہ»

---

(۱) مائدہ / ۲۷

"جو شخص زکوٰۃ (اسلامی مالیات) ادا کیئے بغیر نماز پڑھتا ہے
اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔" (۱)

دوسری حدیث میں حضرت علی علیہ السلام کمیلؓ سے فرماتے ہیں:

"جب تک تمھاری غذا حلال اور صحیح راہ سے حاصل نہ ہوگی
اس وقت تک تمھاری تسبیح اور شکر کو خدا قبول نہیں کرے گا۔" (۲)

۵ — اجتماعی شرط، دوسروں کا خیر خواہ ہونا

اجتماعی امور کا تحفظ اور مسلمانوں کے درمیان بھائی چارگی اور ان کے درمیان شائستہ روابط کو بہت اہمیت دی گئی ہے اسی لئے ہر اس قول و عمل کو ناروا سمجھا گیا ہے کہ جو اجتماعی روابط کے انقطاع کا سبب بنے، غیبت، بدگمانی، برے خیالات، قطع تعلق، بداخلاقی وغیرہ ایسے اوصاف و اعمال ہیں کہ جو عبادت کے قبول نہ ہونے کا باعث بنتے ہیں۔

رسول خداؐ فرماتے ہیں:

«مَنِ اغْتَابَ مُسْلِماً أَوْ مُسْلِمَةً لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ صَلاتَهُ وَلا صِيامَهُ أَرْبَعِينَ يَوماً وَلَيْلَةً إِلَّا أَنْ يَغْفِرَ لَهُ صَاحِبُهُ»

"جو شخص مسلمان مرد یا عورت کی غیبت کرتا ہے خدا چالیس
شب و روز تک اس کے روزہ، نماز کو قبول نہیں کرتا مگر
یہ کہ جس کی غیبت کی گئی تھی وہ غیبت کرنے والے کو
معاف کر دے۔" (۳)

نیز آنحضرتؐ فرماتے ہیں:

«يا أَبَاذَرّ! إِيَّاكَ وَهِجْرَانَ أَخِيكَ، فَإِنَّ الْعَمَلَ لا يُتَقَبَّلُ مَعَ الْهِجْرَانِ»

---

(۱) بحار ج ۹۶ ص ۱۲ (۲) سفینۃ البحار ج ۱ حصہ ''حل'' (۳) جامع السعادات ج ۲ ص ۳۳۲

"اے ابوذرؓ! برادر دینی سے قطع روابط نہ کرو کیونکہ قطع روابط کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔" (۱)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

«لاَ يَقْبَلُ اللهُ مِنْ مُؤمِنٍ عَمَلاً وَهُوَ مُضْمِرٌ عَلَى أخِيهِ سُوءً»

"جو شخص اپنے برادر مومن سے بدگمانی رکھتا ہے خداوند عالم اس کے اعمال قبول نہیں فرماتا۔" (۲)

نیز امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

«إنَّ سُوءَ الخُلُقِ يُفْسِدُ العَمَلَ كَمَا يُفْسِدُ الخَلُّ العَسَلَ»

"بد خلقی عمل کو ایسے ہی برباد کر دیتی ہے جیسے سرکہ شہد کو۔" (۳)

دوسروں کی بدگوئی، لوگوں سے بدگمانی، ترک تعلقات اور غیبت ایسی چیزیں مسلمانوں کے اجتماعی روابط میں سستی کا باعث ہوتی ہیں اور عبادت کے قبول نہ ہونے کا سبب بھی بنتی ہیں۔ نمازگذار اور عبادت کرنے والے کو خدا کے بندوں سے دینی روابط استوار رکھنا چاہئے تاکہ ان کی پرستش میں قبول ہونے کی صلاحیت برقرار رہے۔

(۶) خانوادہ کے ساتھ نیک برتاؤ کی شرط

اسلام کے اعلیٰ اور مقدس آئین نے عبادت و سیاست اور معاشرہ کے درمیان ایک محکم رابطہ ایجاد کیا ہے، خانگی امور کی رعایت، زن و شوہر کے حقوق کے احترام کو اتنا مہم قرار دیا ہے کہ کبھی اس کی طرف سے بے توجہی عبادت کے قبول نہ ہونے کا باعث ہو جاتی ہے اور یہ زمین کی قطع تعلقی، آسمانی ارتباط کا سلسلہ منقطع کر دیتی ہے۔

---

(۱) مکارم الاخلاق ص ۵۵۴ منقول از الحیاۃ ج ۱ ص ۲۳۶ (۲) اصول کافی ج ۲ ص ۳۶۱ (۳) کافی ۲/۳۲۱

اس سلسلہ میں پیغمبرؐ فرماتے ہیں:

«مَنْ كَانَ لَهُ امْرَأَةٌ تُؤْذِيهِ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ صَلَاتَهَا وَلَا حَسَنَةً مِنْ عَمَلِهَا... وَعَلَى الرَّجُلِ مِثْلُ ذٰلِكَ»

"جو عورت اپنے شوہر کو اذیت دیتی ہے خدا اس کی نماز اور اس کا کوئی نیک عمل قبول نہیں فرماتا اسی طرح اس مرد کا بھی کوئی عمل قبول نہیں فرماتا جو اپنی بیوی کو اذیت دیتا ہے۔" (۱)

یہ بات زن و شوہر ہی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ والدین کی طرف غضبناک ہو کر دیکھنے سے بھی عبادت قبول نہیں ہوتی، چنانچہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

«مَنْ نَظَرَ إِلَى أَبَوَيْهِ نَظَرَ مَاقِتٍ وَهُمَا ظَالِمَانِ لَهُ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهُ صَلَاةً»

"خدا اس بیٹے کی نماز قبول نہیں کرتا جو اپنے والدین کی طرف خشمناک نگاہوں سے دیکھتا ہے اگرچہ والدین اس کے حق میں ظالم ہی کیوں نہ ہوں۔" (۲)

ہاں! جس نماز کے زینہ سے ہم معراج پر پہونچتے ہیں اس کے پائے زمین پر مضبوط و مستحکم ہونے چاہئے ورنہ اگر پھسلنے والی برف یا ناہموار زمین پر رکھے جائیں گے تو پھر بلندی پر جانا ناممکن ہو جائے گا۔ عبادات میں معنوی کمالات، اجتماعی روابط کی شائستگی بھی پیدا ہونا چاہئے۔ روایات میں اور بھی مسائل بیان ہوئے ہیں کہ جو عبادات کو قبولیت کی منزل تک نہیں پہونچنے دیتے مثلاً کم فروشی وغیرہ البتہ یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ خدا قبول نہیں کرے گا تو روزہ، نماز کی انجام دہی سے کیا فائدہ! بلکہ ایسی روایات ناشائستہ خصلتوں کی بنا پر عمل کی بے قیمتی اور اس کے ضعف پر دلالت کرتی ہیں۔

---

(۱) وسائل ج ۱۴ ص ۱۱۶ (۲) اصول کافی ج ۲ ص ۳۴۹

قبول ہونے کی علامت

قرآن کہتا ہے کہ : (انّ الصّلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر)

"نماز فحش اور برائی سے محفوظ رکھتی ہے"۔ (۱)

اور یہی مغز نماز اور اس کی خاصیت ہے یہی اعمال و عبادات کی مقبولیت کی علامت ہے۔ جس واز میں مغز نہیں ہوتا اس میں نہ رشد ہوتا ہے اور نہ ہی پھل لگتا ہے اسی طرح وہ نماز بھی بے ثمر ہے جو برائیوں سے باز نہیں رکھتی۔

امام صادق علیہ السلام اس علامت کے بارے میں فرماتے ہیں:

«من احبّ ان یعلم اقبلت صلاتہ ام لم تقبل، فلینظر ھل منعتہ صلاتہ عن الفحشاء والمنکر؟ فبقدر ما منعتہ قبلت منہ»

"جو شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ اس کی نماز قبول ہوئی یا نہیں تو اس کو اپنی نماز دیکھنا چاہئے کہ اس نے اس کو گناہوں سے باز رکھا ہے یا نہیں؟ جس مقدار میں اس کی نماز نے گناہ سے باز رکھا اسی مقدار میں اس کی نماز قبول ہوئی ہے"۔ (۲)

---

(۱) عنکبوت / ۴۵

(۲) بحار ج ۸۲ ص ۱۹۸

شرائط کمال عبادات

عبادات کی قبولیت اور اس کی صحت کے شرائط بیان ہو چکے ہیں لیکن بعض امور ہیں کہ جو عبادت کے کمال کی شرائط کا جز ہیں۔ جو شرائط عبادت کی قدر و قیمت کی نشاندہی کرتے ہیں اور اکثر عبادات کی تاثیر میں اضافہ کا باعث ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱ عبادت کا مشکل ہونا:۔

عبادت کرنا تو ہر ایک سے آتا ہے لیکن جو عبادات دشوار ہیں اور جن میں ہمت و ارادہ زیادہ درکار اور مشقت لازم ہے وہ قیمتی ہیں اور کمال سے نزدیک ہیں، قرآن ان لوگوں کی مدح سرائی کرتا ہے جنھوں نے سختی کے زمانہ میں رسولؐ کی مدد اور پیروی کی تھی۔ (۱)

امام حسن علیہ السلام کے پاس سواری کے اونٹ موجود تھے لیکن وہ اس لئے پیادہ حج کیا کرتے تھے تاکہ اس کا اجر زیادہ قرار پائے۔

قرآن نماز شب پڑھنے والوں کی بزرگی بیان کرتا ہے کہ وہ نرم و گداز بستر سے نکل کر نماز پڑھتے ہیں۔ (۲)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: «أفضَلُ الأعمالِ ما أكرَهتَ نَفسَكَ عَلَيه»

"بہترین کام وہ ہے جس کی انجام دہی پر تم اپنے نفس کو برانگیختہ کرتے ہو۔" (۳)

قرآن مجاہدوں اور سخت کوش افراد کی عظمت و منزلت کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

«فَضَّلَ اللهُ المُجاهِدينَ عَلَى القاعِدينَ أجراً عَظيماً» (۴)

---

(۱) توبہ / ۱۱۷ (۲) سجدہ / ۱۵ (۳) قصار الجمل ج ۲ ص ۷۰ (۴) نساء / ۹۵

۲ ——— اہمیت کی حامل ہو :۔

کاموں کی انجام دہی میں اہم اور مہم کی رعایت بھی عقلمندی، عاقبت اندیشی اور مصلحت شناسی کی علامت ہے اسلام ان کاموں کی تشویق دلاتا ہے کہ جو زیادہ مفید و مہم ہوتے ہیں خواہ تحصیل علم وغیرہ سے متعلق ہو یا عبادت و انفاق سے متعلق ہو۔

پیغمبرؐ فرماتے ہیں:

«لا صَدَقَةَ وَذُو رَحِمٍ مُحتاجٌ»

"جب قریب و عزیز محتاج ہوں تو دوسروں کو صدقہ دینا بے فائدہ ہے۔" (۱)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

«لا قُربَةَ بِالنَّوافِلِ إذا أضَرَّت بِالفَرائِضِ»

"جب مستحب نمازیں واجب نمازوں کے لئے مضر ہوں تو نافلہ سے قربت خدا حاصل نہیں ہو سکتی۔" (۲)

۲ ——— اس کا اثر دائمی ہو :۔

برکت، ایک انسان کے عمل کی خوبی یہ ہے کہ اس کے آثار و فوائد باقی رہیں ہر ایک کام اور عبادت کی صفت کمال یہ ہے کہ ان کے آثار سریع الزوال اور ناپائدار نہیں ہوتے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

«رُبَّ يَسيرٍ أنمىٰ مِن كَثيرٍ»

"بسا اوقات معمولی کام بھی زیادہ کاموں پر بھاری ثابت ہوتا ہے۔" (۳)

---

(۱) نہج الفصاحہ ۵۲۲ (۲) الحیاۃ ج ۱ ص ۳۱۸ (۳) نہج البلاغہ وصیت ۳۱

بعض تالیفات اور شائستہ اقدامات اور خدمت خلق کے مراکز کی خیر و برکت بڑے بڑے کاموں سے بڑھ جاتی ہے پس برکت بھی عبادات کے کمال کے لیئے ایک شرط ہے۔

۴ — پیغمبرؐ کی ہدایت کے مطابق ہو:۔

اعمال و عبادات کا کمال یہ ہے کہ انھیں پیغمبروںؑ کی سیرت اور اولیائے دین کی سنت کے لحاظ سے انجام دیا جائے نہ کہ موروثی رسم و رواج کی بنا پر، عبادت جس قدر بھی ائمہ معصومینؑ کی روش سے نزدیک ہوگی اتنی ہی قیمتی ہوگی۔

۵ — سبقت رکھتا ہو:۔

عبادات اور نیک کاموں میں مقابلہ و مسابقہ بھی ارزشمند ہے اور ایسے امور میں ایک دوسرے پر سبقت کرنا بھی معیار کمال ہے، قرآن مکرر فرماتا ہے «سارعوا» اور «سابقوا» اور ایک جگہ فرماتا ہے:

«لا یَسْتَوِی مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ، اُولٰئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِینَ اَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی»

"فتح مکہ سے قبل جن مسلمانوں نے انفاق و جہاد کیا تھا ان کا اجر ان مسلمانوں سے زیادہ ہے جنھوں نے فتح مکہ کے بعد انفاق و جہاد کیا اگرچہ خداوند عالم نے دونوں کو پاداش دینے کا وعدہ کیا ہے۔ (۱)

پس نیک اور شائستہ کاموں (انفاق و جہاد) میں سبقت کرنا معیار کمال ہے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

(۲) «لا یتمّ المعروف الّا بثلاث خصال: تعجیله وتصغیره وستره»

---

(۱) حدید آیہ ۱۰ (۲) قصار الجمل ج ۲ ص ۳۰

"نیک کاموں کی قیمت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے
کہ جب وہ جلد انجام پائیں اور بجا لانے والا انہیں حقیر سمجھے
اور غرور سے الگ مخفیانہ طور پر انجام دیتا ہو۔"

اس لحاظ سے بہترین نماز اول وقت کی نماز ہے اور اوّل وقت سے جتنی دور ہوتی چلی جائے گی اتنی ہی اس کی فضیلت کم ہو جائے گی، اذان کہ جو ہمارا قومی نعرہ ہے میں ہم کہتے ہیں: «حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ»

"نماز، رستگاری اور عمل خیر کی طرف دوڑو"

۶ — پر خطر ماحول میں انجام پذیر ہو:۔

وہ عبادت اور نیک کام کہ جو ظالم حکومت اور طاغوتی ماحول میں انجام دیئے جاتے ہیں چونکہ ان میں فداکاری زیادہ درکار ہوتی ہے اور اثر بھی زیادہ ہوتا ہے اس لئے ان کی قدر و قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے جہاں ماحول کی بیرونی سختیاں اور طبیعت کی اندرونی کوفت دونوں یکجا ہو کر عبادت و عبودیت میں رکاوٹ بنتی ہیں وہاں ان پر قابو پانا اور خدا کی عبادت کرنا بھی بڑا کمال سمجھا جاتا ہے، قرآن سچے مومنوں کی مدح میں فرماتا ہے: «... وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ» (۱)

"وہ راہ خدا میں لومت لائم کی پرواہ نہیں کرتے۔"

دوسری جگہ فرماتا ہے:

«اَلَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللهَ» (۲)

"جو لوگ اللہ کے پیغام کو پہنچاتے ہیں اور دل میں اس
کا خوف رکھتے ہیں اور اس کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے۔"

---

(۱) مائدہ / ۵۴ (۲) احزاب / ۳۹

ہاں ... فاسد و خراب ماحول اور ظالم کی حکومت میں اپنے دین کو محفوظ رکھنا (مثلاً زن فرعون) بھی بہت مشکل ہے۔

۷ —— نشاط و دوام رکھتا ہو:۔

عبادت میں نشاط نہ ہونا نفاق کی علامت ہے، قرآن منافقوں کی علامت بیان کرتا ہے: "وہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو الکسائے ہوئے۔ (۱)

اس کے مقابلہ میں وہ بندگی بقیمت ہے کہ جس میں نشاط و انبساط ہو اور وہ عبادت کمال آفریں ہے جس میں دوام ہو۔ احادیث میں ہے کہ جن مختصر اعمال میں استمرار ہوتا ہے وہ اس عبادت سے زیادہ بہتر ہوتے ہیں جو سستی، بے ترتیبی سے کی جاتی ہے، قرآن نے ان لوگوں سے اجر اور علم و فکر وغیرہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق کا وعدہ کیا ہے جو پائیداری کے ساتھ دستور اسلام پر کاربند ہیں جیسا کہ اس آیت کے ذیل میں؛

«وَاَنْ لَوِاسْتَقامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُم مَاءً غَدَقاً» تفسیر صافی میں ہے۔ (۲)

۸ —— اپنی عبادت کو زیادہ نہ سمجھتا ہو:۔

مغرور انسان اپنی عبادت کو اہم اور زیادہ سمجھتا ہے لہٰذا اس کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں، کمال عبادت کے لئے شرط یہ ہے کہ عابد اپنی عبادت کو زیادہ نہ سمجھتے ہوئے غرور نہ کرتا ہو۔ امام سجاد علیہ السلام دعائے مکارم الاخلاق میں فرماتے ہیں؛

«اللّٰهُمَّ عَبِّدْنِي لَكَ وَلَا تُفْسِدْ عِبَادَتِي بِالْعُجْبِ»

"خدایا! مجھے عبادت کی توفیق کرامت فرما اور میری عبادت کو عُجب کے ذریعہ تباہ نہ ہونے دے۔"

---

(۱) نساء / ۱۴۲ (۲) جن / ۱۶ (تفسیر صافی)

اس مضمون کی بہت سی حدیثیں ہیں کہ انسان اپنی عبادت اور نیک کاموں کو زیادہ نہ سمجھے، شاید قرآن میں خداوند عالم بے شمار فرشتوں کی عبادت و تسبیح اور ان کے دائمی ذکر کو اس لئے بیان فرماتا ہے تاکہ زمین پر بسنے والے چند رکعت نماز اور مختصر عبادت پر مغرور نہ ہوں۔

۹ — بابصیرت ہو:۔

دین (کے امور) میں غور و فکر، بصیرت و آگاہی نیک اعمال اور عبادات کی ارزش مندی کا راز ہے اس کے بغیر ہر عمل بے قیمت ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

«الا، لا خیر فی عبادۃٍ لیس فیها تفکّر» (۱)

"غور و فکر کے بغیر عبادت بے قیمت ہے"۔

دوسری حدیث میں اسی کو "یقین" سے تعبیر کیا گیا ہے:

«انّ العمل الدائم القلیل علی الیقین، افضلُ عند اللّٰہِ من العمل الکثیر علیٰ غیر یقینٍ» (۲)

"بیشک وہ مختصر عمل جو یقین کے ساتھ دائمی طور پر انجام دیا جاتا ہے ان زیادہ اعمال سے بہتر ہے جو یقین و بصیرت کی بنیاد پر انجام نہیں پاتے"۔

میں سمجھتا ہوں کہ شرائط کمال عبادت کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

---

(۱) اصول کافی ج ۱ ص ۳۶

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 ۵۷

فلسفۂ عبادات

اسلام کے تمام عبادی احکام و پروگرام میں حکمت موجود ہے۔

● **اوّلاً :-** کسی مکتب نے غور و فکر پر اتنا زور نہیں دیا جتنا کہ اسلام نے، اس لئے کہ سیکڑوں آیات و احادیث لوگوں کو تعقل و تفکر کی دعوت دے رہی ہیں۔

● **ثانیاً :-** قرآن نے مشرکوں اور بت پرستوں پر شدید تنقید کی ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کی اندھی تقلید کرتے ہیں اور ان کی بے دلیل باتوں کو مانتے ہیں۔

● **ثالثاً :-** قرآن نے خود احکام بیان کرنے کے ضمن میں ان کی دلیل کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اور ائمۂ معصومینؑ نے ان کی حکمت بیان فرمائی ہے اور عالم اسلام کے دانشمندوں نے اس سلسلے میں کتابیں بھی تالیف کی ہیں۔ (۱)

بشری علم و دانش کی پیشرفت کے علاوہ دینی دستورات اور احکام الٰہی کے اسرار کا بھی پردہ اٹھتا جارہا ہے جیسے جیسے زمانہ گزر رہا ہے ویسے ویسے اسلام کی عظمت بڑھتی جارہی ہے۔ فوق الذکر نکات سے مندرجہ ذیل باتیں لازم آتی ہیں :

(۱) یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر زمانہ کے لوگ تمام احکام کی دلیل کو جانتے ہوں ممکن ہے کہ بعض احکام کا فلسفہ و دلیل ابھی تک آشکار نہ ہوا ہو ممکن ہے گردش زمانہ اسے آئندہ آشکار کرے۔

---

(۱) جیسے صدوقؒ نے علل الشرائع اور فلسفۂ نماز و حج وغیرہ کے سلسلہ میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

(۲) ——— احکام کے فلسفہ میں صرف اس کے مادّی اور اقتصادی وطبّی فوائد ہی کو مدنظر نہیں رکھنا چاہئے بلکہ اس کے معنوی و روحانی آثار پر توجہ رکھنا چاہئے۔

(۳) ——— جو شخص خدا کو حکمت والا اور اس کے احکام کی بنیاد کو حکمت پر استوار سمجھتا ہے اس کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اس فعل کو انجام نہ دے کہ جس کی دلیل کو وہ نہیں جانتا۔ اگر ایک مریض یہ کہے کہ میں اس وقت تک کوئی دوا نہ کھاؤں گا جب تک مجھے اس کے خواص معلوم نہ ہو جائیں گے تو ظاہر ہے کہ وہ درد سے مرجائے گا اس کو دوا کھانا چاہئے اور اس کے خواص کی شناخت میں بھی کوشاں رہے۔

(۴) ——— جہاں ہمارے پاس کسی حکم کے فلسفہ کے لئے قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہ ہو وہاں ہمیں خاموش رہنا چاہئے اور اپنی عقل سے توجیہ نہیں کرنا چاہئے۔

(۵) ——— اگر ہم جہان ہستی کے بعض اسرار سے آگاہ ہو گئے تو ہمیں مغرور نہیں ہونا چاہئے اور یہ نہ سوچنا چاہئے کہ ہم تمام چیزوں کی دلیلوں کو جان لیں گے۔

(۶) ——— وسوسوں میں مبتلا ہو کے عادت کے خلاف نہیں چلنا چاہئے جس طرح ہم ڈاکڑ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور خود کو اس کے سپرد کرتے ہیں یا اپنی موٹر گاڑی کی مکینک کے حوالہ کر دیتے ہیں اور اس سے کسی پیچ کے بارے میں کوئی سوال نہیں کرتے (کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ ڈاکٹر، مکینک ان امور سے آگاہ ہیں) دینی مسائل کو بھی اسی طرح قبول کرنا چاہئے اور ان پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ خدا حکیم و دانا بھی ہے اور سب سے زیادہ مہربان بھی، وہ ظاہری اور باطنی آثار سے باخبر، نہاں و آشکار سے آگاہ اور آنے والے زمانہ کے حالات کا جاننے والا ہے۔

(۷) ——— اگر حکم خدا کا مختصر فلسفہ ہمیں معلوم ہو گیا تو یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ ہمیں تمام اسرار معلوم ہو گئے۔ دریا میں ہاتھ ڈال کر نکالنے والے کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے کہے

کہ یہی دریا کا پانی ہے بلکہ اسے یہ کہنا چاہئے کہ اتنا سا پانی مجھے ملا ہے۔

جو کسی علم کے فلسفہ کو سمجھتا ہے اسے یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ جو کچھ میں نے سمجھا ہے بس اس کا اتنا ہی فلسفہ ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ کیا محدود عقل وفکر کا انسان ان احکام کی گہرائیوں تک پہونچ سکتا ہے کہ جن کا سرچشمہ علم خدا ہے ——— ؟

وہی عقل جو ہمیں احکام کا فلسفہ سمجھنے کی دعوت دیتی ہے یہ بھی کہتی ہے کہ اگر تم نہیں جانتے تو پرہیز گاروں سے دریافت کرلو یعنی اولیائے خدا کے سامنے سراپا تسلیم ہوجاؤ۔

ان مقدمات کے بعد قرآن وحدیث سے کچھ نمونے نقل کرتا ہوں کہ جو احکام کے فلسفہ کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔

● ——— قرآن :-

نماز کے بارے میں کہتا ہے کہ: "نماز انسان کو برائیوں سے باز رکھتی ہے۔" (۱)

دوسری جگہ فرماتا ہے: "میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو"۔ (۲)

ایک اور آیت میں فرماتا ہے: "کہ دلوں کا اطمینان یاد خدا میں ہے"۔ (۳)

روزہ کے متعلق فرماتا ہے کہ: "روزہ تم پر اس لئے واجب کیا گیا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ"۔ (۴)

چونکہ بیشتر گناہ شہوت کی منہ زوریوں سے وجود میں آتے ہیں اور روزہ اس کی منہ زوریوں کو روکتا ہے اور متقی بناتا ہے شاید یہی وجہ ہے کہ رمضان میں شرح جرائم گھٹ جاتی ہے۔

---

(۱) ان الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر (عنکبوت، آیہ ۴۵)

(۲) اقم الصلوٰۃ لذکری (طہٰ، آیہ ۱۴)

(۳) الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (رعد، آیہ ۲۸)

(۴) لعلکم تتقون (بقرہ آیہ ۱۸۳)

حج کے بارے میں فرماتا ہے: "زیارت حج کے لئے جاؤ تاکہ وافر مقدار میں منافع حاصل کرسکو۔" (۱)

حج کے اجتماعی اور سیاسی فوائد میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

زکوٰۃ کے بارے میں فرماتا ہے: "لوگوں اور ان کے اموال سے زکوٰۃ لیجئے تاکہ (ان کی روح بخل اور دنیا پرستی سے) وہ پاک ہو جائیں۔" (۲)

شراب اور قمار کے متعلق فرماتا ہے: "شیطان انہیں کے توسط سے تمہارے درمیان بغض و عداوت پیدا کرتا ہے اور تمہیں یاد خدا سے غافل کر دیتا ہے۔" (۳)

قصاص کو معاشرہ کی زندگی قرار دیتا ہے (۴) کیونکہ اگر کسی معاشرہ میں ظالم کو کیفر کردار تک نہیں پہونچایا جاتا تو وہ معاشرہ ظالم کا دوست اور مظلوم کا دشمن ہے اور اس طرح امن و امان (کہ جو اجتماعی حیات ہے) کا جنازہ نکل جاتا۔

یہ تھے ان آیات قرآنی کے نمونے کہ جن میں احکام الٰہی کے فلسفہ کی طرف بھی اشارہ تھا۔

حدیث:۔

اس موضوع پر بے شمار حدیثیں ہیں لیکن ہم صرف حضرت علی علیہ السلام کی حدیث کے چند جملوں کو "نہج البلاغہ" سے نقل کر رہے ہیں، فرماتے ہیں:

«فرض اللہ الأیمان تطھیراً من الشرک والصلوٰۃ تنزیھاً
عن الکبر والزکاۃ تسبیباً للرزق...»

"خداوند عالم نے شرک سے پاک ہونے کے لئے ایمان
کو واجب کیا اور نماز کو تکبر سے محفوظ رہنے کے لئے اور

---

(۱) لیشھدوا منافع لھم (حج، آیہ ۲۸)

(۲) خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم (توبہ، آیہ ۱۰۳)

(۳) یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء ویصدکم عن ذکر اللہ (مائدہ آیہ ۹۱)

(۴) ولکم فی القصاص حیاۃ (بقرہ، آیہ ۱۷۹)

زکوٰۃ کو رزق و روزی کا ذریعہ بنایا۔"

خدا پر ایمان، انسان کو شرک آلود افکار اور بیہودہ عشق وغیرہ سے نجات دلاتا ہے۔ نماز جو کہ تمام بزرگیوں کا سرچشمہ ہے اور خدا سے لگاؤ، انسان کو تکبر سے بچاتی ہے۔ نماز، انسان کو تکبر سے نجات دلانے کے علاوہ تمام بزرگیوں کا سرچشمہ اور مرکز ہے اور قدرت سے استمداد کا وسیلہ ہے۔

زکوٰۃ وہ آلہ ہے کہ جو معاشرہ کے معطل کاموں کو زندگی عطا کرتا ہے اور محروم و نیاں دیدہ افراد کو ثروت مند بنا دیتا ہے اور، لوگوں کے دلوں میں مہر و محبت کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور زکوٰۃ دینے والے کے قلب سے دنیا و مال دنیا کی محبت نکال دیتا ہے اور زکوٰۃ دینے کی وجہ سے جو اصل سرمایہ میں کمی واقع ہوتی ہے وہ اس کے سبب اقتصادیات میں مزید کوشش کرتا ہے تاکہ اس کا جبران کر سکے، طبیعی بات ہے کہ جس کے اخراجات زیادہ ہو جاتے ہیں وہ اپنے کاروبار کو وسعت دیتا ہے پس زکوٰۃ بھی رزق کا ایک ذریعہ ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی اس حدیث میں بیش احکام الٰہی کے فلسفے شامل نماز، روزہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، جہاد، زنا و شراب کی حرمت، اجرائے حدود، اطاعت امام وغیرہ کی طرف اشارہ ہے۔

فطرت:۔

فطرت انسان بھی بعض احکام کے فلسفہ سے واقف ہے ہر زمانہ کا انسان دروغ، خیانت تہمت، قتل، چوری، ظلم، کم تولنے وغیرہ کو برا اور حرام سمجھتا ہے اسی طرح وہ عدالت، پاکیزگی، خدمت خلق وغیرہ کو اچھا سمجھتا ہے۔ یہ انسانوں کی فطرت میں سے ہے، فطرت الہامی طور پر بعض نیکیوں اور بعض برائیوں کا ادراک کرتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

: فالھمھا فجورھا وتقواھا (۱)

---

(۱) شمس، آیہ ۸

علم :-

ہمیں مختلف شعبوں میں علوم کی پیشرفت سے غافل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ انھوں نے احکام کے فلسفہ کے بیان میں مدد دی ہے اور فلسفۂ احکام سے بہت سے پردوں کو اٹھا دیا ہے۔

سب جانتے ہیں کہ خنزیر کے گوشت میں کدو دانے اور تریشین موجود ہے یا منشیات انسان کے بدن کے لئے مضر ہے اس سے ان کے حرام ہونے کا فلسفہ سمجھ میں آتا ہے۔

اسلام کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کو منع کرتا ہے اور علم اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے تمام پیشاب بآسانی خارج نہیں ہوتا یا غسل جنابت میں سارے بدن کو دھونا قصد قربت کے ساتھ اس لئے ہے تاکہ زہریلے اثرات بھی زائل ہوجائیں اور انسان یاد خدا سے بھی غافل نہ رہیں۔

اگر اسلام نے انار کی شاخ سے مسواک کرنے سے منع کیا ہے تو اس لئے کہ وہ دانتوں کی جڑوں کو کمزور کرتی ہے۔ اسی طرح اسلام کے تمام دستورات، واجبات، محرمات مستحبات، مکروہات میں یہاں تک کہ کھانے پینے، لباس، زندگی کے وسائل وسائل میں سے کوئی بھی فعل حکمت سے خالی نہیں ہے۔ اس سلسلے میں محققین وعلمائے اسلام نے بہت سی کتابیں تحریر کیں۔ (۱)

ہماری اس مختصر کتاب میں ان سب کی گنجائش نہیں ہے لیکن سب کا لب ولباب یہ ہے کہ تمام اسلامی احکام کی بنیاد حکمت وفلسفہ پر استوار ہے چاہے ہم انھیں عقل و

(۱) ملاحظہ فرمائیے "اولین دانشگاہ وآخرین پیامبر" مولف: ڈاکٹر شہید پاک نژاد

علم کی مدد سے جانتے ہوں یا ابھی تک ان کے پوشیدہ اسرار کے بارے میں تحقیق نہ کر سکے ہوں بہرحال پرستش و بندگی کی روح کا تقاضا یہ ہے کہ جب ہمیں کسی چیز کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا تعلق احکام خدا سے ہے تو اس کو قبول کرکے عمل کرنا چاہئے۔

تسلیم سب سے بڑا فلسفہ ہے

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خدا کے دستورات اور شرع کے احکام دلیل و فلسفہ سے خالی نہیں ہیں لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم تمام احکام و فرمان خدا میں اقتصادی طبی و علمی دلیل تلاش کریں۔ مسلمان کو وحی الٰہی کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا چاہئے اور یہی تسلیم ہونے کا جذبہ کمال آدمیت ہے اور بعض احکام تو صرف جذبۂ تسلیم و بندگی کی آزمائش کے لیئے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کو قربانیٔ اسماعیلؑ کا حکم اس کا منہ بولتا ثبوت ہے اور حضرت ابراہیمؑ کی کمال بندگی کا نمونہ ہے۔ جس طرح ہماری راہ پیمائی سے ہمیشہ کسی منزل پہ پہونچنا ہی مقصد نہیں ہوتا ہے اور کبھی خود راہ پیمائی ہی مقصد ہوتی ہے مثلاً ورزش یا مقابلہ میں دوڑنا ہی مقصد ہے نہ کہ کسی مقصد و منزل تک پہونچنا۔

عبادت کے دستورات اور احکام خدا میں بھی کبھی ان کو تسلیم کرنا اور ان کی مشق ہی میں خدا کی خوشنودی ہوتی ہے اور وہ محض پروردگار کی اطاعت قرار پاتی ہے عبادت کا مقصد روح انسان کی پرورش ہے بالکل اسی طرح جیسے انسان کے جسم کی تربیت کیلئے ورزش ہے۔

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں :

«كَفَىٰ بِي فَخراً أَنْ أَكُونَ لَكَ عَبداً»

"خدایا! میرے لئے یہی افتخار کافی ہے کہ تیرا بندہ ہوں"

مناجات شعبانیہ میں ہے :

«لَئِنْ أَدْخَلْتَنِي النَّارَ أَعْلَمْتُ أَهْلَهَا أَنِّي أُحِبُّكَ»

"خدایا! اگر تو نے مجھے دوزخ میں داخل کیا تو وہاں بھی باعلان یہی کہوں گا کہ میں تجھے دوست رکھتا ہوں"

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں :

"خدایا! میں تیری عبادت نہ جنّت کے شوق میں کرتا ہوں نہ جہنّم کے خوف سے بلکہ تجھے لائق عبادت پایا تو عبادت کرتا ہوں"

اولیائے خدا عبادت سے لطف اندوز ہوتے ہیں دیگر گناہگار اس کی شیرینیٔ عبادت سے محروم ہیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی محبت کی بنا پر کسی کی خدمت کرتا ہے نہ کسی مالی منفعت کے لیئے بلکہ اس شخصیت کی خدمت ہی اس کا مقصد ہوتا ہے اور کبھی تو تحصیل علم روحانی اور اجتماعی سعادت کے لیئے بھی یہ خدمت نہیں ہوتی۔ بہت سے لوگ ہیں کہ جو کسی شخصیت کے پاس بیٹھنے یا اس کی تصویر اپنے پاس رکھنے کو فخر سمجھتے ہیں اس میں ان کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہوتا صرف اس کی نزدیکی انھیں محبوب ہوتی ہے۔ جب اس دنیا میں انسان کسی کی قربت کا فخر سمجھتا ہے تو کیا خدا کے سامنے اس کی عبادت کرنا مایۂ افتخار نہیں ہے؟

بہانہ یا تحقیق

گذشتہ بیانوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ جن میں تسلیم و تعبد کا جذبہ نہیں ہوتا اور وہ بار تکلیف سے سبکدوش ہونے کے لئے بہانہ ڈھونڈتے رہتے ہیں اور اس بہانہ جوئی کو وہ تحقیق کا نام دیتے ہیں اور ہر حکم دین کے لئے دلیل و فلسفہ تلاش کرتے ہیں، بہت سے خود کو روشن فکر شمار کرتے ہیں۔ قرآن کریم ایسے افراد کے متعلق قیامت پر اعتقاد رکھنے کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿بَلْ يُرِيدُ الْإِنسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ، يَسْأَلُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ؟﴾ (۱)

"بلکہ انسان چاہتا ہے کہ اپنے سامنے برائی کرتا چلا جائے
اور پوچھتا ہے کہ یہ قیامت کب آنے والی ہے ـــــــ؟"

یہ ان بچوں کی طرح بہانہ تلاش کرتے ہیں جو ہر لحظہ بہانہ ڈھونڈا کرتے ہیں اور جب وہ ختم ہو جاتا ہے تو دوسرا بہانہ نکال لیتے ہیں۔ قرآن ایسے افراد کے متعلق کہتا ہے:

﴿وَإِن يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾ (۲)

"اور یہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منھ پھیر لیتے ہیں اور کہتے
ہیں کہ یہ تو ایک مسلسل جادو ہے۔"

یہ ڈاکٹر و مکینک کے مقابل اور شیطانی وسوسوں کے سامنے سپر انداختہ ہیں اور بے چون و چرا ان کی باتوں کو تسلیم کر لیتے ہیں لیکن جب دینی حکم کی نوبت آتی ہے تو محقق و منطقی بن جاتے ہیں

(۱) قیامت/۵ (۲) قمر/۲

ایک مڈبھیڑ:۔

ایک روز ایک شخص نے پوچھا: "نماز صبح دو رکعت کیوں ہے؟" میں نے کہا: مجھے معلوم نہیں ہے خدا کا حکم ہے لہذا انجام دینا چاہئے۔ جیسے ہی اسے یہ اندازہ ہوا کہ میں نہیں جانتا ویسے ہی اس نے روشن فکروں کی صورت بنائی اور کہا کہ "آج کی دنیا، دنیائے علم ہے آج بغیر علم کے دین صحیح نہیں ہے۔" میں نے بھی اس سے ایک سوال کر لیا کہ: آپ بتائیے کہ انار کا پتا چھوٹا ہے لیکن انگور کا پتا بڑا ہوتا ہے کیوں؟ اس نے کہا: "مجھے معلوم نہیں ہے۔" میں نے بھی ویسی ہی شکل بنائی اور کہا: دنیا، دنیائے علم ہے آپ کو ثابت کرنا چاہئے کہ ایسا کیوں ہے؟

جب میری بات سے اس کا غرور تھوڑا کم ہو گیا تو میں نے کہا: برادر! میں بھی مانتا ہوں کہ دنیا، دنیائے علم ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ پوری کائنات کے اسرار ہم آج ہی جان لیں۔ یقیناً انار کے باریک اور چھوٹے پتے اور انگور کے چوڑے پتے اسی طرح انکے میوے کے ذائقہ میں کوئی نہ کوئی رابطہ ہے کہ جس کو ابھی تک ماہرین ارضیات و نباتات کشف نہیں کر سکے ہیں۔ ہم اسرار و فلسفہ کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں لیکن کسی کے اس دعوے کو قبول نہیں کر سکتے کہ وہ پوری دنیا کے اسرار سے واقف ہے۔

حقیقت ہے کہ اگر ہم عمل سے پہلے اس کے فلسفہ کو جانیں اور پھر اس کو انجام دیں تو یہ خدا پرستی نہیں ہوگی۔ وحی اسرار آمیز علم بشری سے بلند و برتر ہے جب کہ یہ جدت پسند ہر ایک قانون کو قبول کر لیتے ہیں لیکن دین خدا کے قوانین کا جب مسئلہ آتا ہے تو منطقی بحث کرنے لگتے ہیں۔ کیوں ــــــــــ؟

نماز

نماز مکتب وحی میں

عبادات کے شرائط و فلسفہ کی بحث گذر چکی اب ایمان کے ذکر کے بعد ان کے مصادیق سپرد قلم کرتے ہیں اور بندگی کی نمایاں قسم ، نماز سے بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

اولاً دینی متون یعنی قرآن و حدیث میں نماز کی منزلت پہچانیں اور پھر اس کے جزئیات و اسرار کو ملاحظہ کریں ، مکتب وحی نے نماز کے بارے میں کیا فرمایا ہے ، توجہ فرمائیں !

"نماز" عبادت کی نمایاں قسم ہے کہ جس کی انبیاؑ نے تاکید کی ہے۔ جناب لقمانؑ اپنے فرزند سے فرماتے ہیں :

«یا بُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ» (۱)

"بیٹے ! نماز قائم کرو۔"

نماز ، دوائے نسیان اور ذکر خدا کا وسیلہ ہے ، جیسا کہ ارشاد ہے :

«اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِی» (۲)

---

(۱) لقمان / ۱۷ (۲) طٰہٰ / ۱۴

نماز، پیمانِ خدا ہے، رسولؐ فرماتے ہیں :

«اَلصَّلٰوۃُ عَھْدُ اللّٰہِ» (۱)

نماز، پیغمبرؐ کی آنکھوں کا نور ہے :

«قُرَّۃُ عَیْنِی فِی الصَّلٰوۃِ» (۲)

نماز، مصائب و مشکلات کو دفع کرنے کا ذریعہ ہے، خداوند عالم فرماتا ہے :

«وَاسْتَعِیْنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ» (۳)

"مشکلات میں نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو"۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں : «والصلوٰۃ تنزیھاً عن الکبر» (۴)

"تکبر سے محفوظ رکھنے کے لئے خدا نے نماز واجب کی ہے"۔

نماز، خدا کی نعمتوں پر شکر کا وسیلہ ہے :

«فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ» (۵)

نماز، تمہارے دین کی آبرو ہے، چنانچہ ارشاد ہے :

«اَلصَّلٰوۃُ وَجْہُ دِیْنِکُمْ» (۶)

پیغمبرؐ فرماتے ہیں : «عَلَمُ الْاِسْلَامِ الصَّلَاۃُ» (۷)

"نماز پرچمِ اسلام ہے"۔

نیز فرماتے ہیں : «وَھِیَ عَمُوْدُ دِیْنِکُمْ» (۸)

"نماز تمہارے دین کا ستون ہے"۔

نیز فرماتے ہیں : «مَوْضِعُ الصَّلَاۃِ مِنَ الدِّیْنِ کَمَوْضِعِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ» (۹)

نماز "نماز دین کے لئے ایسی ہی جیسے بدن کے لئے سر"۔

---

(۱) کنز العمال ۷/۲۷۹ (۲) بحار ۷۷/۷۷ (۳) بقرہ/۴۵ (۴) نہج البلاغہ حکمت ۲۵۲ (۵) سورۂ کوثر/۲
(۶) فروع کافی ۱/۲۷۰ (۷) کنز العمال ۷/۲۷۹ (۸) مستدرک ۱/۱۷۲ (۹) نہج الفصاحہ، جلد ۳۰۷۵

معصومؑ فرماتے ہیں:

«اَلصَّلٰوۃُ مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ» (۱)

"نماز بہشت کی کلید ہے۔"

نیز فرماتے ہیں:

«اَلصَّلٰوۃُ مِیزَانٌ» (۲)

"نماز لوگوں کی سنجش کا ذریعہ ہے۔"

نیز فرماتے ہیں: نماز، دین کی اساس ہے، جیسے کہ ارشاد ہے:

«بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی... الصَّلٰوۃ» (۳)

روز قیامت پہلا سوال نماز کے بارے میں ہوگا:

«اَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ بِہِ الْعَبْدُ الصَّلٰوۃُ» (۴)

نماز، گناہوں کو دھو دیتی ہے، ایک حدیث میں نماز کو نہر سے تشبیہ دی گئی ہے کہ اگر انسان روزانہ پانچ مرتبہ اس میں غوطہ زنی کرے تو میل باقی نہیں رہتا ہے۔(۵)

نماز، خالق و مخلوق کے درمیان ایک رابطہ ہے، مادی انسان کو معنوی بناتی ہے اور خدا سے آشنا کرنے کے علاوہ انسان کو مادیات سے بھی آشنا کرتی ہے جیسے سمتوں کے بارے میں معلومات، اسی طرح پانی، خاک، طلوع و غروب، قبلہ، وقت وغیرہ...

نماز، تنہا وہ عبادت ہے کہ ڈوبتے وقت، جنگ و جہاد کے دوران بھی ساقط نہیں ہے اور بڑی طاقتوں کے چنگل سے آزادی کی بہترین فریاد اور آستانۂ خداوند عالم پر سر جھکانے کا اعلان ہے۔

---

(۱) نہج الفصاحہ، جلد ۱۵۸۸ (۲) فروع کافی ۳/۲۹۶ (۳) وسائل ۴/۱ (۴) نہج الفصاحہ، جلد ۹۶۹
(۵) وسائل ۷/۳

نماز پڑھنا ابراہیم و حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حسین و مہدی علیہم السلام کی سنت کو زندہ رکھنا ہے۔

نماز، قربت خدا کا وسیلہ ہے:

«اَلصَّلٰوۃُ قُرْبَانُ کُلِّ تَقِیٍّ» (۱)

نماز، انبیاءؑ کی آخری وصیت ہے اور امام جعفر صادقؑ کا آخری فرمان ہے، وفات سے قبل آپ نے اپنے فرزند اور اقرباء کو جمع کیا اور فرمایا:

"جو نماز کو سبک سمجھے گا وہ قیامت کے دن ہماری شفاعت سے محروم رہے گا۔" (۲)

قرآن کہتا ہے:

«وَ اِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخَاشِعِیْنَ» (۳)

"نماز اولیائے خدا کے لئے شیریں اور منافقوں کے لئے دشوار ہے۔"

ایک حدیث میں ہے:

«مَدْحَرَۃٌ لِلشَّیْطَانِ» (۴)

"نماز، شیطان کے لئے گرز ہے۔"

---

(۱) فروع کافی جلد ۱ ص ۲۶۵

(۲) 〃 〃 〃 〃 ۲۶۴

(۳) بقرہ، آیہ ۴۵

(۴) فہرست غرر الحکم، صلوۃ

اہمیت نماز

آیات واحادیث کے علاوہ اولیائے خدا کا کردار بھی نماز کی اہمیت بیان کرتا ہے۔ نماز انبیاءؑ کی تبلیغ و بعثت کا ایک جزو رہی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ گہوارہ میں فرماتے ہیں:

«وَاَوْصَانِی بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمْتُ حَیًّا» (۱)

"خدا نے مجھے تاحیات نماز و زکوٰۃ کی وصیت کی ہے۔"

امام حسین علیہ السلام نے روز عاشورا برستے ہوئے تیروں میں بھی نماز ادا کی۔

حضرت ابراہیمؑ اپنے لخت جگر اور شریک حیات کو مکہ کے تپتے ہوئے صحرا میں کہ جہاں آب و گیاہ کا نشان نہ تھا چھوڑتے ہیں اور فرماتے ہیں:

«اِنِّی اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِی بِوَادٍ غَیْرِ ذِی زَرْعٍ رَبَّنَا لِیُقِیمُوا الصَّلٰوۃَ» (۲)

"پروردگارا! میں نے اپنی ذریت میں سے بعض کو تیرے محترم مکان کے قریب بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیا ہے تاکہ نماز قائم کریں۔"

نماز کے وقت ہمارے معصوم پیشواؤں کا رنگ زرد ہو جاتا تھا اور فرماتے تھے:

"یہ وقت بارگاہ خداوند میں حضور اور اس کی امانت کی ادائیگی کا ہے۔" (۳)

اگرچہ بعض لوگ جہنم کے خوف اور جنت کی طمع میں نماز پڑھتے تھے لیکن حضرت علیؑ تجارت اور آتش جہنم سے بچنے کے لئے نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ خدا کو لائق عبادت پایا

---

(۱) مریم ر ۳۱ (۲) ابراہیم ر ۳۷ (۳) بحار جلد ۸۱

تھا اس لئے عبادت کرتے تھے ۔ (۱)

اس تعمیری پروگرام کے اہتمام کے لئے اسلام نے والدین سے سفارش کی ہے کہ وہ بلوغ سے پہلے ہی نماز کی مشق کرائیں اور اگر وہ بے اعتنائی کریں تو اس بات پر کبھی ان سے اظہار ناراضگی بھی کریں ۔ (۲)

نماز کی مبدأ ہستی سے مرتبط ہے جس طرح ایک پائیلٹ کنٹرول ٹاور سے ارتباط رکھتا ہے نماز کے دستورات بیان کرنے کے بعد قرآن کہتا ہے :

«انّ الحسنات یذھبن السّیّئات» (۳)

"نیکیاں برائیوں کو کھا جاتی ہیں۔"

ترک نماز

نماز ترک کرنا پروردگار عالم سے ربط منقطع کرنا ہے اور اس سے دنیا و آخرت میں تلخ نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ قیامت میں اہل بہشت دوزخیوں سے پوچھیں گے "کس چیز نے تمھیں جہنم میں پہونچایا" ؟ ان کا ایک جواب یہ بھی ہوگا کہ : "ہم نماز گذار نہ تھے ۔" لم نک من المصلّین (۴)

دوسری جگہ ان نمازیوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ جو بے اعتنائی اور سہل انگاری سے گنڈے دار نماز پڑھتے ہیں :

«فویلٌ للمصلّین الّذین عن صلاتھم ساھون» (۵)

"ذیل ہے ان نمازیوں پر جو نماز سے غافل رہتے ہیں۔"

---

(۱) نہج البلاغہ، حکمت ۲۳۷ (۲) وسائل ۳/۱۳ (۳) ہود/۱۱۴ (۴) مدثر/۴۳ (۵) ماعون/۵

رسولؐ فرماتے ہیں :

«مَنْ تَرَکَ الصَّلاةَ مُتَعَمِّداً فَقَدْ کَفَرَ» (۱)

"جو شخص جان بوجھ کر نماز ترک کرتا ہے وہ کافر ہے۔"

نیز فرماتے ہیں :

«بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلاةِ» (۲)

"تارک الصلوٰۃ اسلام و کفر کے درمیان ہے۔"

نماز کو سبک سمجھنا

نماز کو اہم سمجھنا خدا پر ایمان کی علامت ہے اور نماز سے بے اعتنائی، معنویات کے عشق و علاقہ کے ضعف کی دلیل ہے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں :

«اِنَّ اَسْرَقَ النَّاسِ مَنْ سَرَقَ صَلاتَهُ» (۳)

"نماز سے پہلو تہی اختیار کرنے والا سب سے بڑا چور ہے۔"

دوسری جگہ فرماتے ہیں :

"جو لوگ نماز کو سبک سمجھتے ہیں ان کی مثال ان عورتوں کی سی ہے کہ جو جنین کو ساقط کرتی ہیں نہ انھیں حاملہ کہا جاسکتا ہے اور نہ ہی بچہ والی۔ (۴)

(۱) محجۃ البیضاء ۱/ ۳۰۱ (۲) نہج الفصاحہ، جملہ ۱۰۹۸ (۳) بحار ۸۴/ ۲۴۲ (۴) بحار ۸۴/ ۲۸۴

نیز فرماتے ہیں:

«مَنْ ضَیَّعَ الصَّلاۃَ فَھُوَ لِغَیْرِھا اَضْیَعُ» (۱)

"جو نماز کو ضائع کرتا ہے وہ دیگر چیزوں کو نماز سے بھی زیادہ ضائع کریگا۔

پیغمبرؐ فرماتے ہیں:

"جو لوگ اپنی نمازوں کو تباہ کرتے ہیں وہ روز قیامت قارون وہامان کے برابر میں کھڑے کئے جائیں گے وائے ہو اس شخص پر کہ جو اپنی نماز کی حفاظت نہیں کرتا۔" (۲)

نیز جو شخص نماز کو خفیف سمجھتا ہے خدا اس کی عمر و مال سے خیر و برکت اٹھالیتا ہے اور اس کے (نیک) کاموں کا اجر بھی برباد ہو جاتا ہے، دعا بھی مستجاب نہیں ہوتی اور مرتے وقت بھوک و پیاس کے احساس کے ساتھ دنیا کو چھوڑتا ہے، برزخ میں عذاب میں مبتلا ہوتا ہے اور قیامت میں اس کا سخت حساب ہوگا۔ (۳)

نیز فرماتے ہیں:

"جس نے نماز کو سبک سمجھا وہ میری امت سے نہیں ہے۔" (۴)

پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے کہ:

جس وقت انسان نماز میں غیر خدا کیطرف توجہ کرتا ہے خدا اس سے فرماتا ہے:

«اِلٰی مَنْ تَقْصِدُ؟ اَرَبّاً غَیْرِی تُرِیْدُ؟ وَرَقِیباً سِوایَ تَطْلُبُ جَواداً خَلایَ تَبْغی؟» (۵)

"کہاں کا ارادہ ہے؟ آیا میرے علاوہ تمھارا کوئی اور پروردگار ہے؟ میرے سوا کوئی پناہ دینے والا ہے؟ آیا میرے علاوہ کسی اور

---

(۱) وسائل ۳؍۱۹ (۲) وسائل ۳؍۱۹ (۳) سفینۃ البحار ۲؍۴۳ (۴) وسائل ۳؍۱۵ (۵) مستدرک وسائل ۱؍۱۷۳

بخشنے والے سے دل لگایا ہے؟ مجھ سے زیادہ بخشنے

والا کون ہے ... ؟ اگر تو نے میرا خیال رکھا تو میری اور میرے

فرشتوں کی توجہ کا مرکز قرار پائے گا۔

نماز عقل و وجدان کی روشنی میں

اسلامی حق کے علاوہ مسلمان ہونے کے ناتے آپس میں دو مسلمانوں کا ایک دوسرے پر حق ہے اور انسانیت کی وجہ سے ایک حق انسانی ہے انھیں حقوق انسانی میں سے دوسروں سے محبت و نیکی کرنا بھی ہے اگر ہم مسلمان بھی نہ ہوں تب بھی دوسروں کے ساتھ عدل و احسان کرنا ہمارا فرض ہے یہ ایسا حق ہے کہ جو ہر زبان ہر قوم و ملت اور ہر ملک و کشور میں یکساں طور پر موجود ہے۔

جو نیکی زیادہ کرتا ہے اس کی تعریف بھی زیادہ کی جاتی ہے۔ آیا خدا سے زیادہ ہمارے اوپر کسی اور کا حق ہے ____؟ ہرگز نہیں! کیونکہ ہمارے اوپر اس کا لطف و کرم بے شمار اور وہ خود فیاض ہے۔

خدا نے ہمیں ایک قطرہ (جرثومے) سے پیدا کیا اور جن چیزوں کی ہماری زندگی کو ضرورت تھی مثلاً روشنی، حرارت، مکان، آب و ہوا، اعضاء و قوٰی، غرائز و طبیعت، سبزہ و حیوانات عقل و ہوش وغیرہ کو فراہم کیا اور ہماری معنوی تربیت کے لئے اپنے رسولوں کو مبعوث کیا اور سعادت بخش احکام مقرر کئے، حلال و حرام بتایا، ہماری حیات مادی و روحانی کو ہر جہت

سے ایسا بنایا تاکہ وہ کمال کے وسائل سے فائدہ اٹھاکر دنیوی اور اخروی سعادت حاصل کر سکے، خدا سے زیادہ کس نے ہم پر احسان کیا ہے؟ اس سے زیادہ کس کا حق ادا کرنا چاہئے؟

بقول سعدی:

"ہر اندر جانے والی سانس ممد حیات ہے اور آنے والی
مفرح ذات ہے پس ہر سانس میں دو نعمتیں موجود ہیں اور ہر
نعمت پہ شکر واجب ہے۔

از دست و زبان کہ برآید
کز عہدہ شکرش بہ در آید (۱)

اس نے ہمیں انبیاءؑ و معصومینؑ کی ہدایت سے مالا مال کیا، کائنات کو انسان کے لئے مسخر و رام بنایا اور انسان کو اس سے فائدہ اٹھانے کی قدرت عطا کی اور سینۂ کائنات سے اسرار کا انکشاف کرکے اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کی صلاحیت مرحمت فرمائی۔

گھاس پھوس درختوں کے پتے کاربن ڈائی اکسائڈ (زہریلی ہوا) کو کھینچتے ہیں اور آکسیجن (ایسی ہوا جو زندگی کے لئے ضروری ہے) بناتے ہیں۔

بارش کے قطرے ہوا کو صاف کرتے ہیں۔

مگرمچھ دریا میں مردہ اور سڑی ہوئی مچھلیاں کھا جاتے ہیں تاکہ پانی میں بدبو نہ پیدا ہوجائے

ہماری آنکھیں ہر لحظہ مختلف زاویوں سے تمام چیزوں کی گوناگوں تصویر لیا کرتی ہیں۔

اگر ہمارے ہونٹ نرم نہ ہوتے تو ہم بول بھی نہیں سکتے تھے۔

اگر آنسو شور نہ ہوتے تو ہماری آنکھیں خراب ہوجاتیں اور اگر پانی کھارا ہوتا تو درخت نہیں اُگ سکتے تھے۔

---

(۱) دیباچہ گلستان سعدی

اگر زمین میں کشش نہ ہوتی اور اگر آفتاب ہم سے قریب ہوتا، اگر پیدائش کے وقت ہم میں چوسنے کی صلاحیت نہ ہوتی، اگر ماں باپ کی محبت نہ ہوتی وغیرہ وغیرہ ... تو کیا ہم زندہ رہ سکتے تھے ــــــــ؟

البتہ ہم خداوند عالم کی نعمتیں نہیں گنوا سکتے ہیں اور نہ ہی ہم شمار کرا سکتے ہیں جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے: "اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کروگے تو حساب نہیں لگا سکو گے"۔

اگر یہ لاکھوں نعمتیں ہمیں کسی اور سے ملتی تو کیا ہم اس کے شکر گذار نہ رہتے ــــــ؟

ہمارا انسانی اور وجدانی فریضہ ہے کہ ہم خدا کی نعمتوں کا شکریہ ادا کریں اور ان تمام نیکیوں کے شکرانہ میں نماز پڑھیں۔

اس نے ہم کو پیدا کیا لہذا ہمیں بھی اس کی عبادت کرنا چاہئے اور اسی کا بندہ رہنا چاہئے تاکہ شرق و غرب کے غلام نہ بن سکیں۔

نماز خدا کی حمد و سپاس ہے اور ہر عقلمند و صاحب وجدان انسان نماز پڑھنا ضروری سمجھتا ہے۔

جب ایک کتا ہڈی دینے والے کی حق شناسی کا دُم ہلا کر اظہار کرتا ہے اور اگر اس کے گھر میں کوئی اجنبی یا چور آجاتا ہے تو کتا اس پر حملہ کر دیتا ہے۔

اگر انسان پروردگار کی بے شمار نعمتوں کا احساس نہ کرے اور نماز کہ جو سپاس گذاری کی ایک صورت ہے، کے جذبہ سے بے بہرہ رہے تو کیا قدر شناسی میں یہ کتے سے کم نہیں ہے ــــــ؟

چند سوالات و جوابات

سوال: کیا خدا ہماری عبادت کا محتاج ہے ؟

جواب: ہرگز نہیں! ایک لطف کی قدر کرنا خود ہمارے لیئے مفید ہے اور ہمارے انصاف کی علامت ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا ہماری نماز کا محتاج ہے جیسے ایک معلم اپنے شاگردوں سے کہے: میری زحمتوں کی قدر کرو اور اچھی طرح درس پڑھو! تو کسی شاگرد کو یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ خوب درس پڑھنے اور قدر کرنے میں معلم کا فائدہ ہے، نہیں! بلکہ یہ شاگرد کی ترقی کا باعث ہے۔

سوال: جب ہم نے یہ قبول کر لیا کہ سپاس گذاری و عبادت ضروری ہے تو اب مسئلہ یہ ہے کہ اس عبادت کو کس طرح انجام دیا جائے؟ تو اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ہم نے کسی بیماری کے سلسلہ میں ڈاکٹر کی طرف رجوع کیا اس نے تشخیص کر دی اب دوا کیسے کھائیں بظاہر ہے کہ ڈاکٹر کے تابع ہیں اسی طرح عبادت یا وہ گوئی اور کجروی سے بچنے کے لئے ہمیں علم خدا کا تابع ہونا چاہئے۔ ایک پائلیٹ جب پرواز کرتا ہے تو وہ دنیا کے کسی بھی گوشہ میں ہو وہاں کے کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کر سکتا ہے لیکن اس رابطہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ انگریزی جانتا ہو پس مدح و سپاس کا طریقہ بھی ہمیں دستور الہی اور اولیائے خدا سے سیکھنا چاہئے۔

سوال: نعمتوں کا شکر صحیح ہے لیکن جو لوگ مشکلات میں پھنسے ہوئے ہیں اور مفلسی میں زندگی بسر کر رہے ہیں وہ کیوں شکریہ ادا کریں ——؟

جواب: اوّل تو یہ کہ زیادہ تر مشکلات خود ہماری وجہ سے پیدا ہوتے ہیں مثلاً حفظان صحت کی رعایت نہیں کرتے ہیں تو مریض ہو جاتے ہیں، پڑھائی میں سستی سے کام لینا محنت نہ کرنے کے سبب زندگی میں جمود پیدا ہو جاتا ہے، اگر دوست بنانے میں غائر نظر سے کام نہ لیں تو جنجال میں پھنس جاتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ ناگواریاں بھی اچھی ہیں کیونکہ انسان کو کوشش کرنے پر ابھارتی ہیں اور صلاحیتوں کو نکھارتی ہیں۔

تیسرے یہ کہ تلخیوں کو خوش حالی اور بلاؤں کا نعمتوں کے ساتھ موازنہ کرنا چاہیئے۔

چوتھے یہ کہ کبھی بلائیں اور سختیاں معنوی ترقی، روحانی کمال کا باعث ہوتی ہیں اور دلوں کو غیر خدا سے جدا کر کے خدا کی طرف متوجہ کرتی ہیں۔

نامقبول نمازیں

ہم کہہ چکے ہیں کہ ممکن ہے ایک عمل صحیح ہو لیکن مورد قبول نہ قرار پائے، احادیث میں بعض افراد کی نماز کو بے قیمت اور مردود کہا گیا ہے، نمونے کے طور پر کچھ چیزوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

۱ — بے پروائی:-

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جو شخص معاشرہ کے برہنہ اور نادار لوگوں کا خیال نہیں رکھتا ہے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔" (۱)

---

(۱) بحار ۸۴ / ۲۴۲

۲ — حرام کھانے والے :-

پیغمبرؐ فرماتے ہیں : «الصّلاۃُ مَعَ اَکْلِ الْحَرامِ کَالْبِناءِ عَلَی الرَّمْلِ» (۱)

"حرام کھانے والے افراد کی نماز کی مثال اس عمارت کی ہے جس کی بنیاد ریت پر استوار ہو"۔

۳ — اپنی ذمہ داری کو پورا نہ کرنے والا :-

رسول خداؐ فرماتے ہیں :

"جو عورت اپنے شوہر کی کمائی کھاتی ہے لیکن اپنی شرعی ذمہ داری پوری نہیں کرتی اس کی نماز قبول نہیں ہوتی"۔ (۲)

۴ — زکوٰۃ نہ دینے والے :-

قرآن میں اکثر جگہوں پر نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم بیان ہوا ہے اور بہت سی احادیث میں ہے کہ "جو لوگ اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتے ان کی نماز قبول نہیں ہوتی"۔ (۳)

ایک روز رسول خداؐ مسجد میں داخل ہوئے اور زکوٰۃ نہ دینے والے نو افراد کو مسجد سے نکالنے کے بعد نماز پڑھی جی ہاں خدا سے رابطہ کے ساتھ ساتھ معاشرہ کے مفلس و نادار لوگوں سے بھی رابطہ رکھنا چاہیئے۔

۵ — لاابالی افراد :-

جو لوگ پرہیزگار نہیں ہیں یا نماز میں رکوع و سجود کو کما حقہ انجام نہیں دیتے ان کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ (۴)

۶ — حاقن و حاقب :-

حاقن و حاقب یعنی جو شخص اپنا پیشاب و پاخانہ روکے رکھتا ہے اس طرح خود مصیبت

---

(۱) بحار ۸۴/۲۵۸ (۲) نہج الفصاحہ، جلد ۵۴ (۳) بحار ۸۴/۲۱۷ (۴) بحار ۸۴/۲۵۳ و ۲۵۸

میں مبتلا ہوتا ہے اور جسمی ضرر سے دوچار ہوتا ہے ۔ یہ کام صحت کے لیے مضر ہونے کے علاوہ حالت نماز میں فکر کو بھی پراگندہ کرتا ہے اور حضور قلب کو ختم کرتا ہے ۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "ایسے شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی" ۔ (۱)

۷ ــــ غیر محبوب پیشنماز :-

ممکن ہے کسی مسجد کے پیشنماز سے لوگ خوش نہ ہوں اور وہ نہ چاہتے ہوں کہ یہ شخص یہاں نماز پڑھائے لیکن پیشنماز صاحب اپنے تحفظ کی وجہ سے مسجد چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوں ظاہر ہے کہ اس صورت میں ٹینشن بڑھ جائے گا اور لوگ نماز جماعت میں آنا چھوڑ دیں گے ، روایات میں ایسے شخص کو مردود کہا گیا ہے ۔ (۲)

معصومینؑ کی نمازیں

اولیائے دین ، معصومین علیہم السلام نے اپنے پیروی کرنے والوں کے لئے کس طرح نماز پڑھی درس آموز ، الہام بخش اور نمونہ کے طور پر ان کی نمازوں میں سے ہم یہاں کچھ تحریر کر رہے ہیں ۔

آواز اذان رسولؐ کے لئے نشاط انگیز و پر کشش تھی کہ وقت اذان بلالؓ سے فرماتے تھے «أرحنا یا بلال» "بلالؓ ہمیں غم واندوہ سے نجات دو" اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور وہ اپنی حالت پہ برقرار رہے تو اس نے ظلم کیا ۔ (۳)

---

(۱) محجۃ البیضاء ۱/۳۵۴ (۲) بحار ۸۴/۳۱۷ (۳) محجۃ البیضاء ۱/۳۷۷ (۴) نہج الفصاحہ ، جلد ۱۳۲

نماز کے وقت حضرت علی علیہ السلام کے چہرہ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا، کانپتے ہوئے فرماتے تھے:

«جاءَ وقتُ الصّلاةِ، وقتُ امانةٍ عرضها اللهُ على السّمٰوات والأرضِ والجبالِ فأبَينَ أن يحملنَها وأشفقنَ منها» (۱)

نماز کا وقت آگیا اس امانت کا وقت آگیا جس کو خدا نے
زمین و آسمان اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا لیکن انھوں
نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے۔

اس امانت الٰہی کے بار کو اٹھانا انسان کا بہت بڑا افتخار ہے۔ حافظ کہتے ہیں:

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بہ نام من دیوانہ زدند

امام سجاد علیہ السلام نماز میں جملۂ «مالک یوم الدین» کی اتنی تکرار کرتے تھے کہ دیکھنے والا یہ خیال کرتا تھا کہ شاید ان کا وقت قریب ہے۔ (۲) نیز سجدہ میں پسینے پسینے ہو جاتے تھے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: "میرے پدر بزرگوار امام سجّاد دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے"۔ (۳)

اذان کے وقت رسولؐ پر ایک خاص قسم کی معنوی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ (۴)

اور فرماتے تھے: "بھوکا، پیاسا سیراب ہو جاتا ہے لیکن میں نماز سے سیر نہیں ہوتا"۔ (۵)

حضرت علی علیہ السلام جنگ صفین میں بار بار آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے ابن عباس نے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: "میں اس لئے دیکھتا ہوں)

---

(۱) تفسیر صافی ۲۷۰/۲ (۲) بحار ۲۴۷/۴۶ (۳) وسائل ۴۸/۱ (۴) بحار ۲۵۸/۸۴ (۵) مستدرک وسائل ۱۴/۱

تاکہ نماز کا اوّل وقت نہ گذر جائے۔" (ابن عباس کہتے ہیں) کہ میں نے عرض کی "مولا! اسس وقت؟" فرمایا: ہاں!۔۔۔(۱)

ہاں! ہاں! جس طرح مچھلیاں تیرنے سے نہیں تھکتی اسی طرح اولیائے خدا عبادت سے نہیں تھکتے بلکہ وہ ہر عبادت کے بعد عبودیت کی بنا پر بارگاہ خدا سے عبادت کا زیادہ شوق حاصل کرتے ہیں۔

لکھتے ہیں کہ مرحوم علامہ امینیؒ (صاحب الغدیر) روضۂ امام رضا علیہ السلام میں رمضان المبارک کے پورے مہینے کی ہر شب ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ (۲)

یہ ان لوگوں کی روش ہے کہ جنھوں نے اولیائے خدا کے مکتب سے درس عشق ومحبت لیا ہے۔ آزاد بندے اور اولیائے خدا عشق ومحبت کے ساتھ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، پاکیزہ لباس پہنتے ہیں، عطر لگاتے ہیں، نماز کا استقبال کرتے ہیں، چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے انھیں اس بات کا خوف رہتا ہے کہ کہیں خدا رد نہ کر دے، یا حالت نماز میں اگر خشوع نہ ہوا تو کیا ہوگا ـــــــ؟

آداب نماز

ان نکات کی رعایت کہ جو آداب نماز سے مربوط ہوتے ہیں (مثلاً مسواک، پاکیزگی اور خدا کا خیال وغیرہ) عبادت کو کامل بنانے میں مؤثر ہیں۔ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

«عَلَيْكَ بِالْإِقْبَالِ عَلَى صَلَاتِكَ فَإِنَّمَا يُحْسَبُ لَكَ مِنْهَا مَا أَقْبَلْتَ عَلَيْهِ» (۳)

---

(۱) سفینۃ البحار ۲/۴۴ (۲) اس حکایت کو آیت ... مروارید نے مشہد میں نقل کیا (۳) محجۃ البیضاء ۱/۳۵۴

"حالت نماز میں تمہاری توجہ خدا پر رہنا چاہئے کیونکہ نماز کی وہی مقدار قبول ہوتی ہے کہ جو توجہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔"

اس کے بعد حضرت فرماتے ہیں کہ: "وقت نماز اپنے سر و صورت اور ہاتھوں سے نہ کھیلو! کیونکہ یہ سب کام نقص نماز کا سبب ہوتے ہیں، غنودگی اور سستی کی حالت میں نماز نہ پڑھو کیونکہ ایسی نماز منافق پڑھتے ہیں۔" (۱)

ایک حدیث میں پیغمبرؐ سے منقول ہے:

«رَكْعَتانِ مِنْ رَجُلٍ وَرِعٍ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ رَكْعَةٍ مِنْ مُخَلِّطٍ» (۲)

"متقی انسان کی دو رکعت نماز لاابالی شخص کی ہزار رکعت سے بہتر ہے۔"

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"نماز کے وقت دنیا و مافیہا کی طمع چھوڑ دو اور اپنی توجہ کا مرکز خدا کو قرار دو اور اس دن کو یاد رکھو جس دن عدل الٰہی کی بارگاہ میں پہونچو گے۔" (۳)

نیز فرماتے ہیں:

"کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کی عمر کے پچاس سال گذر جاتے ہیں لیکن خداوند عالم اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں کرتا۔"

حدیث میں ہے کہ "بعض لوگ بارگاہ خدا میں اس طرح نماز پڑھتے ہیں کہ اگر ان کے

(۱) محجۃ البیضاء ۱ر۳۵۲ (۲) نہج الفصاحہ، جلد ۱۶۷۲ (۳) محجۃ البیضاء ۱ر۳۸۲

ہمسایہ ان سے اس طرح سے بات کریں تو یہ ان کا جواب تک نہ دیں"۔(۱)

پیغمبرؐ سے منقول ہے :

«رکعتان بسواک افضل من سبعین رکعۃ بغیر سواک» (۲)

"مسواک کرنے والے کی دو(۲) رکعت، مسواک نہ کرنے والے کی ستر(۷۰) نمازوں سے بہتر ہے۔"

نماز اور اس کے متعلقات

جو آیات نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان کے ساتھ متعدد موارد میں دوسرا حکم بھی ہے مثلاً زکوٰۃ، انفاق، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، قرض الحسنہ۔ ان سب سے اسلام کے احکام کی جامعیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ پروردگار سے رابطہ کے ساتھ ساتھ اجتماعی و اقتصادی مسائل اور محتاجوں کی مدد، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا بھی ضروری ہے اور کوئی مسئلہ بھی ایسا نہیں ہے کہ جو دوسرے مسائل پر توجہ دینے سے منع کرتا ہو۔

فوق الذکر مسائل کے لئے ان آیات کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

بقرہ/۸۳، انفال/۳، توبہ/۷۱، لقمان/۱۷، مزمل/۲۰ اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ اور یہیں سے آیۂ «انّ الصّلوۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر» کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ اس فریضہ کی ادائیگی، اسلامی معاشرہ کے مفاسد کو کس طرح دور کرتی ہے۔

---

(۱) وافی ۱۳/۲ (۲) نہج الفصاحہ، جلد ۱۶۶۹

نماز، پرواز روح

احادیث میں نماز کو مومن کی معراج کے نام سے یاد کیا گیا ہے لیکن یہ پرواز آسمان کی کھلی فضا میں نہیں ہوتی بلکہ اس کی فضا روحانی و بندگی اور تقرب خدا کا حصول ہے نہ چند ہزار فٹ کی اونچائی پر پہونچنا۔ ایک نماز گذار کے عرفانی عروج کا موازنہ اس پائلٹ کی پرواز سے کیا جاسکتا ہے کہ جو ہوائی جہاز لے کر پرواز کرتا ہے باوجودیکہ ان دونوں پروازوں میں فرق ہے۔

۱ —— طیارہ (ہوائی جہاز) کو زمین سے اٹھتے وقت زیادہ طاقت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس پر زیادہ فشار پڑتا ہے اسی طرح عبادت و نماز میں بھی، عبادت شروع کرتے وقت خواہشات نفس پر غلبہ پانے میں بہت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۲ —— ہر ایک پرواز کی اہمیت یہ ہے کہ طیارہ صحیح، سالم بغیر کسی خدشہ کے زمین پر اتر آئے اسی طرح عبادت بھی اس وقت قیمتی ہوتی ہے کہ جب وہ غرور و عجب کی آفتوں سے کہ جو حبط اعمال کا سبب ہیں، محفوظ رہ کر صحیح و سالم اختتام پذیر ہو۔

۳ —— طیارہ ایندھن کے لئے خالص پیٹرول کا محتاج ہے، نماز گذار کی روحانی معراج بھی خلوص اور دوسرے خداؤں سے بیزاری کی محتاج ہے کہ کانوں کی لوؤں تک ہاتھ بلند کرنے اور غیر خدا کے لئے «لا الٰہ» کہنے سے خلوص نیت حاصل ہوتا ہے۔

۴ —— پرواز کے لئے پائلٹ کو ہر طرح صحیح و سالم ہونا چاہئے، نماز و بارگاہ خدا میں باریابی کے لئے بھی "قلب سلیم" کا ہونا ضروری ہے: (إلَّا مَنْ أَتَى اللهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ)

۵ ـــــ طیارہ دو پروں سے پرواز کرتا ہے ایک پر سے پرواز نہیں ہو سکتی نماز میں بھی خدا سے ارتباط کے ساتھ ساتھ بندوں سے بھی رابطہ برقرار رہنا ضروری ہے اور "حقوق اللہ" کی ادائیگی کے ہمراہ "حقوق الناس" ادا کرنا بھی لازمی ہے، قرآن اکثر يقيمون الصلوة کے ساتھ يؤتون الزكوة، کا بھی حکم دیتا ہے۔

۶ ـــــ طیارہ اڑنے سے پہلے کچھ دور زمین پہ دوڑتا ہے تاکہ آسانی سے پرواز کرسکے اسی طرح مقدمات نماز وضو، اذان واقامت اور مستحبی چیزیں بھی اس ملکوتی پرواز کے لئے وسیلہ ہیں، نماز کے بعد کی دعائیں اور تعقیبات بھی روئے زمین پر دوڑنے کے متراوف ہیں جیسے جہاز زمین پر اترنے کے بعد رنوے پر دوڑتا رہتا ہے۔

۷ ـــــ پرواز میں پہلی ہی خطا آخری خطا ثابت ہوتی ہے اور طیارہ کو زمین پر گرا کر نابود کردینے کا باعث ہوتی ہے، عبادت میں شرک وعجب، انسان کو ذلت و رسوائی کے غار میں پھینک دیتا ہے، ابلیس چھ ہزار سال عبادت کے باوجود ایک خطا و گناہ سے ملعون قرار پاجاتا ہے۔

۸ ـــــ ایک پائلٹ کنٹرول ٹاور کے مطابق چلتا ہے اور اسی کے حکم کے تابع رہتا ہے، نماز وعبادت بھی حکم خدا کے مطابق ہونا چاہئے یہاں تک کہ ایک منٹ کی تاخیر و تعجیل اور قانون کی خلاف ورزی نماز کو باطل کردیتی ہے۔

۹ ـــــ پائلٹ کبھی پرواز کرتا ہے، کبھی آرام کرتا ہے اسی طرح طیارہ بھی اور ہانگ کا محتاج ہے، عبادت و پرستش میں انسان کو بھی کبھی مباح کاموں کے ذریعہ آرام ملتا ہے کیونکہ وہ بھی روزی، روٹی کا محتاج ہے، یہاں تک کہ پیغمبر فرماتے ہیں: "كلميني يا حميرا" اے حمیرا! مجھ سے گفتگو کرو۔

۱۰ ـــــ پائلٹ کو مرکز سے ارتباط رکھنے کے لئے صرف ایک بین الاقوامی زبان

میں گفتگو کرنا پڑتی ہے نماز گذار کو بھی خداوندعالم سے ارتباط رکھنے کے لئے فقط عربی زبان درکار ہے اور حج میں احرام کی ابتدا بھی «لبیک اللھم لبیک» عربی سے ہوتی ہے۔

۱۱ ——— جہاز کی پرواز سے پہلے کچھ چیزوں کی اطلاع ضروری ہے (جیسے ہواشناسی نقشہ کی شناخت، سمت کی معلومات وغیرہ اسی طرح عبادت میں بھی کچھ چیزوں کی معلومات ضروری ہے، عبادت بغیر علم و تفکر کے اہمیت نہیں رکھتی۔ یہاں تک کہ تجارت میں بھی احکام خدا کی معلومات ضروری ہے (الفقہ ثم المتجر) پہلے احکام خدا کو معلوم کرو اس کے بعد تجارت کرو۔ جب تجارت کے لیئے حکم خدا کا جاننا ضروری ہے تو نماز کے لیئے بدرجہ اولیٰ حکم خدا کا جاننا ضروری ہے۔

۱۲ ——— پائلٹ جس قدر بلندی و عروج پر پہونچتا ہے زمین کی عمارتیں اتنی ہی چھوٹی دکھائی دیتی ہیں اسی طرح انسان جس قدر عظمت خدا سے آشنا ہوتا ہے اس کی نظر میں خدا کے علاوہ تمام چیزیں چھوٹی نظر آتی ہیں۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔

«عظم الخالق فی انفسهم فصغر مادونه فی اعینهم» (۱)

"ان کے نفسوں میں عظمت خدا بڑھی تو ان کی نظروں میں دنیا حقیر ہو گئی۔"

۱۳ ——— جہاز جتنا بڑا ہوتا ہے جنبش اتنی ہی کم ہوتی ہے اور مسافرین کو آرام زیادہ ملتا ہے، نماز اور دوسری عبادتوں کو اجتماعی طور پر انجام دینے میں زیادہ ثواب ملتا ہے اور اعمال کے قبول ہونے کا امکان زیادہ ہوتا ہے جیسے نماز کو جماعت کے ساتھ انجام دینا۔

۱۴ ——— عام طور پر پائلٹ کے ساتھ ایک آدمی موجود رہتا ہے تاکہ اضطراری حالت میں اس کی مدد کرے، نماز جماعت میں بھی بہتر ہے کہ عادل، متقی و پرہیزگار افراد صف

---

(۱) نہج البلاغہ، خطبۂ متقین (خطبۂ ہمام)

اوّل میں کھڑے ہوں تاکہ اگر پیشنماز کے لیے کوئی مسئلہ پیش آجائے تو ان میں سے کوئی آدمی نماز جماعت کو پایۂ تکمیل تک پہونچا دے۔

۱۵ ——— مادی پرواز میں جس وقت پائلٹ اور مسافرین بلندی پر ہوتے ہیں تو گھر کے مشکلات وسائل زندگی سے دور اور بے خبر ہوتے ہیں اسی طرح روحانی پرواز بھی ہے جس وقت روح بلندی پر پرواز کرنے لگتی ہے تو مادی چیزوں کی طرف توجہ کم ہوجاتی ہے یہاں تک کہ حضرت امیرالمومنینؑ کے پائے اقدس سے تیر نکال لیا گیا لیکن آپؑ کو اس کی مطلق خبر نہ ہوئی۔

۱۶ ——— جس وقت پرواز بلندی سے تھوڑی سی نیچے ہوجاتی ہے تو اس کو تنزلی کا نام دیا جاتا ہے اگرچہ زمین کی بہ نسبت ابھی بلند ہی کیوں نہ ہو۔ اولیائے خدا کی عبادتؑ بھی اسی طرح ہے اگرچہ نماز اور معمولی افراد کی عبادت سے بلند ہے لیکن وہ انتہائے عروج سے ایک قسم کا قصور اور تنزل سمجھتے ہیں، طلب مغفرت کرتے ہیں۔

«حسنات الأبرار سيئات المقربين»

"لوگوں کی اچھائیاں مقربین کے نزدیک سیئات ہیں" کا یہی مفہوم ہے۔

بہرحال نماز، جو خالق کائنات کے تقرب کا ذریعہ اور دنیوی چیزوں کی محبت کو دل سے نکال لینے کا نام ہے، اہل معرفت کے لیے ایک ملکوتی پرواز شمار ہوتی ہے جو پرندوں اور جہاز کے فضا میں پرواز کرنے سے افضل و بالاتر ہے۔

مادیات و شہوات اور ہوائے نفس سے وابستگی انسان کو کمزور و ناتواں بنا دیتی ہے جیساکہ سعدیؔ نے کہا ہے۔

طیران مرغ دیدی ؟ تو ز پای بند شہوت
بدر آی تا ببینی طیران آدمیت

تم پرندوں کی پرواز کو دیکھتے ہو؟ شہوتوں کی زنجیروں سے باہر نکل کر آدمیت کی پرواز دیکھ کہاں تک ہے!

نماز کا استقبال کریں

نماز کو نماز بنانے والی عبادت میں مشغول ہونے کے لئے پہلے چند چیزوں کی انجام دہی ضروری ہے جیسے طہارت روح، لباس کی پاکیزگی اور دوسری چیزوں کی آمادگی کی ضرورت ہے جن کی طرف یہاں اشارہ کیا جاتا ہے۔

مقدمات نماز:-

مقدمات یعنی نماز سے قبل جن چیزوں کو انجام دینا لازمی ہے وہ یہ ہیں۔

طہارت:-

نماز گذار کو نماز پڑھنے کے لیئے باطہارت ہونا چاہیئے یعنی وضو یا غسل اور اگر کوئی عذر ہو تو تیمم کرنا چاہیئے، وضو جزو ایمان ہے۔ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

: «لا صلاة إلّا بطهور» (۱)

"طہارت کے بغیر نماز، نماز نہیں ہے۔"

---

(۱) وسائل ۱/۲۵۶

بعض روایات میں وضو کو کلید ایمان اور نصف ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (۱)

وضو کے سلسلہ میں امام رضا علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا:

(۱) — لأنْ يَكُونَ العَبْدُ طَاهِراً إذا قامَ بَيْنَ يَدَيِ الجَبّارِ عِنْدَ مُناجاتِهِ.

"بارگاہ معبود میں حاضری کے لئے وضو ایک ادب ہے

وقت نماز جب خدا کے سامنے پہونچو تو باطہارت پہونچو۔"

(۲) — نَقِيّاً مِنَ الأدْناسِ وَالنَّجاسَةِ.

"آلودگیوں سے پاک وصاف ہو۔"

(۳) — مَعَ ما فيهِ مِنْ ذَهابِ الكَسَلِ وَطَرْدِ النُّعاسِ.

"اس کے علاوہ وضو سستی اور غنودگی کو دور کرتا ہے اور

فرحت بخشتا ہے۔"

(۴) — وَتَزْكِيَةِ الفُؤادِ لِلْقِيامِ بَيْنَ يَدَيِ الجَبّارِ (۲)

"اور قلب و روح کو بارگاہ خدا میں حاضری کے لیے آمادہ کرتا ہے۔"

امامؑ نے اس حدیث میں وضو کے تمام ابعاد روحانی و جسمانی جیسے نظافت و پاکیزگی

روح کی تازگی، عبادت سے لطف اندوزی اور معنوی عبادت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

مرحوم فیض کاشانیؒ فرماتے ہیں:

"مادیات سے یک لخت جدا ہونا اور روحانیت کی طرف

بڑھنا مشکل ہے لیکن وضو انسان کو اس کے لیے آہستہ

آہستہ تیار کرتا ہے۔" (۳)

---

(۱) محجۃ البیضاء ۱ر ۲۸۱ (۲) وسائل ۱ر ۲۵۷ (۳) محجۃ البیضاء ۱ر ۲۸۱

ہر وقت باوضو رہنا:-

وضو سے نورانیت اور صفائے باطن پیدا ہوتی ہے کہ جو بہت اہم ہے اس لیئے روایات میں باوضو رہنے کی بہت تاکید کی گئی ہے، وضو کو "نور" ایسا کہا گیا ہے۔ (۱) اور باوضو سونے والے کو عابد شب زندہ دار کہا گیا ہے۔ (۲)

قرآن کی تلاوت، دعا، زیارت اور نیک و عبادی کاموں کے لیئے وضو کی تاکید کی گئی ہے۔ (۳)

وضو کے بغیر قرآن کی آیات، خدا و نبیؐ اور ائمہ علیہم السلام کے ناموں کو چھونا منع ہے۔ (۴) یہاں تک کہ خدا کے ان ناموں کو بھی نہیں چھویا جا سکتا جو مختلف انداز میں لکھے جاتے ہیں یا منوگرام وغیرہ کے طور پر تحریر کئے جاتے ہیں (جیسے جمہوری اسلامی کا منوگرام) کو بھی چھونا منع ہے۔

وضو پروردگار کی بارگاہ میں حاضری کے لیئے اجازت کے مترادف ہے وضو کے مختلف افعال کے لیئے دعائیں بھی بیان ہوئی ہیں، وضو کے مسائل بہت ہیں اس مختصر کتاب میں ان کی گنجائش نہیں ہے البتہ مخفی نہ رہے کہ وضو میں حد سے زیادہ پانی صرف کرنا حرام ہے۔ رسولؐ فرماتے ہیں:

«اَلْوُضوءُ مُدٌّ وَالْغُسْلُ صاعٌ وَسَيَأْتِي أَقْوامٌ يَسْتَقِلُّونَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ عَلىٰ خِلافِ سُنَّتِي» (۵)

"وضو کے لیئے تین چھٹانک اور غسل کے لیئے تین ¾ کلو پانی کافی ہے لیکن ایک قوم ایسی پیدا ہوگی کہ جو اس مقدار کو کم سمجھے گی اور زیادہ پانی صرف کریگی اور میری سنت کیخلاف چلے گی۔"

---

(۱) قصار الجمل ۱/۳۱۱ (۲) وسائل ۱/۲۶۶ (۳) توضیح المسائل، بحث وضو (۴) توضیح المسائل بحث وضو (۵) محجۃ البیضاء ۱/۳۰۱

نماز کے لیئے طہارت کے چند مرحلے ہیں :۔

(۱)۔۔۔ ظاہری نجاست و آلودگیوں سے پاک ہونا۔

(۲)۔۔۔ اعضاء و جوارح کا گناہ و جرائم سے پاک ہونا۔

(۳)۔۔۔ روح کا بد اخلاقی سے ایسے پاک ہونا جیسا کہ دعا میں ذکر ہے :

الهی طهر قلبی من الشرک. (۱)

"خدایا! میرے قلب کو شرک سے پاک و طاہر فرما۔"

جب نماز کے لیئے بدن و لباس کا پاک ہونا ضروری ہے تو کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ دل بھی کبر و ریا، حسد و کینہ سے پاک ہو ۔۔۔؟ آیا ظاہر و باطن میں تفاوت، نفاق کی قسم نہیں ہے ۔۔۔؟

غسل :۔

کبھی وضو کے بجائے غسل کرنا چاہیئے منجملہ انکے جنابت بھی ہے، رسالۂ عملیہ میں جو غسل جنابت کا طریقہ بیان ہوا ہے اس کے مطابق سارے بدن کو دھویا جائے۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ منی ہر ایک بال اور پورے بدن (کے جوڑ، بند) سے باہر آتی ہے : (من تحت کل شعر...) (۲)

جب کہ پیشاب کا مخصوص و محدود راستہ ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ جو غسل میں سارا بدن دھویا جاتا ہے۔ شاید ان حدیثوں میں جنابت کے وقت سمپاتیک اعصاب کی فعالیت کی طرف اشارہ ہے کہ جن کی پورے بدن میں کارفرمائی ہے۔

---

(۱) محجۃ البیضاء ۱ر ۲۸۱ (۲) محجۃ البیضاء ۱ر ۳۰۸ و عیون اخبار الرضاؑ ۲ر ۱۰۵

تیمم :۔

جب وضو یا غسل کے لیئے پانی نہ ہو یا وضو اور غسل کے لئے وقت کم ہو، یا پانی کا استعمال ضرر رساں ہو یا پانی کی قیمت اپنی استطاعت سے زیادہ ہو یا (پانی تو ہے لیکن) اپنے پینے یا کسی جاندار کی جان کی حفاظت کے لیئے ہے تو ایسے موارد پر تیمم کرنا چاہیئے یعنی توضیح المسائل کے دستور کے مطابق (دونوں) ہاتھوں کو پاک مٹی پر مارے اور پیشانی اور ہاتھوں کی پشت پر ملے۔

حضرت علی علیہ السلام نے گلی، کوچوں کی خاک پر تیمم کرنے سے منع فرمایا ہے (کیونکہ وہ معمولاً آلودہ ہوتی ہے) (۱)

نمازی کا لباس اور مکان :۔

ہر نماز گذار مرد کو اپنی شرمگاہوں کو چھپانا چاہیئے، بہتر یہ ہے کہ ناف سے زانو تک چھپائے اور عورت سارے بدن (علاوہ چہرہ، ہاتھوں اور پاؤں کو گٹوں تک) کو چھپائے اور یہ چھپانے والا لباس بھی پاک ہونا چاہئے، بہتر ہے کہ نمازی نظیف اور سفید لباس پہنے، خوشبو لگائے اور عقیق کی انگوٹھی پہنے، سیاہ اور تنگ لباس اور ان لوگوں کے لباس سے اجتناب کرے جو نجاست وطہارت کی پروا نہیں کرتے۔ (۲)

اسی طرح وہ جگہ، فرش، تخت کہ جس پر نماز پڑھی جائے حلال ہو اس شخص کی ملکیت میں تصرف حرام ہے اور اس میں نماز پڑھنا باطل ہے کہ جس نے خمس یا زکوٰۃ ادا نہ کی ہو۔ (۳)

---

(۱) نهی امیر المؤمنین ان یتیمم الرجل بتراب من اثر الطریق۔ (۲) (۳) توضیح المسائل، امام خمینی (قدس سرہ)

(اسی طرح) اس مکان و لباس وغیرہ میں نماز باطل ہے کہ جو بغیر خمس و زکوٰۃ دیئے خریدے گئے ہوں۔

لباس و مکان کے مسائل بہت ہیں ان نکات میں تعبد اور حکم خدا کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے علاوہ دوسری جہتیں بھی ہیں ان کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

(۱) ـــــ ادب کی رعایت :۔

خدا کی باعظمت و جلالت بارگاہ میں اور اس کے سامنے کھڑے ہونے کے لیئے ادب کا مقتضیٰ یہ ہے کہ نمازی کا لباس بہترین اور پاکیزہ اور حضور قلب و توجہ کے ساتھ ظاہر و باطن آراستہ ہو، کبھی قبر نبیؐ و ائمہؑ کے آگے نماز پڑھنا بے ادبی اور نماز کے بطلان کا سبب بنتی ہے۔ (۱)

(۲) ـــــ دوسروں کے حقوق کی رعایت :۔

ان شرائط میں سے بعض دوسروں کے حقوق کی رعایت سے مربوط ہے یہ کہ نمازی کا لباس و مکان حلال و مباح ہو۔ حکومت اسلامی کے حق کی رعایت (خمس میں) اور معاشرہ کے ناداروں کی (زکوٰۃ میں) اور تمام لوگوں سے مربوط ہے یہاں تک کہ اگر سر راہ، راستوں میں نماز پڑھنا راستہ چلنے والوں کے لیئے مزاحمت کا سبب بنتا ہے تو حرام ہے۔ (۲)

حق دار کی قلبی رضایت بھی معتبر ہے، اگر ظاہری طور پر اظہار رضایت کرتا ہے لیکن ہمیں معلوم ہے کہ وہ دلی طور پر راضی نہیں تو (اس کے حق میں) تصرف حرام اور نماز

---

(۱) (۲) توضیح المسائل مسئلہ ۸۹۸

باطل ہے۔ اس کے برعکس اگر ظاہر میں انکار کرے اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ قلباً راضی ہے تو نماز صحیح ہے۔

۳ ——— اولویت کی رعایت :-

اصلی شرائط کے ساتھ، مستحبات کا بھی ایک سلسلہ ہے کہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے اولویت کو مدنظر رکھا ہے مثلاً عام شرائط اور غیر اضطراری حالت میں نماز گذار کے مکان کو مباح ہونا چاہیئے اور ٹھہرا ہوا، قائم، پاک اور جلودر ہونا چاہیئے اس کے علاوہ بعض جگہوں پر نماز پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے مثلاً مسجد اور ہم مسجد کے بارہ میں آئندہ بحث کریں گے۔

قبلہ :-

نماز رو بقبلہ پڑھی جاتی ہے جس سمت رخ کرکے ہم خدا کی عبادت میں مشغول ہوتے ہیں اس (سمت) کو قبلہ کہتے ہیں یہ اور بات ہے کہ ہم جس سمت بھی رخ کرکے کھڑے ہوں گے خدا کے سامنے ہوں گے لیکن ایک مقدس مرکز کی طرف توجہ مثل کعبۂ مقدس سنت ابراہیمی کی یاد آوری کا باعث ہے۔

اس کے علاوہ حکم یہ ہے کہ کعبہ کی سمت نماز پڑھی جائے ورنہ ہماری عبادت سراپا تسلیم اور تعبد سے خالی ہوگی۔

صدر اسلام میں مسلمان چند سال تک بیت المقدس کی طرف منھ کرکے نماز پڑھتے تھے اس وقت خانۂ کعبہ بت خانہ بنا ہوا تھا اس لئے رسول خداؐ اپنی عبادت کے لیئے کعبہ کو اپنا قبلہ نہیں بنانا چاہتے تھے لیکن ہجرت کے بعد کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ

مسلمانوں کا قبلہ بجائے بیت المقدس کے مسجد الحرام قرار پایا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ یہودی مسلمانوں کو طعنہ دیا کرتے تھے کہ "تمہارا کوئی قبلہ تک تو ہے نہیں ہمارے قبلہ کی سمت نماز پڑھتے ہو"۔

رسول خداؐ ان طعنوں سے پریشان تھے اور حکم خدا کے منتظر ہی تھے کہ آیت نازل ہوئی اور حکم آیا کہ آپؐ جہاں کہیں بھی ہوں مسجد الحرام کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کیجیے۔(۱)

تحویل قبلہ والی آیتیں طول تاریخ میں مسلمانوں کو یہ درس دیتی رہی ہیں کہ مستقل و آزاد رہو اور کسی کے دست نگر نہ بنو یہاں تک کہ عبادی مسائل میں بھی کسی کا احسان نہ لو اور شرافت مندانہ زندگی بسر کرو۔

تحویل قبلہ کا حکم مسلمانوں کے لئے ایک امتحان تھا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ کون خدا و پیغمبرؐ کا سچا مطیع اور پیروکار ہے اور کون بہانہ ڈھونڈ کے اعتراض کرتا ہے۔ اور اس کی دوسری دلیل یہ ہے تاکہ یہودی، مسلمانوں کو یہ طعنہ نہ دیں کہ تمہیں قبلہ تک تو نصیب نہیں ہے ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہو۔ یہ نکتہ مسلمانوں کو اپنی مستقل حیثیت و شخصیت بنانے کی دعوت دے رہا ہے۔

مسلمانوں کو کعبہ کی طرف منھ کر کے عبادت کرنا چاہیئے بلکہ کھانا، سونا وغیرہ بھی کعبہ کی سمت ہونا چاہیئے، حیوانات کو قبلہ رخ ذبح کرنا چاہیئے ورنہ انکا گوشت حرام ہو جائے گا۔ ان تمام امور میں سمت قبلہ کی شرط بھی مسلمانوں کو ایمان و یاد خدا کا درس دیتی ہے تاکہ وہ اپنے محبوب و معبود کے گھر کی طرف رخ کر کے عبادت کریں، غفلت نہ کریں۔ کعبہ کی طرف منھ کرنے کے علاوہ اس میں ایک نظم و اتحاد کا پہلو بھی مضمر ہے اور وہ یہ کہ

---

(۱) البقرہ آیات ۱۴۲ تا ۱۴۹

سارے مسلمان خواہ وہ دنیا کے کسی بھی خطہ میں ہوں نماز کے وقت وہ اس خدائی مرکز کی طرف رخ کرتے ہیں اگر کوئی آسمانوں کی بلندی سے کرۂ ارض پر نمازگذاروں کی صفوں کو دیکھے گا تو اسے متعدد دائرے نظر آئیں گے کہ جن کی جان و دل اور صفوں کا مرکز کعبہ ہے۔

عبادت میں قبلہ کی طرف توجہ ہی کی راہ سے علم ہیئت وجغرافیہ اور جہت شناسی نے بھی مسلمانوں کے درمیان ترقی پائی ہے۔

ہاں!... کعبہ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توحیدی مبارزات کی یادگار ہے، حضرت مہدیؑ بھی اپنے عالمی انقلاب کا آغاز اسی کعبہ سے کریں گے اور دنیا کی اصلاح فرمائیں گے۔ یہ کعبہ ہے کہ جو ایک مسلمان کی عبادت و پرستش کا قبلہ قرار پاتا ہے۔

اذان :۔

اذان واقامت کہنا بھی انھیں امور میں سے ہے کہ جو نماز سے قبل نماز میں خضوع وخشوع اور خدا پر زیادہ توجہ کے لئے زمین ہموار کرتے ہیں۔

اذان، سکوت شکن نعرہ ہے، موزون، مختصر، بامعانی اور تشکیل دہندہ ہے اس پر عمل واعتقاد کی بنیاد استوار ہے۔

اذان، اسلام کی زندگی کا اعلان اور مسلمانوں کے عقائد و اعمال کا منادی اور خیالی خداؤں کے خلاف فریاد ہے۔

اذان، تبلیغات کے لئے فضا سازگار بنانے کا ذریعہ ہے اور مسلمانوں کے فکری موقف کا کھلا ہوا اعلان ہے، سب سے پہلے اسی نعرۂ توحید کے جملے نوزاد کے کان

میں پڑھے جاتے ہیں اور اوّلین خدائی درس سے اسے آشنا کیا جاتا ہے اور یہی اذان بزرگوں کے لئے خواب غفلت سے بیداری کا پیغام ہے۔

تنہا اذان وہ آواز ہے جو آسمان والوں تک پہونچتی ہے۔ (۱)

اذان وہ آواز ہے جس سے شیطان خوف کھاتا اور فرار کرتا ہے۔ (۲)

گھروں میں اذان دینے خصوصاً بیماری کے وقت کی تاکید کی گئی ہے۔

رسولؐ نے فرمایا ہے:

«يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَتْرُكُونَ الأَذَانَ عَلَىٰ ضُعَفَائِهِمْ» (۳)

"لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جس میں وہ اذان کو حقیر سمجھتے ہوئے ناتواں لوگوں کے سپرد کر دیں گے۔"

حدیث میں ہے کہ روز قیامت جب شرم وحیا سے لوگوں کی گردن جھکی ہوئی ہوگی اس وقت اذان دینے والے سربلندی اور وقار کے ساتھ محشور ہوں گے(۴) یہ بات ان کی بلندئ قامت اور ان کی عظمت و منزلت کی دلیل ہے۔

موذّن اس شخص کے ثواب و جزا میں شریک ہے جو اس کی اذان سے نماز پڑھتا ہے۔

بلالؓ :-

بلال حبشی وہ سیاہ فام مسلمان تھے کہ جنھیں رسول خداؐ نے اذان دینے کے لیئے منتخب کیا، جب اذان وحی کے ذریعہ نازل ہوئی تو پیغمبرؐ نے بلال کو تعلیم دی کیونکہ ان

---

(۱) کنز العمال ۷ر ۶۸۹ (۲) کنز العمال ۷ر ۶۹۲ (۳) کنز العمال ۷ر ۶۹۰ (۴) وسائل ۴ر ۶۱۵

کی آواز بلند تھی۔ (۱) اسی لئے آنحضرتؐ نے انھیں اذان کے لیئے منتخب فرمایا تھا۔ اس (انتخاب) سے ہمیں بہت سے سبق ملتے ہیں من جملہ ان کے یہ ہیں:

(۱) ——— غلاموں کو عظمت و عزت دینا کیونکہ بلال بھی ایک غلام تھے کہ جو اسلام کے اسپیکر اور امت کے منادی (منتخب) ہوئے۔

(۲) ——— سیاہ فاموں کی شخصیت بنانا کیونکہ چہرہ کا رنگ (بلندی و عزت کا) معیار نہیں ہے۔

(۳) ——— جب کہ تکبر پسند، بلال کے آقا و مالک ان کی تحقیر کرتے تھے اور بے جا فخر کرتے تھے، ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ (۲)

(۴) ——— ایمان و تقوی اور (ذاتی) لیاقت ظاہری کمی کا جبران کرتی ہے اگرچہ بلال (رض) "شین" کے بجائے "سین" کہتے تھے اور ان میں زبان کا یہ ایک نقص تھا لیکن اسلام نے ان کے روحانی کمال اور باطنی زیبائی کو زیادہ اہمیت دی ہے۔

بلال وہ پہلا شخص ہے جس نے اسلام میں اذان دی۔ (۳) وہ ابتدائے بعثت ہی میں آپؐ پر ایمان لائے تھے اور آپؐ پر ایمان لانے کے نتیجہ میں بہت سی تکلیفیں برداشت کیں، جلتے ہوئے ریت پر لٹا دیئے جاتے تھے لیکن زبان پر "اَحد اَحد" جاری رہتا تھا۔

فتح مکہ کے دن بھی ظہر کے وقت حکم پیغمبرؐ سے کعبہ کے اوپر جاکر اذان دی اور بتوں کو گرایا۔ (۴)

بلال، جنگ بدر، احد اور جنگ خندق میں شریک تھے۔

---

(۱) وسائل ج ۴ ص ۶۱۲ (۲) ملاحظہ فرمائیے بحار الانوار جلد ۲۱ ص ۱۳۳ (۳) سفینۃ البحار جلد ا کلمہ "بلل" (۴) وسائل ج ۴ ص ۶۱۲

رسول خداؐ کے بعد کسی دوسرے کے لئے اذان نہ کہی، ہاں ایک مرتبہ جب حضرت زہراؑ کو اپنے بابا کا زمانہ یاد آیا تو بلال نے اذان دی اور اذان سن کر حضرت زہرا علیہا السلام اور دوسرے لوگ رو دیئے۔ (۱)

بلال کے اس طریقۂ کار سے بھی یہ درس ملتا ہے کہ اذان بھی حق کی راہ اور شائستہ پیشواؤں کے زمانے میں دینی چاہیئے۔

ایک روز عمر نے بلالؓ سے کہا کہ "تمھیں ابوبکر نے خریدا، غلامی سے نجات دلائی تم ان کی نماز کے لئے اذان کیوں نہیں دیتے"——————؟

بلالؓ نے جواب دیا کہ:

"اگر انھوں نے مجھے خدا کی خوشنودی کے لئے آزاد کیا تھا تو اس کا کوئی معاوضہ نہیں ہے لیکن اگر ان کا کوئی اور مقصد تھا تو میں پھر ان کا غلام بننے کے لئے تیار ہوں لیکن اس شخص کے لیئے اذان دینے کیلئے آمادہ نہیں ہوں کہ جس کو پیامبرؐ نے خلیفہ نہ بنایا ہو"۔ (۲)

بلالؓ اپنی اذان سے بھی اس نظام کی مدد کرنے کے لئے تیار نہ تھے کہ جس کو وہ قبول نہیں کرتے تھے۔

بلالؓ، حبشی غلام، ایمان کے سایہ میں اس مقام پر پہونچ جاتا ہے کہ انقلاب رسولؐ کا اسپیکر بن جاتا ہے اور بیت المال کا خزینہ دار قرار پاتا ہے۔ (۳)

حقیقت ہے کہ اگر اذان کے وقت سارے یورپ اور امریکہ وغیرہ میں طلباء اذان دیں تو دنیا میں ہلچل مچ جائے۔

یہاں میں نواب صفویؒ کی ایک بات نقل کرتا ہوں کہ جو انھوں نے اپنے دوستوں

---

(۱) سفینۃ البحار جلد ا کلمۂ "بلل" (۲) سفینۃ البحار جلد ا کلمۂ "بلل" (۳) لغت نامہ دھخدا، بلل

سے کہی تھی اور وہ یہ کہ "ظہر اور مغرب کے وقت تم جہاں کہیں بھی رہو باآواز بلند اذان دو یہی اذان تھی کہ جس نے طاغوتی حکومت کے دل میں ایک وحشت پیدا کر دی تھی" یہ حدیث کے اس ٹکڑے کا مفہوم ہے کہ "اذان کی آواز سے شیطان بوکھلا جاتا ہے اور بھاگ جاتا ہے۔" (۱)

انگلینڈ کے سیاستمدار گلاڈسٹون نے پارلیمنٹ میں بلاوجہ تو یہ بات نہیں کہی تھی: "کہ جب تک اذان کے گلدستوں سے نام (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بلند ہوتا رہے گا اور کعبہ قائم رہے گا اور قرآن مسلمانوں کی راہنمائی کرتا رہے گا اس وقت تک اسلامی ممالک میں ہماری سیاست کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ (۲)

اذان کو خوش لحن اور اچھے انداز میں دینا چاہئے کیونکہ اذان میں جو کلمات ہیں وہ انسان ساز ہیں اس لئے اس نعرہ کو نماز سے پہلے بلند کرنا چاہیئے۔

---

(۱) کنز العمال ۷، ر ۶۹۲

(۲) تفسیر نمونہ جلد ۴ ص ۳۸ ۴، آیہ : وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ... مائدہ (۵۸) کے ذیل میں۔

نیّت

اگرچہ نیت نماز میں سب سے پہلا فریضہ ہے لیکن ہم نے اس کی اہمیت کی بنا پر اور ہر کام میں معیار ہونے کی وجہ سے ، من جملہ عبادات و نماز میں ایک مستقل فصل اس کے ابعاد کی تحقیق سے مخصوص کی ہے تاکہ ہم اس راہ سے اپنے عبادی کاموں کو زیادہ سے زیادہ باقیمت بنانے کی توفیق حاصل کرسکیں۔

نیت معیار قیمت :۔

جو عنصر ایک انسان کے عمل کو قیمتی بناتا ہے وہ اس کا مقصد اور نیت ہے اس لحاظ سے قرآن کی ستّر سے زیادہ آیتوں میں کلمۂ "فی سبیل اللہ" کا استعمال ہوا ہے کہ جو اس بات کی تنبیہ ہے کہ انسان اپنی نیت اور اعمال میں یہ احتیاط رکھے کہ وہ سب کچھ خدا کے لئے انجام دیتا ہے نہ غیر خدا یا نفسانی خواہشات کے لئے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے سڑکوں پر نوٹس (ہوشیار! خطرہ!...) کے بورڈ لگائے جاتے ہیں۔

خدا کی بندگی بھی ایک راستہ ہے کہ جس میں بہت سی لغزشوں کا امکان ہے اور یہ ساری تاکیدیں انحرافات سے بچنے کے لئے ہیں، خصوصاً عبادات میں انحراف سے بچنے کے لئے کہ جس کی قدر و قیمت کا دار و مدار قصد قربت پر موقوف ہے۔

نیت، عبادت کا رکن ہے اگر کوئی عمل بغیر نیت یا غیر خدا کی نیت کے ساتھ انجام پاتا ہے تو وہ عمل باطل ہے۔

نیت، عمل کی اساس ہے، مقدس ترین کام بھی نیت بد کی وجہ سے فاسد ہو جاتا ہے اور معمولی سا کام بھی اچھی نیت کی بدولت بڑا قیمتی بن جاتا ہے۔

"فی سبیل اللہ" کام کرنا گویا الطاف الٰہی کو جذب کرنے کا سبب ہے جو شخص خدا کی رضا کے لئے کوشش کرتا ہے خدا بھی اس کی راہنمائی کرتا ہے، چنانچہ فرماتا ہے:

«وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا» (۱)

نیت، عمل کی مقبولیت کے لئے شرط ہے، امام صادق علیہ السلام خدا کا قول نقل فرماتے ہیں:

«لَمْ أَقْبَلْ إِلَّا مَا كَانَ خَالِصاً لِي» (۲)

"میں صرف اسی کو قبول کرتا ہوں جو خالص میرے لئے انجام دیا جاتا ہے۔"

نیت، معمولی کام کو بھی بڑا بنا دیتی ہے۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

«مَنْ أَرَادَ اللّٰهَ بِالْقَلِيلِ مِنْ عَمَلِهِ أَظْهَرَهُ اللّٰهُ أَكْثَرَ مِمَّا أَرَادَ، وَمَنْ أَرَادَ النَّاسَ بِالْكَثِيرِ مِنْ عَمَلِهِ أَبَى اللّٰهُ إِلَّا أَنْ يُقَلِّلَهُ فِي عَيْنِ مَنْ سَمِعَهُ» (۳)

---

(۱) عنکبوت / ۶۹

(۲) روضۃ المتقین ۱۲ / ۱۴۱ (۳) روضۃ المتقین ۱۲ / ۱۴۲

"جو شخص اپنا معمول کام بھی خدا کے لئے انجام دیتا ہے
خدا اس کام کو لوگوں کی نظروں میں اس کی تمنا سے بھی
زیادہ عظیم قرار دیتا ہے اور جو شخص زیادہ کام کرتا ہے لیکن
غیر خدا (لوگوں) کے لئے اور خدا کی رضا کے بجائے وہ
لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنا چاہتا ہے تو خدا اس
کے زیادہ کاموں کو بھی لوگوں کی نظروں میں حقیر و بے قیمت
قرار دیتا ہے۔"

ہاں!... عزت و ذلت خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہ جس کی طرف چاہتا ہے لوگوں کے دل موڑ دیتا ہے پس اسی کے لئے کام کرنا چاہئے تاکہ وہ خود ان کو درست کرلے۔

حضرت ابراہیمؑ خدا کے لئے اپنی شریک حیات اور بیٹے کو مکہ کے تپتے ہوئے صحرا میں چھوڑ دیتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ:

"لوگوں کے دل ان کی طرف موڑ دے۔" (۱)

قرآن کہتا ہے:

«إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا» (۲)

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک
اعمال کئے عنقریب "رحمٰن" لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت
پیدا کر دے گا۔"

اور خدا دنیا میں جو جزا عطا کرتا ہے یہ ان میں سے ایک ہے البتہ خداداد محبوبیت و قبولیت اور ہے اور لوگوں کے درمیان جھوٹی اور جلد ختم ہونے والی شہرت اور ہے

---

(۱) ابراہیمؑ / ۳۷ (۲) مریم / ۹۶

بہت سے شہرت یافتہ مرنے کے بعد بھلا دیئے جاتے ہیں اور بہت سے گمنام افراد لوگوں کے دلوں میں گھر بنا لیتے ہیں۔

شہرت و محبوبیت بھی خدا ہی سے طلب کرنی چاہیے کیونکہ لوگوں کے قلوب اس کے ہاتھ میں ہیں، وہ مقلب القلوب ہے۔ اگر کوئی شخص خدا کے لئے کام کرتا ہے تو خدا بھی اس کے خلوص کا بہترین صلہ دیتا ہے۔ (۱)

انسان کو دل کا نگہبان و دربان رہنا چاہیئے اور دل کی مقدس زمین میں خدا کے علاوہ کسی کو جگہ نہیں دینا چاہیئے۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

«اَلْقَلْبُ حَرَمُ اللّٰہِ وَلَا تُسْکِنُوا حَرَمَ اللّٰہِ غَیْرَ اللّٰہِ» (۲)

"دل حرم خدا ہے حرم خدا میں غیر خدا کو نہ بساؤ۔"

---

(۱) امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے خدا کے لئے قیام کیا، ملک سے نکالے گئے انقلاب کی کامیابی تک مصیبت اٹھائی، خدا نے بھی کروڑوں مسلمانوں کے دل میں ان کی محبت بٹھا دی، جب ایران تشریف لائے تو کروڑوں لوگوں نے آپ کا استقبال کیا اور رحلت کے بعد دس ملیون لوگوں نے تشیع جنازہ میں شرکت کی، چالیس روز کے اندر اندر آپ کا حرم بنایا گیا اور ملک کے دور افتادہ علاقوں سے لوگ مرقد کی زیارت کے لیئے دوڑ پڑے۔

(۲) بحار، ۷۰ر۲۵

اخلاص کے چند نمونے :۔

متقین کے صفات کے سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں :

«اذا زکی احدھم خاف مما یقال لہ» (۱)

"جب ان میں سے کسی کی تعریف کی جاتی ہے تو وہ اپنی اس تعریف سے خوف کھاتا ہے۔"

مردان خدا اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ہماری طرف لوگوں کی توجہ خدا کی عبادت میں رخنہ انداز نہ ہو جائے اور «یصدون عن سبیل اللہ» کا مصداق نہ ہو جائیں۔ (۲)

ایک رات جمہوری اسلامی (ایران) کے ٹیلیویژن پر ایک فوجی کا انٹرویو نشر ہو رہا تھا انٹرویو لینے والے نے سوال کیا: "آپ کا کام کیا ہے؟" اس نے جواب دیا: "مین کو تباہ کرنا." انٹرویو لینے والے نے دوسرا سوال کیا: "اب تک کتنی مین تباہ کی ہیں؟" اس نے کہا: "خدا کے لطف سے بہت زیادہ" اس نے پھر سوال کیا: "آپ کو ان کی تعداد معلوم ہے؟" اس نے جواب دیا کہ: "میں ڈرتا ہوں کہ کہیں شیطان مجھے غرور و عجب میں مبتلا کر دے اور میرے وہ دوست جو زیادہ کامیاب نہیں ہو سکے احساس کمتری کا شکار نہ ہو جائیں۔ اللہ اکبر!...

دوسرا نمونہ :۔

نقل کیا گیا ہے کہ آیت اللہ سید عبد الہادی شیرازیؒ مرحوم کے ایک شاگرد نے دوران درس اشکال کیا، استاد جتنا نرمی سے جواب دیتے تھے وہ قبول نہیں کرتا تھا، درس تمام ہونے کے بعد شاگرد استاد کے پاس آیا اور پھر اشکال کرنے لگا تو مرحوم شیرازیؒ نے

---

(۱) نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۳
(۲) اعراف / ۴۵

چودہ[1] علمی جواب دینے تو دوسرے شاگردوں نے استاد کے تبحر علمی کو دیکھ کر عرض کی کہ : "دوران درس آپ نے یہ جوابات کیوں نہیں دیئے تھے ؟" مرحوم فرماتے ہیں: "یہ جوابات میرے ذہن میں تھے لیکن بیان کرنے سے میں اس لئے ڈر رہا تھا کہ طلباء حیرت زدہ نہ رہ جائیں اور میں غرور و عجب میں مبتلا نہ ہو جاؤں اس لئے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ وہ آزادانہ سوالات کرتا رہے تاکہ اس میں اپنی بات کہنے کی صلاحیت بھی زندہ رہے۔"

روح کی اس بلندی پر خلوص نیت پہونچاتا ہے بعض افراد سب کچھ ہونے کے باوجود اپنے جذبات کو ظاہر نہیں کرتے اور بعض ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ ایک کوڑا دان راستہ کی درستگی میں دیدیتے ہیں تو اپنا نام لکھ دیتے ہیں تاکہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ یہ فلاں شخص نے دیا ہے۔

اولیائے خدا صرف خدا کے لئے عمل و عبادت کرتے ہیں اور اسی کی طرف لو لگاتے ہیں، ان کے ہر عمل میں خدائی رنگ جھلکتا ہے کہ جو زوال پذیر نہیں ہے: صبغة الله (1) خدائی رنگ سے بہتر اور کون رنگ ہو سکتا ہے کہ جو مٹ نہیں سکتا کہ جس پر گرمی و سردی، فقر و ثروت اور شہرت و گمنامی اثر انداز نہیں ہوتی۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

«أَخْلِصْ لِلّهِ عَمَلَكَ وَعِلْمَكَ وَبُغْضَكَ وَأَخْذَكَ وَتَرْكَكَ وَكَلامَكَ وَصَمْتَكَ» (2)

"اپنے علم و عمل اور بغض کو اور لین، دین اور گویائی اور خاموشی کو صرف خدا کے لئے انجام دو۔"

---

(1) بقرہ / ۱۳۸

(2) فہرست غرر، کلمۂ اخلاص

اس صورت میں تمھارے آثار واعمال باقی رہ سکتے ہیں اور جس چیز میں خدا کا رنگ ہے وہ باقی رہنے والی ہے:

«كُلُّ شَيءٍ هالِكٌ إلّا وَجْهَهُ» (۱)

اور جس چیز میں خود نمائی، شہرت طلبی، ریاکاری ہوگی اس کا کوئی عوض انسان کو نہیں ملے گا۔

عبادت میں خلوص:۔

تمام عبادتوں کو بقصد قربت انجام دینا چاہیئے اور اگر عبادت کا کوئی حصہ بھی غیر خدا کے لئے انجام پائے گا تو عبادت باطل ہو جائے گی مثلاً نماز میں ایک واجب بھی غیر خدا کے لئے انجام پائے گا تو نماز باطل ہے اگر کوئی مستحب کام بھی ریاکاری کی بنا پر انجام پذیر ہوتا ہے یا عبادت کا وقت (اول وقت نماز پڑھنا) اور جگہ (مسجد میں پہلی صف میں نماز پڑھنا) غیر خدا کے لئے ہو تو نماز باطل ہے یہاں تک کہ سردیوں میں بخاری "الف" کے پاس کھڑے ہوئے تاکہ گرمی بھی ملتی رہے اور نماز بھی ادا ہوتی رہے اس میں بھی نماز باطل ہے۔

خداوند عالم اس عمل کو قبول فرماتا ہے کہ جو زمان و مکان اور کیفیت کے لحاظ سے خالص ہو اور اس میں کسی کو خدا کا شریک قرار نہ دیا گیا ہو۔

«وَلا يُشْرِكْ بِعِبادَةِ رَبِّهِ أحَداً» (۲)

"اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ قرار دو"۔

حدیث ہے کہ اگر کوئی سپاہی (فوجی) تعصب یا مال غنیمت یا قدرت و شجاعت کے اظہار کے لئے جنگ کرتا ہے تو اس کا یہ عمل باطل و بے قیمت ہے۔ (۳)

---

(۱) قصص/ ۸۸ (۲) کہف/ ۱۱۰ (۳) محجۃ البیضاء، ۶/ ۱۴۱ "الف" ایران میں سردیوں کے زمانہ میں ہیٹر نما تیل اور بجلی سے جلنے والا آلہ ہے۔

خلوص اختیار کرنا اور ریا سے دور رہنا اس قدر مشکل ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں:

"انسان کے کاموں میں شرک اس چیونٹی کی چال سے زیادہ باریک طور پر داخل ہوتا ہے کہ جو تاریک رات میں کالے پتھر پر چلتی ہے"۔ (۱)

اخلاص کے سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام کے بہت سے اقوال ہیں لیکن یہاں چند کے نقل کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔ (۲)

«الإخلاص غايةٌ»:

"نیت خالص، مطلوب ومقصد کی انتہا ہے"۔

«الإخلاص فوزٌ»

"اخلاص رستگاری ہے"۔

«الإيمانُ إخلاصُ العمل»

"ایمان، کاموں میں خلوص کا نام ہے"۔

«الإخلاصُ أعلى الإيمان»

"اخلاص، ایمان کا بلند ترین مرتبہ ہے"۔

«العمل كلُّهُ هباءٌ إلا ما أُخلِصَ فيه»

"تمام کوششیں بیکار ہیں سوائے ان کے جن میں خلوص کارفرما ہو"۔

---

(۱) تحف العقول ص ۴۸۷
(۲) یہ حدیثیں "غرر الحکم" کے حصۂ اخلاص سے نقل کی گئی ہیں۔

«ثَمَرَةُ الْعِلْمِ إِخْلَاصُ الْعَمَلِ»

"عظمت خدا کے علم کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان اس کے غیر کے لئے کوئی کام نہ انجام دے۔"

«بِالْإِخْلَاصِ تُرْفَعُ الْأَعْمَالُ»

"اعمال کی رفعت، اخلاص سے وابستہ ہے۔"

«لَوْ خَلَصَتِ النِّيَّاتُ لَزَكَتِ الْأَعْمَالُ»

"اگر نیتوں میں خلوص آجائے تو اعمال رشد وکمال تک پہونچ جائیں۔"

«مَنْ أَخْلَصَ بَلَغَ الْآمَالَ»

"جو صرف "فی سبیل اللہ" کام کرتا ہے وہ اپنی امیدوں کو پالیتا ہے۔"

اور دوسری بہت سی حدیثیں ہیں کہ جن سے اخلاص کے بلند مرتبہ اور اعمال میں خلوص کی قدر وقیمت کا پتہ چلتا ہے۔

نیت کے دنیوی آثار

اخروی پاداش اور معنوی فوائد کے علاوہ کہ جو اخلاص کا نتیجہ ہیں بہت سے دنیوی فوائد وآثار بھی ہیں، بعض کی طرف یہاں اشارہ کیا جاتا ہے۔

۱ ـــــ معاشرہ کا انتظام:۔

اگر معاشرہ کے ذمہ داروں میں حسن نیت اور خلوص ہو تو عدالت کا بخوبی نفاذ ہوجائے اور تمام کام بآسانی انجام پاجائیں۔ حضرت علی علیہ السلام مالک اشترؒ سے فرماتے ہیں:

«اِسْتَعِنْ عَلَى الْعَدْلِ بِحُسْنِ النِّيَّةِ فِي الرَّعِيَّةِ» (۱)

"حسن نیت کے ذریعہ اجتماعی عدالت قائم کرنے میں
لوگوں سے مدد حاصل کرو۔"

جذبۂ خلوص، عدالت ایجاد کرنے کے لئے بہترین ہتھیار ہے۔

(۲)——اقتصادی حالت کی بہتری:۔

خیرخواہ اور زندہ دل و مخلص افراد، امور اقتصادی اور کسب و کار میں بھی کامیاب ہیں وہ اپنے خلوص کی بناپر اجتماعی حیثیت سے معتبر اور خریداروں کو کھینچنے اور لین دین میں اعتماد حاصل کرنے میں ماہر ہیں۔

شاید حضرت علی علیہ السلام کا یہ کلام اس مسئلہ سے مربوط ہو جیسا کہ فرماتے ہیں:

«رِزْقُ الْمَرْءِ عَلَى قَدْرِ نِيَّتِهِ» (۲)

"نیت کے مطابق ہر ایک کا رزق ہے۔"

(۳)——اجتماعی روابط کی بہتری:۔

نیک نیت اور خوش باطن افراد کے دلوں میں گنجائش ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر وہ کسی سے کوئی اختلاف رکھتے ہیں تو وہ بھی حسن نیت کی بناپر اسی لئے ان کی زندگی تلخ نہیں ہوتی لوگ انھیں دوست رکھتے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

«مَنْ حَسُنَتْ نِيَّتُهُ كَثُرَتْ مَثُوبَتُهُ وَطَابَتْ عِيشَتُهُ وَوَجَبَتْ مَوَدَّتُهُ» (۳)

---

(۱) نہج البلاغہ، نامہ ۵۳ (۲) فہرست غرر ص ۳۹۸ (۳) فہرست غرر ص ۳۹۹ "نیت"

"جس کی نیت اچھی ہوگی اس کی وقعت زیادہ اور پاکیزہ
ترین زندگی ہوگی اور اس سے دوستی کرنا لازم ہے۔"

یہ اچھی اور صالح نیت کے آثار تھے اس کے برعکس اگر نیت خراب اور بد ہے تو اس کے آثار بھی خود اسی انسان پر مترتب ہوتے ہیں ان آثار میں عذاب آخرت کے علاوہ معاشرہ کی لعنت وملامت بھی شامل ہے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

«اذا فسدت النیۃ وقعت البلیۃ» (۱)

"جب نیت فاسد ہو جاتی ہے تو بلاؤں کا نزول ہوتا ہے۔"

نیک نیت اور اچھے محرک کا مالک، کمزور و ناتواں جسموں کے ذریعہ بھی اہم کام انجام دیتا ہے اگر محرک و مقصد مضبوط اور خدا کے لیئے ہے تو نہ اس میں تکان کوئی چیز ہے اور نہ مایوسی و ناامیدی، اسی لئے تو کسی بھی ولیٔ خدا میں اعصاب کی کمزوری اور خود باختگی نہیں ہوتی یہاں تک کہ بڑھاپے میں بھی ان میں یہ آثار نہیں پائے جاتے کیونکہ ان کے دل و جان خدا کے لئے نیت خالص سے سرشار ہیں وہ اسی سے مدد لیتے ہیں اور تمام مشکلات، بحرانی حالات، دشمنوں اور بڑی طاقتوں کے مقابلہ میں ڈٹ جاتے ہیں، اس کا منہ بولتا نمونہ امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ ہیں کہ انھوں نے قلب مطمئن اور یاد خدا کے ساتھ بڑی طاقتوں سے گھٹنے ٹکوا دیئے تھے۔

روز عاشورہ امام حسین علیہ السلام عزیزوں کی شہادت اور دوسرے تمام مصائب کے باوجود اور اپنے خانوادہ کی اسیری کو دیکھ رہے تھے لیکن جیسے جیسے آپ پر عالم تنہائی طاری ہو رہا تھا اور عزیز و انصار شہید ہو رہے تھے آپ کا چہرہ عشق خدا میں روشن ہوتا

---

(۱) فہرست غرر ص ۴۹۸، کلمہ "نیت"۔

جارہا تھا اور خدا پر آپ کا توکل بڑھتا ہی جارہا تھا۔

: هَوَّنَ عَلَيَّ أَنَّهُ بِعَيْنِ اللّٰهِ.

"جو ان مصیبتوں کو مجھ پر آسان کرتا ہے وہ خدا ہے کہ جس
کے سامنے میں سب کو دیکھ رہا ہوں اور وہ بھی شاہد ہے"

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں :

«ما ضَعُفَ بَدَنٌ عَمّا قَوِيَتْ عَلَيْهِ النِّيَّةُ» (۱)

"جب کسی چیز کے متعلق نیت صحیح واستوار ہو تو بدن کو کمزوری
کا احساس نہیں ہوتا"

شاید یہ انسان کی رفتار عمل میں اس کی نیت کے روحانی اور نفسیاتی آثار کی طرف اشارہ ہے۔

نیت عمل کے مثل ہے

نیک نیتی اور اچھے کاموں کا ارادہ کرنا چونکہ انسان میں تغیر پیدا کرتا ہے اپنی ذمہ داری دل سوزی اور مستقبل ساز علامت ہے لہٰذا یہ ارادہ عمل کے مثل ہے اور خداوند عالم اس کی جزا بھی دیتا ہے۔ رسول خداؐ، ابوذرؓ سے فرماتے ہیں :

«هُمَّ بِالْحَسَنَةِ وَإِنْ لَمْ تَعْمَلْهَا لِكَيْلا تُكْتَبَ مِنَ الْغافِلِينَ» (۲)

---

(۱) بحار ۷۰، ر ۲۰۵
(۲) محجة البیضاء ۵ ر ۷

نیک کاموں کا ارادہ کیا کرو خواہ ان کو انجام نہ دے سکو تاکہ غافلوں میں تمہارا شمار نہ ہو۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

«مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ» (۱)

"جو نیک کام کی انجام دہی کا ارادہ کرتا ہے لیکن اسے انجام نہیں دے پاتا اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔"

پیغمبرؐ شہادت کی آرزو کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

«مَنْ سَأَلَ اللهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلَىٰ فِرَاشِهِ» (۲)

"جو سچے دل سے خداوند عالم سے شہادت طلب کرتا ہے اگر وہ بستر ہی پر مرے گا تو بھی خدا قیامت کے دن اس کو شہیدوں کی صف میں جگہ مرحمت فرمائے گا۔"

نیت خامیوں کا جبران کرتی ہے

انسان کا علم اور اس کی قدرت و امکانات محدود ہیں وہ اپنی تمام تمناؤں کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتا لیکن نیت اس کا جبران کرتی ہے اور ختم نہ ہونے والی آرزوؤں کے پیکر انسان اور محدود وسائل کے درمیان اتصال پیدا کرتی ہے مثلاً اگر کسی کی یہ آرزو ہے کہ میں سارے گمراہ انسانوں کو ہدایت کروں گا اور وہ اس سلسلہ میں کافی جدوجہد بھی کرتا ہے لیکن کامیاب نہیں ہوتا ہے تو یہاں اس کی نیت کے لحاظ سے پورے کام کا ثواب ملے گا۔

(۱) بحار ۷۰/۱۹۹ (۲) بحار ۷۰/۲۰۱

دوسری طرف بُری نیت میں بھی زمان و مکان کے شرائط ہیں اور بُرے کام کے برے نتائج کی بازگشت صاحب نیت کی طرف ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص فساد و گناہ اور لوگوں پر ظلم کرنے میں ظالم کا ہم خیال ہوگا اور اس کے افعال سے راضی ہوگا تو گناہوں میں بھی اس کا شریک قرار پائے گا۔

قرآن مجید، حضرت صالحؑ کی اونٹنی کے پے کرنے کو جو خدا کا ایک معجزہ تھا" کی نسبت آپ کے تمام مخالفوں کی طرف دیتا ہے جب کہ وہ سب اس ظلم میں شریک نہ تھے لیکن دلی طور پر اس سے راضی تھے۔

پس، غیر و شر کی رضا بھی) انسان کو زمان و مکان کی قیدوں سے باہر کھینچ لاتی ہے اور ثواب و عقاب میں اس کا شریک بناتی ہے، یہ مطلب متعدد روایات میں بیان ہوا ہے۔

اخلاص سے قریب ہونے کا طریقہ

عمل و نیت میں اخلاص سے نزدیک ہونے کے لیے چند طریقے یہ ہیں۔

① —— قدر و قیمت کا خیال :۔

جو لوگ اپنا مال کم داموں پر فروخت کرتے ہیں یا جنس کو نہیں پہچانتے کہ سونا ہے یا لوہا، ریشم ہے یا روئی ؟ یا خریدار کو نہیں پہچانتے یا بازار کی قیمت سے آگاہ نہیں ہوتے یا موجودہ نرخ سے بے خبر رہتے ہیں۔ قرآن اس انسان کی کہ جو اپنے اعمال کو بیہودگی سے تباہ نہ کرے تینوں راستوں میں راہنمائی کرتا ہے۔

(۱) ——— جنس: قرآن، انسان کو خلیفۂ خدا، کائنات کا نچوڑ (لب لباب) دنیا کی تخلیق کا مقصد سمجھتا ہے۔

(۲) ——— خریدار: خود خدا ہے کہ جو انسان کے نیک اور شائستہ اعمال کو خریدتا ہے اور دوسرے خریداروں سے کئی جہتوں سے ممتاز ہے۔

● ——— الف: مہنگا خریدتا ہے (جنّت کے عوض)

● ——— ب: مختصر اعمال کو بھی قبول کرلیتا ہے (فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ) (۲)

"جو ذرہ برابر عمل خیر کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔"

● ——— ج: نیت خیر کی بھی جزا دیتا ہے۔

● ——— د: برے کاموں کی پردہ پوشی کرتا ہے اور خوبیوں کو اجاگر کرتا ہے: (واظہر الجمیل وستر القبیح)

(۳) ——— نرخ: (قیمت) انسان کی قیمت جنت اور خدا کی خوشنودی ہے اور جو کوئی اپنے کو اس سے کم میں فروخت کرے وہ خسارے میں ہے۔ قرآن کی تعبیر کے لحاظ سے گناہگاروں نے خود خسارہ مول لیا ہے (خسروا انفسہم) اور جو لوگ گمراہی کے راستوں پر گامزن ہیں قرآن نے بارہا ان کو تجارت میں خسارہ اٹھانے والوں سے تعبیر کیا ہے: (فما ربحت تجارتہم) "ان کی تجارت نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا۔"

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

«لبئس المتجر أن ترى الدنيا لنفسك ثمناً» (۳)

"کتنی بری تجارت ہے کہ تم دنیا کو اپنی قیمت سمجھتے ہو!"

اگر انسان اپنی قیمت سے آگاہ ہوجائے تو غیر خدا کے لئے کوئی عمل انجام دینے کیلئے تیار نہ ہو۔

---

(۱) ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم کی طرف اشارہ ہے۔ (۲) زلزال ۷،۸

(۳) نہج البلاغہ، خطبہ ۳۲

۲ ـــــ مخلوقات میں تفکر :۔

مخلوقات کے بارے میں زیادہ غور و فکر کرنا ہمیں خدا کی عظمت و قدرت کی شناخت کراتا ہے اور نتیجہ میں ہم خدا کے لئے کام کرنے لگتے ہیں اور اخلاص سے قریب ہو جاتے ہیں۔

۳ ـــــ خدا کی صفات پر توجہ کرنا :۔

خدائے متعال کے اوصاف کو جاننا اور انھیں وردِ زبان رکھنا اور ذہن میں محفوظ رکھنا خدا پر توجہ کرنا اس کے غیر سے قطع تعلق کا سبب ہوتا ہے اور انسان کو رفتہ رفتہ اللہ والا بناتا ہے مثلاً دعائے جوشن کبیر میں اوصاف و اسمائے خدا کے بارے میں غور کرنا مفید ہے۔

۴ ـــــ نعمتوں کے بارے میں غور کرنا :۔

خداوند عالم کی نعمتوں کی شناخت اور ان کے بارے میں سوچنا انسان کو خدا کا شیفتہ بناتا ہے اور دل کو خانۂ عشق خدا بناتا ہے (والذین آمنوا اشد حبا للہ) اسی لئے تو اسلامی دعا اور ائمہ معصومینؑ کی مناجات میں نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے من جملہ دعائے ابو حمزہ ثمالیؒ میں امام سجاد علیہ السلام ایک ایک نعمت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں :

خدایا ! میں چھوٹا تھا تو نے مجھے بزرگ کیا۔

میں ذلیل تھا تو نے مجھے عزت بخشی۔

میں جاہل تھا تو نے مجھے علم و آگہی سے نوازا۔

میں بھوکا تھا تو نے مجھے شکم سیر کیا۔

میں برہنہ تھا تو نے مجھے لباس عطا کیا۔

میں گمراہ تھا تو نے میری ہدایت کی۔

میں فقیر تھا تو نے مجھے بے نیاز کیا۔

میں بیمار تھا تو نے مجھے شفا عطا کی۔

میں نے گناہ کیا تو نے چھپایا۔

اور بہت سی نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ امام حسین علیہ السلام بھی دعائے عرفہ میں خدا کی نعمتوں کا تذکرہ فرماتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ عشق الٰہی قلب انسان میں زندہ ہو جائے اور انسان صرف خدا کا عشق اختیار کرے، فقط اس کی رضا کے لئے کام کرے اور اخلاص سے قریب ہو جائے۔

۵ —— قطعی فائدہ پر توجہ :-

جو لوگ غیر خدا اور دنیا کے لئے کوشش کرتے ہیں ہو سکتا ہے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں اور ممکن ہے کامیاب نہ ہوں لیکن جو لوگ خدا و آخرت کے لئے کام کرتے ہیں ان کے کاموں کا نتیجہ قطعی اور حتمی ہے۔ قرآن کہتا ہے:

«فمن أراد الآخرة وسعىٰ لها سعيها وهو مؤمنٌ فاؤلئك كان سعيهم مشكوراً» (۱)

"جو شخص آخرت کا خیدا اور اس کے لئے کوشاں ہے اور صاحب ایمان بھی ہے تو اس کی کوشش یقیناً مقبول ہے اور وہ اپنی آرزو کو پالے گا۔"

---

(۱) اسراء، ۱۸

پس خدا کے لیئے عبادت و کوشش یقیناً نتیجہ بخش ہے۔

۶ ——— دنیا کی بے ثباتی کے بارے میں غور کرنا :۔

جن لوگوں کا مقصد خدا کے علاوہ دنیا ہے، جن کی نظروں میں دنیا کی قدر و قیمت ضرورت سے زیادہ ہے جب کہ بابصیرت افراد کی نظروں میں آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی اور خدا کے مقابلہ میں لوگوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ جن کے لیئے وہ کوشش کریں۔ قرآن مجید میں دنیا کی بے ثباتی، بے قیمتی اور اس کی نیرنگی اور غرور آفرینی کو مختلف تعبیروں سے یاد کیا گیا ہے اور دنیا کو «متاع الغرور»، «لعب ولهو»، «زهرة الحياة الدنيا» و «متاع الدنيا قليل» . . . ایسے ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ یہ تعبیریں اس ذات نے استعمال کی ہیں کہ جو دنیا کا پیدا کرنے والا ہے، جو دنیا کی حقیقت کو دوسروں سے بہتر جانتا ہے، جو شخص اخلاص حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ دنیا کا مفتون و فریفتہ نہ ہو۔

۷ ——— مخلوقات کی ناتوانی پر توجہ :۔

خدا قادر مطلق ہے اور سارے کام اسی کے ہاتھ میں ہیں اس بنا پر کوئی اس لائق نہیں ہے کہ اسے مورد توجہ قرار دیا جائے اور عبادتیں خدا کے علاوہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیئے انجام دی جائے۔

قرآن کی تعبیر کے لحاظ سے باطل و جھوٹے خدا ایک مکھی کو بھی پیدا نہیں کر سکتے۔(۱)

---

(۱) حج / ۷۳۔

نیز بشر کی ناتوانی کے بارے میں کہتا ہے: اگر ایک دن سارا پانی خشک ہو جائے اور تم زمین کو کھود کر اس تک پہونچ جاؤ تو وہ کون ہے جو خوش گوار پانی بہاتا ہے ؟ (۱) اور اگر خدا رات کو دائمی بنا دے تو پھر کون ہے جو تمھارے لئے روشنی لا سکے ؟ یا دن کو دائمی بنا دے تو پھر تمھارے لیئے رات کو کون لائے گا جس میں تم آرام کر سکو ؟ (۲)

یہاں تک کہ جن کو خدا کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے وہ دنیا و آخرت میں کچھ کام نہیں آسکتے اور جن لوگوں نے غیر خدا کی عبادت کی ہوگی وہ قیامت میں حسرت و یاس میں گرفتار ہوں گے کیونکہ وہ ان چیزوں کو راضی کرنے میں لگے ہوئے تھے جو ناتواں اور بے اثر تھے۔

متعدد، بے شمار خداؤں کو راضی کرنے سے خدائے یکتا کہ جو سریع الرضا ہے کو راضی کرنا کہیں آسان ہے اور جو شخص خدائے یکتا کے علاوہ غیر کی طرف لو لگاتا ہے وہ زیادہ گرفتاریوں اور دشواریوں میں مبتلا ہوتا ہے۔

(۸) ——— دوسروں سے عبرت حاصل کرو:-

جو لوگ تراشے ہوئے خداؤں اور غیر خدا سے امید رکھتے ہیں ان میں سے بہت سے دردناک عذاب میں مبتلا ہوئے ہیں ان کی بپتی پر توجہ کرنا بھی عبرت آموز ہے (جو) انسان کو اخلاص سے قریب کر سکتی ہے اور غیر خدا کی بے اعتباری کو روشن کرتی ہے۔

(حضرت) نوحؑ کا بیٹا خدا سے روگرداں ہوا اور پہاڑ پر اعتماد کر بیٹھا کہ طوفان کے وقت پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور بچ جاؤں گا لیکن موجوں کی لپیٹ میں غرق ہو گیا۔

قارون نے حضرت موسیٰؑ کی دعوتِ حق سے بے اعتنائی کی اور اپنی دولت و ثروت

---

(۱) ملک / ۳۰
(۲) قصص / ۷۱ و ۷۲

کی بہتات پر مغرور ہوگیا لیکن زمین اس کو نگل گئی اور اس کے دوستوں میں سے کوئی بھی اس کے کام نہ آسکا: «فما کان له من فئة ینصرونه» (۱)

بہت سے ثروت مند اور خوش حال لوگ اپنا جمع کیا ہوا مال چھوڑ کر چلے گئے اور وہ خزانہ ان کے کچھ کام نہ آسکا «کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم» (۲) "لوگ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے اور کتنی ہی کھیتیاں چھوڑتے ہیں اور چلے جاتے ہیں"۔

بہت سے ریاکار ہیں جو خود فریبی میں ایک زمانہ تک اپنے کو مخلص و پرہیزگار ظاہر کرتے رہے لیکن خدا نے ان کی حقیقت کو آشکار کر دیا تو ذلیل ہو گئے:

«والله مخرج ما کنتم تکتمون» (۳) "جو تم چھپاتے ہو خدا اسے آشکار کر دیتا ہے"۔

جو لوگ ریاکاری اور دکھلاوے کے کاموں سے لوگوں کو بے وقوف بنانا چاہتے ہیں اور خدا کو فریب دیتے ہیں تو مکر خدا ان کے دامنگیر ہو جاتا ہے۔ ایسے بہت سے افراد کو ہم بطور نمونہ جانتے ہیں ان کے حالات بھی عبرت آموز ہیں (اور یہ اس لئے ہے) تاکہ انسان اخلاص کا حامل ہو جائے اور فریب و ریا سے پرہیز کرے۔

۹ — آخرت میں ریاکاروں کا انجام :-

ابھی تک جو کچھ بیان ہوا ہے اس کا بیشتر حصہ عواقب دنیا سے مربوط تھا، قیامت میں ریاکاروں کی بڑی رسوائی ہوگی اور ان کا انجام بہت دشوار اور بہت عبرت انگیز ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ: "دوزخ و ویل ان لوگوں کے لیے ہے جو نماز میں ریا کرتے تھے اور نماز کو سبک سمجھتے تھے۔ (۴)

---

(۱) قصص / ۸۱ (۲) دخان / ۲۶ (۳) بقرہ ۷۲ (۴) ماعون / ۵ و ۶

حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ریاکار کو چار ناموں سے پکارا جائے گا۔

(۱) کافر (۲) فاجر (۳) غادر (۴) خاسر۔

کافر، اس لیئے کہ اس نے عقیدہ کی رو سے خدا کو حاضر و ناظر نہ سمجھا۔

فاجر، اس لیئے کہ اس نے غیر خدا کے لیئے کام کیا اور حصار عبودیت و بندگی اور مقصد تخلیق کی انجام دہی سے باہر ہوگیا ہے۔

غادر، اس لئے کہ اس نے اس خصلت سے دھوکا دیا ہے۔

خاسر، اس لئے کہ اس نے عمر گنوادی اور کچھ حاصل نہ کرسکا۔

اس کے بعد اس سے کہیں گے: تیرے اعمال تباہ ہوگئے آج ان کی کوئی جزا نہیں ہے اپنے کام کی اجرت ان سے لو جن کی خوشنودی کے لیئے تم نے یہ کام کیا تھا۔ (۱)

پس، قیامت کے روز ریاکاروں کی حسرت ناک حالت پر توجہ کرنا بھی انسان کو اخلاص سے نزدیک کردیتا ہے۔

سالم نیتیں

ریاکار اور ناقص نیتوں کی بہت سی شکلیں ہیں۔

بعض کی طرف اشارہ کیا جا چکا (اسی طرح) قصد قربت اور خدا کے لیئے نیت بھی ممکن ہے کہ مختلف قالبوں میں ظاہر ہوں البتہ بعض ان میں بھی زیادہ قیمتی ہوں گی ان قالبوں میں سے بعض یہ ہیں۔

---

(۱) سفینۃ البحار جلد ۱ ص ۴۹۹

(۱) —— عدالت الٰہی کا خوف :-

عدالت الٰہی میں کبھی دوزخ کے خوف سے عبادت کرنا اور گناہوں سے بچنا بھی باعث مواخذہ ہوتا ہے۔ قیامت کی سختیوں اور دشواریوں کا خوف بھی کبھی کاموں میں خلوص کا باعث بن جاتا ہے۔ حضرت امیرالمومنین و حضرت فاطمہ علیہما السلام کے خلوص کی بنا پر (یتیم و اسیر و مسکین کو) کھانا کھلانے کے بارے میں قرآن کہتا ہے :

«انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا» (۱)

"ہم (نے مسکین و یتیم اور فقیر کو اپنا کھانا دے دیا) اپنے
پروردگار سے اس دن کے بارے میں ڈرتے ہیں
جس دن چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں گی۔"

(۲) —— جزا کی امید :-

بہشت کی جزا پانے کے لیئے بھی عبادت میں سالم نیت درکار ہے، قرآن مجید نے سیکڑوں آیتوں میں بہشت اور اس کی لذتوں کو عمل صالح کرنے والوں کی جزا قرار دیا ہے اور بہت سی روایات میں بھی آخرت کی جزا اعمال صالح کرنے والوں کے لیئے بیان ہوئی ہے اور یہ جزا انسان کے اندر اعمال خیر کرنے کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔

(۳) —— نعمتوں کا شکر :-

خدا کی بے شمار نعمتوں کا شکر بھی کچھ صالح نیت کی وجہ سے ہے وہ بھی عبادت

---

(۱) دہر آیہ ۱۰

شمار ہوتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں :

«لَوْلَمْ يَتَوَعَّدِ اللهُ عَلَى مَعْصِيَتِهِ لَكَانَ يَجِبُ أَلَّا يُعْصَى شُكْراً لِنِعَمِهِ»(۱)

"اگر خدا نافرمانی پر عذاب کا وعدہ نہ کرتا تو بھی یہ واجب تھا کہ اس کی نعمتوں کی سپاس کے تحت معصیت نہ کی جائے۔"

④ —— حیا :-

کبھی کسی کام کو انجام دینے یا ترک کرنے کا باعث پروردگار سے شرم ہوتی ہے جب انسان دنیا کو خدا کے سامنے سمجھتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے تو خدا کے احترام میں تخلف اور معصیت نہیں کرتا۔ حدیث میں ہے :

«أُعْبُدِ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ»

"اللہ کی عبادت اس طرح کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اگر تم اسے نہیں دیکھتے وہ تو تمھیں دیکھتا ہے۔"

⑤ —— خدا کی محبت :-

جن لوگوں کی عبادت کا محرک عشق و محبت خدا ہے اور وہ خدا ہی کو لائق عبادت سمجھتے ہیں ایسے عابدوں کا نمونہ حضرت علی علیہ السلام ہیں کہ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں :

"ایک گروہ جنت کی طمع میں خدا کی عبادت کرتا ہے یہ تاجروں کی عبادت ہے، بعض جہنم کے خوف سے

---

(۱) نہج البلاغہ، حکمت ۲۹۰

خدا کی پرستش کرتے ہیں یہ غلاموں کی عبادت ہے

لیکن آزاد مرد اس کی نعمتوں کی سپاس میں عبادت کرتے

ہیں۔"(۱)

اور ایک مناجات میں عرض کرتے ہیں:

"خدایا! میں نے تجھے لائق عبادت پایا تو عبادت کی۔"

: بَلْ وَجَدتُكَ أهلاً لِلعِبادةِ فعبدتک.

قیامت میں بھی لوگ نیتوں کے لحاظ سے محشور ہوں گے۔ رسول خداؐ فرماتے ہیں:

: «إنّما يُحشَرُ النّاسُ علىٰ نيّاتِهِم» (۲)

"لوگ صرف نیتوں کے لحاظ سے محشور ہوں گے۔"

حکمت کی دانشگاہ

اخلاص وہ یونیورسٹی ہے کہ جس کے فارغ التحصیل چالیسؒ روز میں حکمت کے بلند مراتب پر پہونچ جاتے ہیں اور اخلاص کے سایہ میں بصیرت ویقین کی اس منزل پر پہونچ جاتے ہیں جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ رسول خداؐ سے ایک حدیث میں منقول ہے:

«مَنْ أخلَصَ لِلّٰهِ أربعينَ صباحاً ظَهَرَتْ يَنابيعُ الحِكمةِ مِنْ قلبِهِ علىٰ لسانِه» (۳)

"جو شخص چالیسؒ شب و روز خدا کے لیے کام کرے

(وہ خدا کے الطاف کا مورد قرار پاتا ہے) حکمت و دانائی

اس کے قلب سے زبان پر جاری ہوتی ہے۔"

(۱) إنّ قوماً عبدوا الله رغبةً فتلك عبادة التجار وإنّ قوماً عبدوا الله رهبةً فتلك عبادة العبيد وإنّ قوماً عبدوا الله شكراً فتلك عبادة الأحرار (نهج البلاغة، حکمت ۲۳۷)

(۲) محجة البیضاء ۵/۷۷ (۳) جامع السعادات ۲/۴۰۴

اخلاص کے ریشے

ریا میں وہ لوگ گرفتار ہوتے ہیں جن کی ابھی یقین کی منزلوں تک رسائی نہ ہوئی ہو۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

«الأخلاص ثمرةُ اليقين» (۱)

اخلاص، یقین کا نتیجہ ہے۔"

ممکن ہے انسان، قیامت اور جزا وغیرہ کا علم رکھتا ہو لیکن جب تک علم میں یقین پیدا نہیں ہوجاتا اس وقت تک اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ سب جانتے ہیں کہ مردہ کوئی کام انجام نہیں دے سکتا لیکن اس کے باوجود بہت سے لوگ مردہ سے ڈرتے ہیں۔

ممکن ہے ریاکار خدا و قیامت اور حساب و کتاب سے آگاہ ہو لیکن اس کی آگہی چونکہ ابھی یقین تک نہیں پہونچی ہے لہٰذا اخلاص سے دور رہتا ہے یہ یقین، عبادت کے سایہ میں فراہم ہوتا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

«واعبُد ربّكَ حتى يأتيكَ اليقين» (۲)

اس وقت تک عبادت کر جب تک کہ یقین آجائے۔"

اگر ہم اس بات کا یقین پیدا کرلیں کہ دنیا محضرِ خدا ہے، عزت و ذلت اسی کے ہاتھ میں ہے، دنیا اور اس کے جلوے ایسا سرمایہ ہے جو کم فائدہ، ختم ہوجانے والا اور فریب دینے والا ہے تو ہم (خود بخود) اخلاص کی طرف بڑھ جائیں گے۔

---

(۱) فہرست غرر الحکم (۲) حجر آیہ ۹۹

اخلاص کی علامتیں

بہت سے ہیں کہ جو اپنے کو نیت وعمل کے سلسلہ میں مخلص سمجھتے ہیں لیکن اگر وہ اچھی طرح تحقیق کریں تو انھیں اپنے کاموں میں غیر خدا کی نیت مل جائے گی اسی لیے ہم اخلاص کی بعض علامتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

(۱) ــــ غیروں سے توقع نہ رکھنا :-

اس سلسلہ میں قرآن کریم ایک نمونہ پیش کرتا ہے اور وہ ہے حضرت علی وفاطمہ علیہما السلام کا اپنی افطاری دے دینا۔ امام حسن وامام حسین علیہما السلام عہد طفولیت میں بیمار ہوئے پیغمبرؐ اور کچھ صحابہ عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ بچوں کی شفا کے لئے نذر مان لو انھوں نے نذر مان لی کہ اگر شفایاب ہوں گے تو ہم تین روزے رکھیں گے خدا نے دونوں کو شفا عطا کی علی وفاطمہ علیہما السلام نے ایفائے نذر کے لئے روزہ رکھا وہ بزرگوار اپنے گھر میں زحمت سے روٹی پکاتے تھے پہلے ہی دن افطار کے وقت ایک بے نوا دروازہ پہ آیا اور انھوں نے اپنی روٹی اور غذا اسے دے دی اور خود پانی سے افطار کیا دوسرے تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔

جس خانوادہ نے تین روز تک بغیر کھانا کھائے روزے رکھے تھے وہ اڑے ہوئے رنگ کے ساتھ خدمت پیغمبرؐ میں پہونچا تو سورۂ دہر ان کی شان میں نازل ہوا کہ جو اس خالصانہ عمل کی طرف اس طرح اشارہ کرتا ہے :

«إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا» (۱)

"ہم تمھیں خدا کے لئے کھانا دیتے ہیں اور تم سے کسی جزا
اور شکریہ کے طلبگار نہیں ہیں۔"

انھوں نے اخلاص اور اللہ کے لیئے کھانا کھلایا، کھانا کھلانا اور بخشش دینا ان کی عادت تھی، جس کھانے کی انھیں خود ضرورت تھی وہ دے دیا اور سائلوں کے پے در پے آنے سے رنجیدہ نہ ہوئے اور نہ ہی وہ ان سے کوئی شکر وسپاس کی توقع رکھتے تھے۔

ممکن ہے انسان کبھی بغیر پیسے کے کام کرے لیکن اس کی خواہش یہ ہو کہ میرے اس کام کو معاشرہ میں شہرت دی جائے۔

کبھی زبان سے کہتا ہے کہ مجھے جزا نہیں چاہیئے لیکن دل میں سوچتا ہے کہ کچھ ملنا چاہیئے اور اگر کبھی اس کے اچھے کاموں کی قدر نہیں ہوتی تو کبیدہ خاطر ورنجیدہ ہوجاتا ہے اور اس طرح اگر اس کی شایان شان استقبال نہ ہو تو دل گیر ہوجاتا ہے یہ سب عدم اخلاص کی علامتیں ہیں مخلص وہ ہے کہ جس پر کسی کام کے سلسلہ میں لوگوں کی تنقید وتعریف کوئی اثر نہ کرے اور وہ اپنے وظیفہ پر عمل کرتا رہے، خواہ لوگ جانتے ہوں اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔

(۲) —— اصل تکلیف ہے نہ کہ نام

اخلاص کی دوسری علامت یہ ہے کہ انسان عمل میں اس چیز کو انجام دے جو ضروری اور تکلیف ہے خواہ اس میں روپیہ، نام، شہرت وغیرہ نہ ہو اور اس کے لیئے کوئی

(۱) انسان (دہر) آیہ ۹

فائدہ اور معاشرہ میں کوئی مقام پیدا نہ بھی ہو مثلاً نادار و محروم علاقوں کی خدمت کرنا یا دیہاتوں اور پسماندہ لوگوں کی مدد کرنا یا جہاں کی آب و ہوا خراب ہو وہاں کچھ کام کرنا یا ایسے کاموں میں مشغول ہونا جن میں اجتماعی نام و نمود بالکل نہیں ہے لیکن وظیفہ ہے۔

جوانی کے زمانہ میں ایک مرتبہ میں نے بچوں اور جوانوں کے لیئے دو کلاسیں رکھی تھیں اس وقت اگر کوئی جوان راستہ چلتے ہوئے مجھ سے ملحق ہوجاتا تھا تو میں اپنے کو بڑا سمجھتا تھا لیکن اگر بچے میرے پیچھے آتے تھے تو مجھے اپنے چھوٹے پن کا احساس ہوتا تھا۔ ایک روز ہم بازار سے گذر رہے تھے کہ ایک ناخواندہ بوڑھا دکان سے باہر آیا اور مجھ سے کہنے لگا: "آیا آپ خدا کے لیئے درس دیتے ہیں؟" میں نے بھی اس اطمینان سے کہ میں پیسے نہیں لیتا کہا کہ جی ہاں! اس نے کہا: "اگر واقعی آپ خدا کے لیئے پڑھاتے ہیں تو بچوں، بزرگوں اور جوانوں کا خدا ایک ہی ہے اگر وہ آپ کو بچوں کا ماسٹر اور بچوں کا کہانی سنانے والا کہتے ہیں تو آپ کو برا نہیں ماننا چاہیئے"۔

میں نے اس بزرگ کی بات کو ایک ارشاد الٰہی سمجھا کہ یہ مجھے الہام ہوا ہے بڑے لوگوں اور گمنام لوگوں کا خدا ایک ہی ہے، کاش ہم میں یہ جذبہ پیدا ہوجائے کہ مشہور و غیر مشہور جلسوں میں شرکت، بڑے اور کم مایہ لوگوں کے تقرب، مرکزوں میں نمود و بے نمود خدمت، سادہ اور ابتدائی لوگوں اور بڑی کلاس کے طلباء کو پڑھانا ہماری نظروں میں یکساں ہوجائے اور ہم خدا سے عزت طلب کریں، نہ کہ روپیہ، شہرت، سوٹ و بوٹ اور دستار و مقام وغیرہ سے۔

(۴) ——— پشیمان نہ ہونا:-

جو شخص خدا کے لیئے کام کرتا ہے اور کسی سے کوئی توقع نہیں رکھتا ہے وہ ہرگز اپنے کام پر پشیمان نہیں ہوتا کیونکہ اس نے خدا کے لیئے کام کیا ہے اور وہ اپنا اجر لے چکا ہے

خواہ دنیا اسے کوئی اجر و نتیجہ دے یا نہ دے۔

اگر آپ خدا کے لیئے کسی مومن کی عیادت کے لیئے تشریف لے گئے اور اتفاق سے وہ گھر پہ نہ مل سکا یا اسکان دیدار فراہم نہ ہو سکے تو آپ پشیمان نہیں ہوں گے کیونکہ آپ ثواب حاصل کر چکے۔ اگر ہم ہر روز لوگوں کے احترام واستقبال اور خدمت وبھکاریوں پہ منفعل ہوتے ہیں تو ہمیں اپنے قصد قربت میں تجدید نظر کرنا چاہیئے۔

④ —— استقبال کی یکسانیت یا بے اعتنائی :۔

اہل اخلاص کے لیئے وظیفہ کی انجام دہی میں کوئی تفاوت نہیں ہوتا کہ لوگ اسے سراہیں یا بے اعتنائی کا اظہار کریں ان کی نظروں میں تنقید وستائش برابر ہے اگر کوئی لوگوں کی تعریف سے سرور اور ان کی بے اعتنائی سے رنجیدہ ہوتا ہے تو یہ اس کے اخلاص کے ضعف کی دلیل ہے ممکن ہے کوئی اس کی یہ توجیہ کرے کہ میں اس لئے خوش ہوتا ہوں تاکہ لوگ حق کے ساتھ ہو جائیں اور ان کی بے اعتنائی سے اس لیئے رنجیدہ ہوتا ہوں کہ ان کے دین وایمان میں سردمہری ہے لیکن اس توجیہ سے درگذر کرتے ہوئے اپنے دل کی کیفیت دیکھنا چاہیئے کہ دل میں کیا ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

«للمرائي ثلاثُ علامات: يَكْسَلُ اذا كان وَحْدَهُ وينشطُ اذا كان في النّاسِ، ويزيدُ في العملِ اذا أُثنِيَ عليه وينقصُ اذا ذُمَّ» (۱)

---

(۱) محجۃ البیضاء ۶ / ۱۴۴

"ریاکار کی تین علامتیں ہیں جب تنہا ہوتا ہے تو سست
اور جب لوگوں کے درمیان ہوتا ہے تو (اپنی عبادت
وعمل سے) نشاط و خوشی کا اظہار کرتا ہے اگر لوگ
اس کی تعریف کرتے ہیں تو وہ اور زیادہ کام کرتا ہے
اور اگر تعریف نہیں کرتے ہیں تو سست پڑجاتا ہے۔

خداوند عالم ہمیں ایسی خطرناک بیماری سے محفوظ رکھے اور ہم اس ڈاکٹر کی طرح نہ ہوجائیں کہ جو ایک مرض کا اسپیشلسٹ و متخصص ہو اور خود اسی میں مبتلا ہوکر مرجائے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اخلاص کے بارے میں (کتابیں وغیرہ) لکھیں لیکن خود ریاو شرک کے ساتھ دنیا سے سفر کریں۔

⑤ —— عمل میں یکسانیت :-

مخلص انسان وظیفہ و تکلیف الٰہی کا ساختہ ہے نہ فضا و ماحول کی پیداوار اور نہ ہی اس اُس کا مرتبع، اس بنا پر جو اس کی تکلیف ہے اسے مستقل طور پر بجالاتا ہے اور اس عمل کی تکرار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ ہزار مرتبہ بجالانے سے بھی کبیدہ خاطر اور سست نہیں ہوتا ہے، ممکن ہے ضعف و بڑھاپے کی وجہ سے وہ کم عمل کرے لیکن اس کے نشاط و مسرت میں اس سے کمی واقع نہیں ہوتی۔

⑥ —— مال ومقام کا رکاوٹ نہ بننا :-

مخلص افراد کے لیے مال ومنال وظیفہ کی انجام دہی میں مانع نہیں ہیں (رکاوٹ پیدا نہیں کرسکتے) یہاں تک کہ وہ خود کو تکلیف پر قربان کردیتے ہیں اور اس راہ میں

وہ اپنی تمنا سے بھی درگذر کرتے ہیں۔ اگر وظیفہ کی انجام دہی میں اپنا مال ومقام مانع ہوتا ہے تو اخلاص رخصت ہوجاتا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

"اگر تمھارے ماں، باپ، بھائی، بیٹے اور بیویاں، مال، تجارت اور اچھی رہائش گاہ تمھاری نظر میں خدا ورسولؐ اور راہ خدا میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو خدا کے عذاب کے منتظر رہو۔ (۱)

مخلص انسان زمان ومکان اور ہمسر ومسکن کے خیالوں کا اسیر نہیں ہوتا وہ تو خدا کی رضا کو دیکھتا ہے۔

کہتے ہیں ایک گھوڑسوار ندی کے کنارے پہونچا اس نے لاکھ چاہا کہ گھوڑا پانی میں ڈال دے لیکن گھوڑے نے پانی میں قدم نہ رکھا پھر سوار خود پانی میں داخل ہوا اور گھوڑے کی لجام کھینچنے لگا گھوڑے نے پھر بھی اپنی جگہ سے حرکت نہ کی ایک حکیم بھی وہاں موجود تھا وہ کہنے لگا تم گھوڑے پر سوار ہوجاؤ اور تمھارے ہاتھ میں جو بیلچہ ہے اس سے پانی کو اتنا گدلا کردو کہ جس سے گھوڑا پار ہوجائے اس نے ایسا ہی کیا اور گھوڑا ندی عبور کرگیا۔

گھوڑسوار نے حکیم سے اس کی وجہ معلوم کی حکیم نے کہا: گھوڑا پانی میں اپنا عکس دیکھ رہا تھا اور وہ اپنے عکس پر قدم نہیں رکھنا چاہتا تھا لیکن جب اس میں مٹی مل گئی تو عبور کرگیا۔

جی ہاں ... جو لوگ خودبین اور مال ومقام سے علاقہ رکھتے ہیں اور انھیں سے سروکار رکھتے ہیں وہ مخلص نہیں بن سکتے ہیں کیونکہ اخلاص کی راہ میں تمام چیزوں سے درگذر کرنا پڑتا ہے۔

---

(۱) . قل إن كان آباؤكم ... (توبه، آیه ۲۴)

۷ — ظاہر و باطن میں یکسانیت :۔

ممکن ہے انسان ماحول یا کسی کی قربت کی بنا پر ایسے کام انجام دے کہ جو اس کے باطن کے خلاف ہوں یا اگر تنہائی اور خلوت میں ہو تو ان کاموں سے پرہیز کرتا ہے جنھیں لوگوں کے سامنے انجام دیتا ہے تو ایسے کاموں کو ریا کہتے ہیں البتہ ادب کی رعایت دوسری بات ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں :

«مَنْ لَمْ يَخْتَلِفْ سِرُّهُ وَعَلَانِيَتُهُ وَفِعْلُهُ وَمَقَالَتُهُ فَقَدْ أَدَّى الأَمَانَةَ وَأَخْلَصَ العِبَادَةَ» (۱)

"جس شخص کے ظاہر و باطن اور قول و عمل میں ہم آہنگی ہوتی ہے اس نے امانت الٰہی کو ادا کیا اور خلوص کے ساتھ عبادت کو انجام دیا ہے۔"

انسان کو اخلاص کے ساتھ اس کی پروا کئے بغیر کہ یہ کام فلاں کو پسند آئے گا یا نہیں اس سے وہ خوش ہو گا یا ناراض ، اپنے وظیفہ پر عمل کرنا چاہئیے اور راہ خدا میں کسی ملامت سے نہیں ڈرنا چاہئیے۔

قرآن کہتا ہے :

«يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ» (۲)

"وہ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔"

---

(۱) نہج البلاغہ ، نامہ ۲۶

(۲) مائدہ / ۵۴

۸ —— تعصب نہ رکھنا:۔

"اخلاص" انسان کو سعی پیہم، ہر جگہ کام کرنے کا حوصلہ اور ماندہ نہ پڑنے والا جذبہ عطا کرتا ہے، کبھی کام میں نسلی اور گروہی تمایل پیدا ہوجاتا ہے اگر کوئی اس پارٹی یا گروہ کا ممبر ہے تو خوشی خواہ اس کو انجام دے گا اور اگر اس کے دائرہ سے خارج ہوگیا تو پہلی فرحت کو کھو بیٹھتا ہے ممکن ہے نکلنے کے بعد وہ پارٹی کا مخالف ہو جائے اور اسکے کاموں میں رکاوٹ پیدا کرنے لگے یا گوشہ نشینی اختیار کرلے۔

مخلص انسان پارٹی میں منحصر و مقید نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی مخصوص تشکیلات ہوتی ہیں اور نہ وہ پارٹی بندی کے لحاظ سے تعصب اختیار کرتا ہے اور اگر کسی پارٹی میں اسے باطل نظر آجاتا ہے تو وہ اس سے الگ ہوجاتا ہے اور گروہ پرستی اور شرک آمیز قومی تعصبات اسی طرح خاندانی و علاقائی تعصبات (کہ جو روح اخلاص کے لیئے ناساز گار ہیں) سے دور ہٹ جاتا ہے۔

قرآن مجید کہتا ہے:

«وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ»
(۱)

"نژاد پرست یہودی، نصاریٰ کو حقیر سمجھتے ہیں اور متعصب
نصاریٰ، یہودیوں کو ذلیل سمجھتے ہیں۔"

ہاں! اگر کوئی پارٹی یا گروہ حق کی بنا پر وجود میں آیا ہے تو اس کی حمایت کرنا چاہیئے مطلب یہ ہے کہ اپنے باطل کو حق اور دوسرے کے حق کو باطل نہیں سمجھنا چاہیئے۔

---

(۱) بقرہ / ۱۱۳

۹ — جو کام ابھی انجام پذیر نہیں ہو سکے :۔

اگر اخلاص و دل سوزی ہوتی ہے تو انسان چھوٹ جانے والے لازم کاموں کی انجام دہی کی بھی کوشش کرتا ہے کیونکہ وہ ان کے خلا کو محسوس کرتا ہے اور دوسرا کوئی ان کو اس لئے انجام نہیں دیتا کہ ان میں یا تو نام و نمود محسوس نہیں کرتا ہے یا پھر انھیں اہم نہیں سمجھتا ہے۔

مثلاً ایک عمارت کے لیئے، شیشے، الماریاں اور پردے ضروری ہوتے ہیں اسی طرح حمام اور بیسن وغیرہ بھی۔

اسی طرح ایک دسترخوان کے لیئے غذا اور گوشت وغیرہ ضروری ہوتے ہیں اور نمک وغیرہ بھی، مخلص انسان چھوٹے ہونے کاموں کی بجاآوری میں سبکی محسوس نہیں کرتا اور نہ ہی وہ کام اس کی بزرگی و بڑے پن کے لیئے مضر ہوتے ہیں خداوند عالم کبھی چھوٹے کاموں ہی کے ذریعہ برکت و بزرگی عطا کرتا ہے۔

علامہ طباطبائی (رہ) جب حوزۂ علمیہ نجف سے قم تشریف لائے تو دیکھا کہ فقہ و اصول کے دروس بہت ہیں لیکن تفسیر و فلسفہ کا کوئی درس نہیں ہوتا ہے آپ نے ان دونوں کو پڑھانا شروع کیا ہر چند بعض لوگوں نے ان پر اعتراض کیا کہ یہ کام آئندہ مرجعیت کے لیئے سازگار نہیں ہے لیکن انھوں نے ان کی ضرورت اور مصلحت کے پیش نظر حوزہ میں تفسیر و فلسفہ کا کام جاری رکھا اور "المیزان" تالیف کی۔

ہاں ہاں! لطف خدا مخلص افراد کے شامل حال ہوتا ہے نہ کہ نام و نمود والے اور ریاکاروں کے ساتھ۔

⑩ —— خطا سے باز رہنا:-

جو لوگ اپنے مشتبہ کاموں پر بے شرمی کے ساتھ اڑے رہتے ہیں وہ کبھی مخلص نہیں بن سکتے کیونکہ مخلص انسان جب یہ سمجھ لیتا ہے کہ اس راہ سے بہتر راہ موجود ہے تو وہ غلط راہ سے ہٹ جاتا ہے یا اپنے کام کو جاننے والے کے سپرد کر دیتا ہے اور بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جو ایک مدت تک غلط راستہ پر گامزن رہتے ہیں لیکن جب ان پر یہ آشکار ہو جاتا ہے کہ یہ راستہ غلط ہے تو بھی وہ اس سے نہیں ہٹتے اور اس ہٹنے کو وہ ایک شکست سمجھتے ہیں حالانکہ گناہ پر مصر رہنا خود شکست فاش ہے

مخلص لوگوں میں روح کی بلندی، سینہ کی کشادگی ہوتی ہے ان کی بزرگانہ روش انہیں پست اور حقارت والے کاموں سے باز رکھتی ہے۔

اخلاص کا نتیجہ

انسان کا خدا سے مخلصانہ ارتباط، ضمیر کی نورانیت، صفائے باطنی اور بصیرت کے وجود سے ہوتا ہے کہ جو انسان کو زندگی کے پیچ وخم، مشکلات و رکاوٹ میں انسان کی ہدایت کرتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

«عِلَّة تحقیق الأخلاص تَشْتَدُّ البصائر» (۱)

"جب خلوص، دل میں جاگزیں ہوتا ہے تو نورانیت و دانائی بھی اس کے ساتھ آتی ہے۔"

---

(۱) فہرست غرر الحکم خلص ص ۹۳

یہ وہی فرقان ہے جس کو قرآن، تقویٰ کا نتیجہ قرار دیتا ہے[۱] نیز فرماتا ہے:

«يجعل لكم نوراً تمشون به» (۲)

"اگر تم تقویٰ اختیار کرلو تو خدا تمھارے لیئے ایک نور
قرار دے گا کہ جس کی روشنی میں تم راستہ چل سکو۔"

اخلاص و تقویٰ اور خواہشات نفس سے اجتناب میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ انسان کی روشن فکری اور حق بینی میں اضافہ کرتا ہے اور انسان کو جہل و شرک اور ہوائے نفس کی تاریکی سے نکال کر نور و توحید اور علم کی فضا میں لے آتا ہے، صاحب تقویٰ کامیاب و رستگار ہے:

«انْ تخلص تفز» (۳)

اخلاص کی بہت قیمت ہے لیکن بہت دشوار ہے۔ امام سجاد علیہ السلام ماہ رمضان کی دعائے سحر میں خدا سے دعاگو ہیں:

«اللهم طهر قلبي من النفاق و عملي من الرياء»

"خدایا! میرے دل کو نفاق سے اور عمل کو ریا سے
پاک فرما۔"

حضرت امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں:

«... والاخلاص فی عملی»

"میرے عمل میں اخلاص قرار دے۔"

---

(۱) انفال ۲۹
(۲) حدید ۲۸
(۳) فہرست غرر ص ۹۲

معاشرہ میں اخلاص

وہ اخلاص مطلوب و ارزشمند ہے کہ جو معاشرہ میں اور لوگوں کے درمیان ہو اور جس میں اجتماعی فعالیت ہو۔ ایک غلط رو گروہ اسے (اخلاص کو) لوگوں سے دور گوشۂ تنہائی میں تلاش کرتا ہے۔ خداوند عالم، خالص و خوشگوار دودھ کو غذا اور خون کے درمیان سے نکالتا ہے۔ (۱)

مخلص انسان کو بھی چاہیئے کہ وہ معاشرہ کی آلودگیوں اور ناپاکیوں سے اپنے کو محفوظ رکھے اور اپنے عمل و نیت کو ریا کی آلائش سے پاک کرکے سرخ رو ہو جائے کیونکہ یہی اخلاص، ارزشمند و اہم ہے۔

مخلص انسان اپنے کو خدا کے سپرد کر دیتا ہے اور اپنے دل کو اس کی محبت کا مرکز بنا دیتا ہے اور مقصد الٰہی کو اپنے تمام اعمال کا حاکم بنا دیتا ہے اور اس طرح وہ عزت و سربلندی حاصل کر لیتا ہے۔

---

(۱) ۔ من بین فرث ودم لبنا خالصا (نحل، آیہ ۶۶)

نماز کی ابتدا،

نیّت کے بعد ، کہ جو عبادت کو خدا کے لیئے انجام دینے کا ارادہ ہے اور نماز پروردگار کے تقرب کے قصد سے پڑھی جاتی ہے ، ہم نماز میں داخل ہوتے ہیں۔ حضور قلب ، روح کی آمادگی اور پروردگار پر کامل توجہ کے ساتھ ہم تکبیر کہتے ہیں یہ توجہ اور حضور قلب نماز کی روح ہے۔

اللہ اکبر

خداوند عالم ہمارے فکر و خیال سے بزرگ و برتر اور ہمارے قلم و بیان کی توصیف سے بلند ہے۔

اس کی عظمت ہمارے تصوّر و ادراک سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔

جو چاہتا ہے وہ اسی وقت انجام پذیر ہو جاتا ہے ۔ اس کے حکم کی اطاعت کی جاتی ہے ، دنیا اور انسان کو عدم سے وجود میں لایا ، سب کو روزی دی ، ہدایت کی اور سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے اور سب جاندار و غیر جاندار کی زندگی اسی کے

قبضۂ قدرت میں ہے ، وہی عزت عطا کرتا ہے ، وہی ذلت دیتا ہے ، وہ بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں ، رحم مادر میں انسانوں کی تصویر بناتا ہے ہدایت گر طبیعت کو ان کی فطرت میں ودیعت کرتا ہے ، بیماریوں سے شفا عطا کرتا ہے ، ناتوان کو قوت بخشتا ہے ، اس کے سوا ساری مخلوق فنا ہونے والی ہے ، قیامت میں حساب وکتاب ، جزا وسزا سب اس کے ہاتھ میں ہے اس روز معلوم ہوگا کہ سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے دوسرے کچھ نہیں کر سکتے اور جو لوگ اس کے علاوہ غیروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں وہ خسارہ اٹھانے والوں میں ہیں . . . (۱)

ہماری نماز ایسے عظیم خدا کے نام سے شروع ہوتی ہے ۔

"نیت" کے بعد ہم تکبیرۃ الاحرام" کہتے ہیں اور وارد نماز ہوتے ہیں . . .

اللہ اکبر!

"اللہ اکبر" ، بلند نعرہ اور ہمارے عقیدہ و مذہب کی بلندی کا اعلان ہے ۔

نماز "اللہ اکبر" کے ساتھ شروع ہوتی ہے اور "رحمۃ اللہ" پر ختم ہوتی ہے ۔

وہ نماز کہ جس میں حضور قلب اور زبان سے توصیف وثنا ہے ، حمد وذکر کو بھی ہم اپنے کانوں سے سنتے ہیں پورے بدن اور اعضاء کی حرکات کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں ۔

نماز کا آغاز اللہ کے نام سے ہوتا ہے ہم بت پرستوں ، مسیحیوں اور طاغوتیوں کی طرح بت یا عیسیٰؑ یا بادشاہوں کے نام سے کسی کام کا بھی آغاز نہیں کرتے ۔

---

(۱) یہ تمام اوصاف قرآن کی آیات سے ماخوذ ہیں ۔

یہ "اللہ اکبر" نماز میں ایسا نعرہ ہے جو باطل و پوچ طاقتوں کے بطلان پر خط کشی کرتا ہے روزانہ کی واجب و مستحب نمازوں میں پچاسؔی بار یہ نعرہ دہرایا جاتا ہے، نماز سے پہلے اور نماز کے بعد بھی مختلف عنوان کے ساتھ مستحب ہے کہ "اللہ اکبر" کہا جائے۔

اس نعرہ کی پوری نمازوں میں تکرار ہوتی ہے اور اسی نعرہ میں ہماری معنوی رشد و تربیت کا راز (مضمر) ہے۔

خدا سب سے بڑا ہے۔

وہ اس سے بلند ہے کہ دوسروں کے ساتھ اس کا موازنہ کیا جائے یا ظاہری حواس سے اس کا ادراک کیا جائے، وہ ہماری ہوس، ہماری اور دوسروں کی باتوں سے اور شیطان کے وسوسوں اور دنیا کی جلوہ آرائیوں سے بلند ہے۔

اگر خدا ہماری نظروں میں بزرگ و برتر ہوگا تو "اللہ اکبر" ایمان کی رو سے ہمارے دل کی گہرائی سے نکلے گا اور پھر دنیا اور اس کی رعنائیاں، طاقتیں اور کشش ہماری نظروں میں بے رنگ اور حقیر ثابت ہوں گی، ہماری نظروں میں اس کی رضا ہر چیز سے برتر ہوگی۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جب تم نماز کے شروع میں تکبیر کہتے ہو تو اس وقت تمھاری نظروں میں اللہ کے علاوہ ساری دنیا حقیر ہونا چاہیئے ورنہ تم کو جھوٹا کہا جائے گا"

اگر نماز گذار کی فکر میں کوئی اور چیز بزرگ ہو تو اس کو دروغ گو کہا جائے گا اسی طرح جس طرح منافقین زبان سے تو رسولؐ کو پیغمبرؐ کہتے تھے لیکن خود اپنی بات پر ایمان نہیں رکھتے تھے خداوند عالم ان کو دروغگو کہتا ہے:

«والله يَشْهَدُ اِنَّ المنافقين لكاذِبُونَ» (۱)

کیونکہ زبان و عقیدہ کا تفاوت ایک قسم کا نفاق ہے اس لیئے امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایسے نمازگذار کو خدا اس طرح خطاب کرتا ہے

«اَتَخْدَعُني؟ وَعِزَّتي وَجَلالي، لأَحْرِمَنَّكَ حَلاوَةَ ذِكْرِي
وَلأَحْجُبَنَّكَ عَنْ قُرْبي وَالمَسَرَّةِ بِمُناجاتي» (۲)

"آیا تم مجھے فریب دیتے ہو؟ قسم میرے عزت و جلال کی میں تجھ سے اپنے ذکر کی شیرینی چھین لیتا ہوں اور تجھ کو اپنے مقام قرب اور اپنی مناجات کی لذت سے محروم کرتا ہوں۔"

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد مرحوم فیض کاشانی کہتے ہیں کہ:

جس وقت تم نماز میں حلاوت و شیرینی محسوس کرو تو سمجھ لو کہ تمھاری تکبیر قبول اور مورد تصدیق خداوند عالم ہے اور اگر تمہیں شیرینی محسوس نہ ہو تو سمجھ لو کہ خدا نے تمہیں اپنی بارگاہ سے نکال دیا ہے اور تمھاری باتوں کی تصدیق نہیں کی ہے اور تمہیں جھوٹا سمجھا ہے۔ (۳)

بالکل! خدا کہنے، لکھنے اور فکر وغیرہ سب سے بلند و برتر ہے۔

جو ایسا عقیدہ رکھتا ہے اس کی نظر میں تمام چیزیں معمولی اور حقیر ہو جاتی ہیں مثلاً رہبر انقلاب (قدس سرہ) امریکہ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ "امریکہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے۔"

کیا ہوائی جہاز کی پرواز جیسے جیسے بلند ہوتی جاتی ہے اسی تناسب سے زمین کی عمارتیں چھوٹی نظر نہیں آتی ہیں ــــــ؟ جس کی نظر میں عظمت و اہمیت خدا ہو گی

---

(۱) منافقون/۱ (۲) (۳) محجة البيضاء، ۱/۲۸۵

اس کی نظر میں اور ساری چیزیں حقیر ہوں گی۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس صفت کو اہل تقویٰ کی صفت میں شمار کیا ہے۔ (چنانچہ فرماتے ہیں):

«عَظُمَ الخالِقُ فی اَنْفُسِهِم فَصَغُرَ ما دُونَهُ فی اَعْیُنِهِم» (۱)

"انھوں نے اپنے نفسوں میں خالق کو عظمت دی تو دنیا کی ساری چیزیں ان کی نظروں میں ہیچ ہو گئیں۔"

سورۂ حمد

ہر نماز میں سورۂ حمد کا پڑھنا ضروری ہے یہ وہ سورہ ہے کہ جو حمد خدا اور اس کی نعمتوں پر مشتمل ہے اور اس میں پروردگار کے اوصاف، روز قیامت اس کی حاکمیت، اسی سے ہدایت طلبی اور "صراط مستقیم" پر ثابت قدم رہنے کا بیان ہے۔

اب ہم اس سورہ کے بعض اہم نکات کو بیان کرتے ہیں۔

○ بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

شروع کرتا ہوں خدا کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔

جس خدا کا لطف عام ہے، جس کی محبت میں دوام ہے، اس کے غیر کے ہاں یا لطف نہیں ہے یا اس میں دوام نہیں ہے یا ان کا لطف عام نہیں ہے یا ان کا مقصد مہربانی نہیں ہے لیکن خدا کے ہر فعل میں مہربانی ہے یہاں تک کہ اس کا پیدا کرنا بھی لطف و مہربانی کی بنیاد پر ہے۔

---

(۱) نہج البلاغہ، خطبۂ ہمام (صفات متقین)

ارشاد ہے:

«اِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ» (۱)

"علاوہ ان کے جن پر خدا نے رحم کیا ہے اور انھیں بھی رحم ہی کے لیئے پیدا کیا ہے۔"

اگر بعض لوگوں کے شامل حال رحمت خدا نہیں ہوتی تو انہی کی وجہ سے۔

اگر دریا کا پانی گیند میں نہیں سماتا تو اس میں دریا کا قصور نہیں ہے۔ بلکہ گیند میں کوئی راستہ نہیں ہے۔

اگر دھوپ دیوار کے پار نہیں ہوتی تو اس میں سورج کی خطا نہیں ہے بلکہ دیوار میں قابلیت نہیں ہے۔

خدا کی رحمت پھیلی ہوئی ہے لیکن کبھی انسان باطل فکر و عمل کی وجہ سے اپنے لیئے رحمت کا دروازہ بند کر لیتا ہے۔

ہر کام کے شروع میں "بسم اللہ" پڑھنا خدا سے عشق، اس پر توکل، اسی سے مدد چاہنا اور اسی سے وابستگی رکھنے کا راز ہے۔

بسم اللہ، مضبوطی کے ساتھ خدا سے رابطہ اور شیطانی وسوسوں سے بیزاری ہے۔

بسم اللہ، تمام آسمانی کتابوں کے شروع میں تھی۔ (۲) اور پیغمبروںؑ کے تمام کاموں کی ابتدا خدا ہی کے نام سے ہوتی تھی۔ (۳)

بسم اللہ، پڑھنا انسان کو خدا کی حفاظت و پناہ میں لے جاتا ہے اور اسکی سیدھے راستے کی طرف ہدایت ہوتی ہے:

«وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ» (۴)

---

(۱) ہود/۱۱۹ (۲) تفسیر صافی ا/۵۱ (۳) مثلاً حضرت نوحؑ کشتی کو حرکت میں لانے کے لیئے فرماتے ہیں: (بسم اللہ مجریہا ومرسیہا) (۴) آل عمران/۱۰۱

"اور جو خدا سے وابستگی اختیار کرتا ہے تو سمجھ لو کہ اسے "صراط مستقیم" کی ہدایت کر دی گئی ہے"۔

بسم اللہ، خدا کی بندگی کی علامت اور اس سے وابستگی کی دلیل ہے یعنی اے خدا! میں نے تجھے فراموش نہیں کیا ہے، تیرے ہی نام سے ہر کام کا آغاز کرتا ہوں، تیری مدد سے شیطان کو بھگا دیتا ہوں۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

بسم اللہ، سوروں کا تاج ہے (۱) اور رحمت و امان کی نشانی ہے۔ سورۂ برائت کے شروع میں اس لئے بسم اللہ نہیں کہ اس میں کفار (و مشرکین) سے بیزاری ہے اور بیزاری میں رحمت نہیں ہوتی ہے۔ (۲)

حدیث میں ہے کہ: ہر ایک کام میں یہاں تک کہ شعر کی ایک بیت کو بھی بسم اللہ کے ساتھ لکھا کرو کیونکہ جس کام میں یاد خدا نہیں ہوتی وہ پورا نہیں ہوتا۔ (۳)

▫ الحمدُ للهِ ربِّ العالمین

حمد و ستائش خدا سے مخصوص ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے۔

جسم کی پرورش کے لئے (خدا نے ان چیزوں) تخلیقی نظام، زمین کی حرکت، سورج کی گردش، آب و ہوا اور دوسری مادی نعمتوں کو قرار دیا ہے۔

اور روح کی پرورش کے لئے انبیاءؑ، آسمانی کتابیں، عبرت آموز تلخ و شیریں حادثات قرار دیئے ہیں۔

---

(۱) تفسیر قرطبی جلد ۱ تفسیر "بسم اللہ"۔
(۲) تفسیر فخر رازی و مجمع البیان جلد ۱ تفسیر "بسم اللہ"
(۳) تفسیر صافی ار ۵۲

بشر کی ہدایت کے لیئے استوار و مضبوط دین اور فطرت پر مبنی، عقل کے مطابق قوانین بھیجے۔ زمین کو (کبھی) اپنی حجت سے خالی نہیں رکھا ہے اور اپنی بے شمار مخفی و آشکار نعمتوں سے انسان کو سرفراز کیا ہے اگر نظام ہستی کی گردش میں ایک ذرہ بھی ادھر سے ادھر ہو جائے تو تباہی مچ جائے۔

خلقت کا مضبوط و مستحکم نظام، پہاڑوں میں، اگنے والی چیزوں میں، ایٹم و کہکشاؤں میں اور آب و خاک میں، موسم میں، شب و روز کے فاصلوں میں، بدنوں اور گوناگوں طبیعتوں کے کارخانہ اور (ان کی) مختلف ہدایتیں، یہ سب پروردگار عالم کی ربوبیت کے مظہر ہیں۔

ہمارے بدن کے ہر ایک جز اور ہمارے پیکر کے ہر ایک عضو میں حیرت انگیز پیچیدگی اور نظم و نسق ہے۔

آنکھ، کان اور قلب کی کیفیت اور تنفس کا نظام، اعصاب و رگ اور حواس خمسہ وغیرہ خداوند عالم کی عجیب تدبیر کی نشاندہی کرتے ہیں۔

افسوس ہے کہ انسان، شکر کے بجائے کفران (نعمت) کرتا ہے۔

(وكانَ الانسانُ كفورا) (۱)

"اور انسان بڑا ناشکرا ہے۔"

اور خدا سے قریب ہونے کے بجائے اعراض کرتا ہے:

(إذا أنعمنا على الانسان أعرض) (۲)

"جب ہم انسان پر نعمت نازل کرتے ہیں تو اعراض کرتا ہے۔"

---

(۱) اسراء / ۶۷ (۲) اسراء / ۸۳

اور عبادت و عشق کے بجائے خدا سے دشمنی کرتا ہے :

(فاذا ھو خصیم) (۱)

"پس وہ (ہمارا) دشمن ہے۔"

افسوس کہ وہ بجائے فروتنی اور خضوع کے اکڑ کر چلتا ہے :

(یا ایھا الانسان ماغرّک بربک الکریم) (۲)

"اے انسان! تجھے رب کریم کے بارے میں کس شئے نے دھوکے میں رکھا ہے ــــــ؟

اور جب اسے بے نیازی کا احساس ہوتا ہے تو سرکشی کرنے لگتا ہے :

(انّ الانسان لیطغیٰ ان رآہ استغنیٰ) (۳)

"جب انسان اپنے کو مستغنی سمجھتا ہے تو سرکشی کرتا ہے۔"

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :

(انما اوتیتہ علیٰ علم...) (۴)

اور خدا کی نعمتوں کو اپنی کوششوں کا نتیجہ تصور کرتا ہے۔

(واذا ذکّروا لایذکرون) (۵)

"اور جب نصیحت کی جاتی ہے تو قبول نہیں کرتے۔"

یہ ناشکرا انسان معمولی نیکی کی خاطر سب کا شکریہ ادا کرتا ہے لیکن اس خدا کو بھولا دیتا ہے جو اصلی نعمت کا ولی ہے۔

افسوس! انسان نے راستہ بھولا دیا، فکر و فطرت کے چراغ کو خاموش کر دیا اور آنکھ بند کر کے این و آن سے دل لگاتا اور خدا کے بجائے انسانی و شیطانی طاقتوں پر

---

(۱) یٰسٓ/ ۷۷ (۲) انفطار/ ۶ (۳) علق/ ۶ (۴) قصص/ ۷۸ (۵) صافات/ ۱۳

بھروسہ کرتا ہے۔

جملۂ «الحمدللہ رب العالمین» غفلتوں کو دور کرتا ہے، نعمتوں کو یاد دلاتا ہے اور ہم کو خدا کی ربوبیت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

خدا، "ربّ العالمین" ہے، ساری کائنات کا پروردگار، تمام مخلوقات کو رزق دیتا ہے، وہ ہر چیز کا پالنے والا ہے: وَھُوَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ (۱) زمانۂ جاہلیت کی طرح نہیں ہے کہ وہ ہر چیز کا ربّ جدا جدا سمجھتے تھے، خدا تمام موجودات و حیوانات کو پالتا ہے، مالک و محافظ اور سب کا نگہبان ہے، پیدا بھی کرتا ہے، نگہبانی و تربیت بھی کرتا ہے۔

□ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ

اس کی رحمت کا سایہ سب کے سروں پر ہے یہاں تک کہ اس کی رحمت اس کے غضب سے پہلے اور زیادہ ہے: (سبقت رحمتہ غضبہ)

(شریعت کے) خلاف کام کرنے والوں کے لیئے اس نے توبہ کی سبیل نکالی ہے اور مرتے دم تک توبہ قبول کرتا ہے، توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے:

«انّ اللہ یحبّ التوابین» (۲) اپنے لئے رحمت کو لازم قرار دیتا ہے۔ (چنانچہ فرماتا ہے)

«کتب ربکم علیٰ نفسہ الرحمۃ» (۳)

سب کو امیدوار بنایا اور اپنی رحمت کا یقین دلایا ہے:

«لا تقنطوا من رحمۃ اللہ انّ اللہ یغفر الذّنوب جمیعاً» (۴)

"اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو وہ تمام گناہوں کا بخشنے والا ہے۔"

---

(۱) انعام / ۱۶۴ (۲) بقرہ / ۲۲۲ (۳) انعام / ۵۴ (۴) زمر / ۵۳

خدا کی رحمت کے مظاہر بے پایان ہیں یہاں تک کہ وہ بدی کو بھی خوبی میں بدل دیتا ہے۔ ارشاد ہے:

«يُبَدِّلُ اللهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ» (۱)

یہاں تک کہ سختیاں، بلائیں اور تلخیاں بھی ایسی رحمتیں ہیں جو انسان کو (خواب) غفلت سے بیدار کرتی ہیں اور سعی عمل کی دعوت دیتی ہیں، مشکلات کے تحمل میں بھی اولیاء خدا کے لیئے رحمت ہے کیونکہ وہ تلخیوں کی جزا پاتے ہیں۔

□ مالک یوم الدین

روز جزا کا مالک ہے یہ بھی خدا کی ایک صفت ہے جو خدا کی حمد و ستائش کے بعد ذکر ہوتی ہے۔ انسان تین حالتوں میں زیادہ شکر ادا کرتا ہے۔

(۱) — گذشتہ احسان کو یاد کرکے۔

(۲) — حال میں کسی کی محبت سے متاثر ہو کر۔

(۳) — آئندہ لطف و احسان کی امید کے پیش نظر۔

اس حساب سے بھی تمام تعریفیں خدا ہی سے مخصوص ہونا چاہیئے کیونکہ اس نے ماضی میں احتیاج کو پورا کیا اور حال میں بھی ہم اس کی نعمت سے مستفید ہو رہے ہیں اور آئندہ قیامت میں بھی ہمیں اسی کے لطف و کرم کا آسرا ہے۔

وہ مالک حقیقی ہے، اعتباری، وقتی اور بے اہمیت مالک نہیں ہے۔

انسان، دنیا میں شرک ظاہری و شرک باطنی میں اسیر ہے لیکن قیامت میں اس کو معلوم ہو جائے گا کہ کائنات و مافیہا کس کے قبضۂ قدرت میں ہے، وہی حاکم مطلق

(۱) فرقان ر ۷۰

اور حقیقی فرمانروا ہے :

«وَالأمرُ يَومَئِذٍ لِلّٰهِ» (۱)

قیامت میں لوگوں سے پوچھا جائے گا۔

«لِمَنِ المُلكُ اليَومَ؟»

" آج کس کی بادشاہت ہے ؟"

وہ جواب دیں گے :

«لِلّٰهِ الواحِدِ القَهّار» (۲)

"خدائے واحد و قہار کی۔"

جملہ "مالک یوم الدین" انسان کو قیامت میں حساب و کتاب کی یاد دلاتا ہے تاکہ روز حساب سے پہلے انسان خود اپنا حساب کرلے۔ (۳)

امام سجادؑ جب نماز میں اس جملہ پر پہونچتے تھے تو اس کی اتنی تکرار کرتے تھے قریب تھا کہ آپ کے بدن سے روح پرواز کرجائے۔ (۴)

"دین" کے معنی جزا کے ہیں، خدا روز جزا کا مالک ہے اس سورہ میں اس کے رحم کی طرف بھی اور اس کے عذاب و عدالت کی طرف بھی اشارہ ہوا ہے تاکہ صحیح تربیت یعنی خوف و رجا کے درمیان زندہ رہنے کا مفہوم واضح ہوجائے۔

□ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

---

(۱) انفطار/۱۹ (۲) مومن/۱۶ (۳) حاسبوا قبل ان تحاسبوا (رسولخدا) بہ حوالہ [illegible] مکارم الاخلاق

(۴) نور الثقلین ۱/۱۶ حدیث ۸۷

ابھی تک نمازگذار، مبدأ و معاد (قیامت) اور خدا کے اوصاف کے بارے میں اپنے عقائد کا ذکر کر رہا تھا۔

پس، اس عقیدہ کا نتیجہ خدا کی مخلصانہ عبادت اور اس سے مدد طلب کرنا ہے۔

نمازگذار اگر تنہا بھی ہوتا ہے تو بھی اس جملہ کو بصورت جمع ہی استعمال کرتا ہے تاکہ اپنے کو عبادت کرنے والوں کے زمرہ میں شامل کر سکے، شاید اس کی ناقص عبادت کامل و خالص عبادت والوں کے ساتھ قبول ہو جائے۔

جمع کا استعمال یہ درس دیتا ہے کہ "میں" کو "ہم" ہو جانا چاہیئے، عبادات کی بنیاد خصوصاً نماز کی جماعت پر استوار ہے اور فرادیٰ و گوشہ نشینی والی عبادت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

پرستش، امداد طلبی کے ہمراہ ہوتی ہے تاکہ بندگی کے ساتھ اس سے ہدایت طلب کریں اور فکری کجروی سے محفوظ رہیں اور غرور و عجب، ریا و سستی میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ اسی سے مدد حاصل کرنا چاہیئے کیونکہ ایمان اور معرفتِ خدا توفیق ہی کی وجہ سے حاصل ہے، سحر کے وقت بیدار ہونا، وضو کرنا، چلنے اور کھڑے ہونے کی طاقت اسی کی عطا کی ہوئی ہے، ہماری نماز کے مقبول اور غرور و ریا سے نگہداری بھی اسی کے ہاتھ میں ہے، ہماری عبادت سے دلچسپی بھی اسی کی رہین منت ہے۔

نمازگذار خدا کی عبادت کے لیئے کھڑا ہوتا ہے اور اسی عبادت میں خدا سے مدد بھی چاہتا ہے۔

عبادت، صرف خدا کے لیئے!...

نہ مشرق پرستی اور نہ مغرب کی پوجا اور نہ ہی زور و زر کی بندگی نہ شہوت سے مغلوب نہ شہرت کی طلب، نہ مال و اولاد اور عورت پر فریفتہ۔

نماز کا یہ جملہ خدا کے علاوہ سب کی حاکمیت کی مذمت کرتا ہے ، ہر قسم کی ذلت پذیری اور سبک و فانی چیزوں سے امداد طلب کرنے کی نفی کرتا ہے۔

اور نمازگذاروں کو خدا کی بندگی کے سایہ میں عزت کا درس دیتا ہے تاکہ انسان خدا کے علاوہ کسی کی غلامی اختیار نہ کرے اور دوسروں کی دہشت و لالچ میں اگر راہ خدا سے منحرف نہ ہو جائے۔

□ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

حمد و ثنا اور اظہار بندگی و امداد طلبی کے بعد خدا سے ہماری پہلی درخواست یہ ہے کہ ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرما ، زندگی کے فکری اور عملی مسائل اور عقائد و مواقف میں صحیح راستہ کا پہچاننا بہت مشکل و دشوار ہے اس لئے ہم خدا سے "صراط مستقیم" کی ہدایت چاہتے ہیں۔

صراط مستقیم

"صراط مستقیم" کی بات چل رہی ہے تو غیر مستقیم راستوں کو بھی بیان کرتا چلوں اگر ان کج راستوں کی شناخت ہو جائے تو پھر سیدھے راستہ کو ہم بخوبی سمجھ لیں گے۔ ان ٹیڑھے راستوں کی فہرست یہ ہے۔

غیر مستقیم راستے

(۱) —— اپنی خواہشوں کی پیروی کہ جو غیظ و غضب ، جوش طبیعت و شہوت کے وقت پیش آتی ہے۔

۲ ـــــ دوسروں کی خواہشوں کی پیروی۔

۳ ـــــ غیر اعتدال پسندی اور اپنی ہی بات کو پانی دینا۔

۴ ـــــ شیطانی وسوسوں اور اسکی جلوہ آرائیوں کا اتباع۔

۵ ـــــ طاغوتیوں کا راستہ کہ لوگوں کو خوف و طمع دلا کر اس کی طرف کھینچتے ہیں۔

۶ ـــــ دنیا طلبی کہ انسان، مال و مقام اور اس اُس کی خوشنودی کی فکر میں پڑ جاتا ہے۔

۷ ـــــ جس راہ میں برہان و منطق نہ ہو بلکہ اس کی بنیاد جھوٹی اور ناپائدار ہوتی ہے۔

۸ ـــــ جس راستہ کو انسان بغیر غور و فکر اور مشورہ و تجربہ کے اختیار کرتا ہے۔

۹ ـــــ جس راستہ نے اپنے چلنے والوں کو موت کی نیند سلا دیا (مغضوب و گمراہ لوگوں کا راستہ)

۱۰ ـــــ شخصی خود رائی اور بری عادت کی پیروی۔

پس سیدھا راستہ کون سا ہے ـــــ ؟

خدا کا راستہ:

(اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ) (۱)

انبیاء کا راستہ:

(اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ) (۲)

"بے شک آپ سیدھے راستہ پر ہیں"۔

---

(۱) ہود/۵۶ (۲) زخرف/۴۳

عبادت و پرستش کا راستہ :

(وَاَنِ اعْبُدُوْنِی ھٰذا صراطٌ مستقیم) (۱)

"اور میری عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔"

معصوم رہبروں کا راستہ :

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں :

: واللّٰہ نحنُ الصراطُ المُستقیم) (۲)

"قسم خدا کی ہم ہی صراط مستقیم ہیں۔"

خدا کے قانون سے تمسک :

(وَمَنْ یعتصِمْ باللّٰہِ فقدْ ھُدِیَ اِلیٰ صراطٍ مُستقیم) (۳)

"اور جو خدا سے وابستہ ہو جاتا ہے سمجھ لو اس کی ہدایت کر دی گئی ہے۔"

کچھ یاد دہانیاں

(۱)۔۔۔ زمانے اور ماحول کے انقلاب اور اشخاص کی بہ نسبت سیدھے راستوں میں تفاوت ہو جاتا ہے۔ ایک جگہ سکوت ہے تو دوسری جگہ فریاد، کبھی انفاق مال ہے تو کہیں جان کی قربانی، کسی کے لیئے حاصل کرنا ہے تو کسی کے لیئے کام وغیرہ ... (البتہ ان باتوں کو دینی ذمہ داریوں اور اجتماعی مسئولیتوں سے بچنے کا ذریعہ بنا کر مفاد پرست نہیں بننا چاہیئے)

(۲)۔۔۔ جو لوگ صراط مستقیم پر ہیں اور مخصوص ماحول و امکانات میں زندگی بسر کر رہے ہیں انھیں ان افراد پر تنقید نہیں کرنا چاہیئے کہ جو خدا کی راہ میں دوسرے کام انجام

(۱) یٰس ر ۶۲ (۲) نور الثقلین ار ۱۷ (۳) آل عمران ر ۱۰۱

دے رہے ہیں کیونکہ خدا تک پہونچنے کے بہت سے راستے ہیں اور اسی لحاظ سے لوگوں کے اعمال کے درجات و مراتب مختلف ہوتے ہیں اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک پرچم کے نیچے مختلف (قسم کے) گھوڑوں پر سوار لوگ "صراط مستقیم" کو طے کرتے ہیں۔

(۳) —— اگر صراط مستقیم پر ہونا اہم ہے تو اس راہ پر ہمیشہ گامزن رہنا اس سے زیادہ اہم ہے کیونکہ انسانوں سے لغزش و انحراف ہوجاتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہے کہ جو اس آیت کی تفسیر کے بارے میں ہے کہ: "آئندہ بھی ہماری زندگی کو "صراط مستقیم" پر برقرار رکھنا۔ (۱)

(۴) —— بلند سے بلند (یہاں تک کہ عصمت کے) مرتبہ پر فائز انسان بھی خداوند عالم سے صراط مستقیم کی ہدایت طلب کرتا ہے کیونکہ اس راہ کے مراتب و منازل ہیں اور علم و نور وغیرہ کی طرح قابل افزائش ہیں۔ قرآن ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت میں افزائش کو اس طرح بیان کرتا ہے:

«ویزید اللہ الذین اھتدوا ھدی» (۲)

"اور اللہ ہدایت یافتہ افراد کی ہدایت میں اضافہ کردیتا ہے۔"

مکارم الاخلاق کی پہلی دعا میں امام سجاد علیہ السلام بارگاہ خدا میں ایمان و یقین اور عالی ترین مقصد کی برآری کے لئے دعاگو ہیں۔

(۵) —— صراط مستقیم کی تشخیص اور اس کی شناخت دشوار ہے اور اس پر گامزن رہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ باریک و پھسلا دینے والے اور بال سے زیادہ باریک، تلوار

---

(۱) تفسیر نمونہ منقول از تفسیر صافی (۲) مریم ر ۷۶

سے زیادہ تیز راستہ پر چلنا۔

اکثر افراد یا تو اس کی تشخیص اور شناخت ہی میں گمراہی سے دوچار ہو جاتے ہیں یا اس راستہ سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ ایک عقائد میں منحرف ہو جاتا ہے، دوسرا عمل میں، کوئی جبر کا قائل ہو جاتا ہے تو کوئی تفویض کا، ایک معصوم رہبر کے سلسلہ میں غلو کرتا ہے اور اسے خدا سے ملا دیتا ہے۔ (۱)

اور دوسرا اسی کو مجنون و جادوگر قرار دیتا ہے، ایک ائمہ معصومین علیہم السلام کی زیارت کو شرک کہتا ہے۔ (۲) دوسرا درخت اور سیمنٹ وغیرہ سے بنی ہوئی تصویروں میں منت مراد کی ڈوری باندھتا ہے اور ان سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے، ایک دنیا میں ڈوب جاتا ہے تو دوسرا رہبانیت اختیار کر لیتا ہے، ایک اتنا پیسہ بہاتا ہے کہ فقیر ہو جاتا ہے دوسرا بخیل بن جاتا ہے، ایک اتنا غیرت مند بنتا ہے کہ اپنی بیوی کا نام تک نہیں لیتا دوسرا اپنی بیوی کو بے پردہ سڑکوں پر گھماتا ہے۔

اسلام لوگوں کو صراط مستقیم اور سیدھے راستہ کی طرف بلاتا ہے کہ جو معتدل راستہ ہے اور اس کے تمام امور معتدل ہیں، عبادت میں بھی اعتدال ہے۔

احادیث میں ایک باب بعنوان «الاقتصاد فی العبادہ» "عبادت میں میانہ روی" بیان ہوا ہے۔

---

(۱) جیسے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں عیسائی کرتے ہیں۔

(۲) جیسے وہابی۔

صراط مستقیم روایات کی رو سے

امام عسکری علیہ السلام نماز کے اس جملہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ: "نماز گذار اس جملہ سے گذشتہ کی طرح آیندہ کے لیئے بھی اطاعت و بندگی کی توفیق طلب کرتا ہے، صراط مستقیم وہ راستہ ہے جو کوتاہ فکری سے بلند اور غلو کی بے جا پرواز سے نیچے ہے۔" (۱)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"سیدھا راستہ وہ ہے کہ جو انسان کو خدا اور دین کی محبت کی طرف کھینچ لاتا ہے ہوا پرستی سے روکتا ہے اور دین میں شخصی رائے دہی کو منع کرتا ہے۔" (۲)

بحار الانوار میں چھپن ۵۶ حدیثیں اس موضوع کی ہیں کہ ائمہ اطہار اور اولیائے معصومین اور ان کے حقیقی پیروکار ہی صراط مستقیم ہیں، وہ مجسم راہ حق ہیں، ان کا قہر، جنگ و صلح ان کی محبت و عبادت، ان کا ہر عمل حکم خدا کے مطابق اور عین اصول ہے اور اس دنیا میں ان کا اتباع کرنا بھی بہت مشکل اور اہم ذمہ داری ہے بالکل ایسے ہی ہے جیسے آخرت میں جہنم کے اوپر پل صراط ہے کہ جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ (۳)

آخرت کی صراط بھی اس دنیا کی صراط کا مجسمہ ہے جو اس دنیا میں صراط مستقیم پر تھا وہ اس صراط سے تیزی اور آسانی سے گذر جائے گا اور جو لوگ افراط و تفریط کرتے تھے ان کے لیئے وہاں مشکل ہوگی، جو لوگ افراط و تفریط کی وجہ سے صراط مستقیم سے منحرف ہو جاتے ہیں، حضرت علی علیہ السلام ان کی شناخت اس طرح بیان فرماتے ہیں:

---

(۱) بحار ۲۴ / ۹

(۲) بحار ۲۴ / ۹

(۳) بحار ۸ / ۶۵

آرزوؤں کے پیچھے ایسے دوڑتے ہیں جیسے طمع رکھنے والا اور طمع میں۔
ایسے ہیں جیسے حریص۔
جب کسی چیز سے مایوس ہوجاتے ہیں تو افسوس میں مرنے لگتے ہیں۔
غیظ وغضب کی حالت میں اپنے مدمقابل کے لیئے طوفان بن جاتے ہیں۔
خوش ہوتے ہیں تو بدمستی کرتے ہیں۔
مالداری ان کو باغی بناتی ہے اور ناگواری انھیں محزون کردیتی ہے۔
کسی بھی چیز کی کمی ان کے لئے نقصان دہ اور کسی بھی چیز کی زیادتی ان کے لیئے تباہی ساز ہے۔ (۱)

جہالت کی وجہ سے وہ ایسا افراط وتفریط میں مبتلا ہوتے ہیں کہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں:

«لا ترى الجاهل إلا مفرطاً او مفرّطاً» (۲)

"جاہل کو تم ہمیشہ افراط وتفریط ہی میں دیکھو گے۔"

البتہ افراط وتفریط کی شناخت وتشخیص مشکل ہے اور ہر ایک انسان اپنی روش کو عاقلانہ اور عادلانہ تصور کرتا ہے اور دوسروں کو افراط وتفریط میں مبتلا سمجھتا ہے اسی لیئے خود بھی اس سے دوچار ہوتا ہے لیکن اولیائے خدا اور مکتب انبیاءؑ کے تربیت یافتہ افراد تضادوت تک میں بھی حق کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

افراط وتفریط کے نمونے

احادیث میں متعدد موارد صراط مستقیم سے انحراف کے بیان ہوئے ہیں۔ ہم یہاں

(۱) نہج البلاغہ حکمت ۱۰۸ (۲) نہج البلاغہ حکمت ۷۰

اس کے چند نمونوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

(۱)—— حضرت علی علیہ السلام دوسروں کی ستائش کے بارے میں فرماتے ہیں:

"استحقاق سے زیادہ کسی کی ستائش کرنا چاپلوسی اور

اور استحقاق سے کم حسد ہے۔" (۱)

(۲)—— زیادہ روی کی سرزنش کے بارے میں فرماتے ہیں:

"زیادہ روی اور افراط میں بدبختی ہے اور یہ فساد کی

آگ کو بھڑکاتی ہے۔" (۲)

(۳)—— قرآن مجید انفاق کے معیار کے بارے میں فرماتا ہے:

«الَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَاماً» (۳)

"خدا کے بندے انفاق کے وقت نہ تو اسراف کرتے

ہیں اور نہ کنجوسی سے کام لیتے ہیں بلکہ دونوں کے

درمیان اوسط درجہ کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔"

□ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِم

"ان لوگوں کے راستہ کی ہدایت فرما جن پر تو نے نعمتیں

نازل کی ہیں۔"

ہم لوگ جن کی راہ کو خدا سے طلب کرتے ہیں ان کی وضاحت و تشخیص اس آیت سے ہوتی ہے:

«وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيقاً» (۴)

---

(۱) نہج البلاغہ (صبحی صالح) حکمت ۳۴۷ (۲) میزان الحکمۃ ۸/۵۳۶ (۳) فرقان/۶۷

(۴) نساء/۶۹

"جو بھی اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں
کے ساتھ رہے گا جن پر خدا نے نعمتیں نازل کی ہیں،
انبیاؑء، صدیقین، شہدا اور صالحین اور یہی لوگ بہترین
رفقاء ہیں۔"

رات دن میں متعدد بار ہم اس آیت کو پڑھتے ہیں اور خدا سے ہماری یہی درخواست ہوتی ہے کہ ہمیں انھیں چار گروہوں میں قرار دے۔

ہم تفسیر نمونہ میں دیکھتے ہیں:

ان چار مراحل، "انبیاؑء، صدیقین، شہدا، اور صالحین" سے شاید اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک ایسے انسانی معاشرہ کی تشکیل اور سلامتی و ترقی اور ایمان کے لئے پہلے رہبران حق اور انبیاؑء میدان میں اترتے ہیں اور ان کے بعد مبلغین و صدیقین اور وہ راستگو آتے ہیں کہ جن کے قول و عمل میں ہم آہنگی ہوتی ہے تاکہ وہ اس طرح پیغمبروںؑ کے مقصد کو پایۂ تکمیل تک پہونچائیں۔

اس فکری تعمیر کے بعد طبیعی طور پر آلودہ عناصر اور دشمنان حق سر اٹھائیں گے ایک گروہ ان کے مقابلہ میں آئے گا اس میں سے کچھ شہید بھی ہوں گے اور ان کے پاکیزہ خون سے توحید کے درخت کی آبیاری ہوگی۔

چوتھے مرحلہ میں اس کوشش کا ماحصل صالح لوگوں کا وجود میں آنا ہے ایسے معاشرہ کا وجود میں آنا کہ جو پاک و شائستہ معنویت و روحانیت سے لبریز ہو۔ (۱)

اور جالب و جاذب تو یہ ہے کہ بحار الانوار کی متعدد روایات میں شہدا، و صدیقین اور صالحین کا مصداق کامل ائمۂ معصومینؑ ہی کو قرار دیا گیا ہے۔ (۲)

---

(۱) تفسیر نمونہ جلد ۱ ص ۵۳ (۲) بحار الانوار جلد ۲۴ ص ۳۰ اور اس سے آگے۔

نماز میں یہ دعا کر عمل و فکر اور اخلاق میں ان چار گروہوں کی پیروی طلب کرتا ہے جو شخص لطف خدا کا مورد قرار پاتا ہے وہ نہ ذلت قبول کرتا ہے اور نہ ہی ستمگاروں کی پشت پناہی کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں :

«رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيراً لِلْمُجْرِمِينَ» (۱)

"پروردگار تو نے میری مدد کی ہے لہٰذا میں کبھی ستمگاروں کا مددگار نہیں بنوں گا۔"

یہیں سے نماز گذار انسان کا فکری و عملی نہج روشن ہوجاتا ہے اور وہ خداوند عالم سے ان سرفراز افراد کی راہ طلب کرتا ہے۔

□ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ

"نہ ان کے راستے پر جن پر غضب نازل ہوا ہے، جو بہکے ہوئے ہیں۔"

فرعون اور مغضوب طاقتوں کے راستہ پر نہیں کہ جنھوں نے اپنا عہد پورا نہیں کیا اور سرکشی کی بدولت ہلاک ہوگئے ہیں۔ (۲)

قارون و سنگدل سرمایہ داروں کی راہ پر نہیں کہ جنہوں نے خدا کے بندوں کے مقابلہ میں سرکشی کی اور قہر خدا سے دوچار ہوئے اور زمین ان کو نگل گئی۔ (۳)

بے عمل اور دنیا پرست علماء کی راہ پر نہیں کہ جو خدا کو خشمناک کرتے ہیں۔ (۴)

---

(۱) قصص / ۱۷ (۲) قصص، آیہ ۴۰ (فأخذناه وجنوده فنبذناهم في اليم) (۳) فخسفنا به وبداره الأرض (قصص، آیہ ۸۱)

(۴) كبر مقتا عند الله أن تقولوا ما لا تفعلون (صف، آیہ ۳)

مغضوب لوگوں کی شناخت کے لیئے تاریخ اوران گذشتہ امتوں کے حالات کا مطالعہ کرنا چاہیئے کہ جو قہر خدا سے دوچار ہوئی ہیں اور ہلاکت و عذاب میں مبتلا ہوئی ہیں جیسے قوم ہودؑ و قوم لوطؑ اور طاغوت کے پیروکار، منافقین اور قاتل افراد و ...... (۱)

نماز گذار ایسے گروہوں سے بیزاری کے ضمن میں خدا سے یہ دعا کرتا ہے وہ ان کے راستہ پر نہ چلے اور گمراہ لوگوں کا راستہ اختیار نہ کرے۔

جو لوگ فکر و عمل کے لحاظ سے گمراہ ہیں اور نیک افراد کے بارے میں شرک آلود عقائد رکھتے ہیں اور اس گمراہی میں تعصب اختیار کرتے ہیں یہ بھی "ضالین" کا مصداق ہیں۔

سورۂ حمد کا بیان یہاں ختم ہوتا ہے یہ وہ سورہ ہے کہ جو "حمد" سے شروع ہوا اور "استعانت و دعا" پر تمام ہوا، یہ سورہ جو شفا بخش اور کتاب خدا کا دیباچہ ہے۔

سورۂ توحید

بسم الله الرحمن الرحيم. قُلْ هُوَاللهُ أَحَدٌ. اللهُ الصَّمَدُ. لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ. وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُواً أَحَدٌ.

نماز میں سورۂ حمد کے بعد اگرچہ کوئی بھی سورہ پڑھا جا سکتا ہے لیکن اس سورہ کا پڑھنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے اور امام جماعت کے لیئے بھی یہی مناسب ہے کہ وہ نمازیوں کی حالت کے پیش نظر چھوٹا سورہ پڑھے اس سورہ کا آغاز بھی نام خدا ہی سے ہوتا ہے۔ بسم اللہ، سورۂ توبہ کے علاوہ تمام سورتوں کی ابتدا میں آئی ہے اور یہ بھی ہر ایک سورہ کی ایک آیت شمار ہوتی ہے۔ سورۂ توبہ چونکہ کفار و مشرکین سے

---

(۱) آیات حجر ۷۸، ہود ۵۹ و ۶۰، فتح ۶، نساء ۹۳ کی طرف رجوع کیا جائے۔

برائت و تنقید پر مشتمل ہے اس لئے اس میں بسم اللہ نہیں ہے کیونکہ برائت و بیزاری صفتِ رحمٰن کے ساتھ سازگار نہیں ہے۔

ہر ایک کام کا آغاز خدا کے نام سے، ہر ایک کام کا محرک، خدا کو قرار دینا چاہیئے اور ہر ایک کام کو خدائی رنگ دینا اسلام کی تہذیب شمار ہوتا ہے اور ہر کام کا اختتام یادِ خدا کے ساتھ ہونا چاہیئے یہاں تک کہ حیوان کو ذبح کرنے میں بھی بسم اللہ پڑھنا چاہیئے۔

بسم اللہ کے بغیر ہر ایک کام ناقص ہے اور کبھی تو خدا کو یاد نہ رکھنے سے ناخوشگوار حادثہ بھی پیش آجاتا ہے یہ حادثہ کسی کے ساتھ اس طرح بھی پیش آتا ہے کہ وہ بیٹھا ہی تھا کہ تخت کا پایا پھسل گیا اور تخت الٹ گیا ان کا سر زخمی ہو گیا حضرت علی علیہ السلام اس ناخوشگوار حادثہ کی علت بیان فرماتے ہیں کہ "تم نے بسم اللہ نہیں پڑھی تھی۔(۱)

سورۂ توحید میں خدا کی یکتائی اور اس کی وحدانیت (کا بیان) ہے خداوند عالم ہر جہت سے یکتا و بے مثل ہے، اس کا وجود اور صفات لامحدود ہیں اور وجودِ لامحدود ایک کے علاوہ دوسرا نہیں ہو سکتا مثلاً اگر ایک گھر مساحت کے لحاظ سے لامحدود ہو تو زمین پر دوسرے گھر کی جگہ باقی نہیں رہے گی اور اس گھر کے علاوہ اور کوئی گھر نہیں ہوگا۔

خداوند عالم تمام چیزوں میں یکتا ہے۔

(مخلوق) پیدا کرنے میں یکتا ہے:

: اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ (رعد ـ ١٦) (۲)

"اللہ ہر چیز کا خالق ہے"۔

---

(۱) پیام قرآن (تفسیر موضوعی) جلد ۱ (۲) رعد / ۱۶

پرورش کرنے میں یکتا ہے :

: هُوَرَبُّ كُلِّ شَيْءٍ (انعام — ١٦٤) (۱)

"وہ ہر چیز کا پالنے والا ہے۔"

مالکیت میں یکتا ہے :

: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (۲)

"اور زمین و آسمان کا مالک اللہ ہے۔"

حاکمیت میں یکتا ہے :

: إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ (۳)

"حکومت صرف خدا کے لیے ہے۔"

فریاد رسی میں یکتا ہے :

: أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ... (۴)

"وہ کون ہے جو مضطر کی آواز کو سنتا ہے جب وہ فریاد کرتا ہے۔"

وہ تمام اوصاف و خصوصیات میں بے نظیر ہے وہ "صمد" ہے۔

بے نیاز ہے، سب اس کے محتاج ہیں، سب کی نظریں اس کی طرف لگی ہوئی ہیں، "صمد" ہے یعنی خوراک، نیند، تغیر و تبدل، شریک، فساد، غفلت، خستگی، پیدا ہونا اور خوف وغیرہ سے بری ہے۔ (۵)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں :

"صمد" یعنی نہ جسم ہے نہ مثال، نہ صورت ہے نہ اس کی کوئی شبیہ ہے نہ زمان رکھتا ہے نہ مکان، اس کی نہ کوئی شکل ہے نہ حد، نہ خالی ہے نہ پُر۔ (۶)

---

(۱) انعام/۱۶۴ (۲) آل عمران/۱۸۹ (۳) انعام/۵۷ (۴) نمل/۶۲ (۵)(۶) بحار ۳/۲۲۳

(لم یلد ولم یولد)

اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے نہ وہ کسی سے مل کر بنا اور نہ اس کی ذات سے کچھ لیا جا سکتا ہے وہ میوہ کی طرح نہیں ہے کہ درختوں سے جدا ہوتا ہے یا آنسو کہ آنکھ سے ٹپکتے ہیں یا چنگاری کہ پتھر سے نکلتی ہے۔

یہ جملہ یہودیوں اور عیسائیوں کے عقائد کی نفی کرتا ہے کہ لوگ عیسیٰؑ اور عزیرؑ کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں اسی طرح مشرکین کہ فرشتوں کو خدا کی بیٹی گردانتے ہیں۔

(ولم یکن له کفوا احد)

اس کا کوئی کفو اور ہمسر نہیں ہے وہ ذات وصفات اور افعال میں اپنی مثال نہیں رکھتا ہے: "لیس کمثله شیء"[1]

قرائت کے وقت طمانیت

حمد وسورہ پڑھتے وقت بدن کو ساکن اور بآرام ہونا چاہیئے اور اسلام کی اس بین اللملی زبان (عربی) کے کلمات، تلفظ اور اس کی قرائت صحیح ہونا چاہیئے البتہ قرائت کا صحیح کرنا کچھ مشکل نہیں ہے بس تھوڑی ہمت درکار ہے۔

عربی، قرآن واسلام کی زبان ہے جس طرح ایک پائلٹ دنیا کے کسی بھی ملک میں جب وہاں کے ہوائی کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کرتا ہے تو انگریزی زبان میں گفتگو کرتا ہے اسی طرح نماز بھی مومنین کے لیئے معراج روحانی اور معنوی پرواز ہے اور اس کے جملوں کے ذریعہ گویا پیدا کرنے والے سے گفتگو کی جاتی ہے تو اس گفتگو کو صحیح عربی میں ادا ہونا چاہیئے۔

---

(۱) شوریٰ ر۱۱

نماز کے وقت حضور قلب اور فکر کو یکجا ہونا چاہیئے ، بہتر ہے کہ انسان کی نگاہ سجدہ گاہ پر رہے اور خضوع و خشوع قلب کے ساتھ نماز ادا کرے ، قرآن ان مومنوں کو کامیاب و رستگار قرار دیتا ہے جن کی نماز میں خشوع ہوتا ہے (۱) یعنی جو خدا اور اس کی عظمت پر توجہ رکھتے ہیں اور ان کی روح وجسم پر اس کی عظمت کا اثر ہوتا ہے۔

رسولِ خدا نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ حالت نماز میں اپنی داڑھی سے کھیل رہا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر اس کی توجہ نماز پر ہوتی اور خشوع قلب ہوتا تو اس طرح نماز نہ پڑھتا ۔ (۲)

البتہ نماز کی صحت و درستی کا ایک حصہ حضور قلب اور خضوع بھی ہے ، دوسروں کے حقوق کی رعایت اپنی جگہ ہے ۔

حضرت علی علیہ السلام کمیلؓ سے فرماتے ہیں :

"نماز پڑھتے وقت یہ دیکھو کہ کس لباس و مکان میں نماز پڑھ رہے ہو اگر لباس و مکان حلال کمائی سے نہیں بنا ہے تو تمھاری نماز قبول نہیں ہوگی ۔ (۳)

رکوع

سورہ کے بعد خدا کی تعظیم اور فروتنی کی نیّت سے حکم خدا اور اس کی عظمت کے سامنے ہمیں اتنا جھکنا چاہیے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہونچ جائیں ، کمر سیدھی اور گردن دراز ہو گویا نماز گذار راہ خدا میں گردن تک کٹوانے کے لیئے تیار ہے ۔ (۴)

ہر رکعت میں ایک رکوع لازم ہے ہاں ! نماز میت میں کوئی رکوع نہیں ہے

---

(۱) مومنون ۱ و ۲ (۲) بحار ۸۴ ، ۲۲۸ نقل از میزان الحکمہ (۳) بحار ۸۱ ، ۲۳۰ (۴) محجۃ البیضاء ۱ ، ۲۹۰

جب کہ نماز آیات میں پانچ رکوع ہیں۔

رکوع، نماز کا رکن ہے، عمداً، سہواً اس کی کمی و زیادتی سے نماز باطل ہوجاتی ہے اور اظہار بندگی کی بہترین قسم ہے۔

رکوع، ادب اور سجود قرب ہے اور خدا کا مقرب و محبوب وہی ہوتا ہے جس نے ادب میں کوتاہی نہ کی ہو، جیسا کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

«وفی الرکوع ادبٌ وفی السجود قُرْبٌ وَمَنْ لایُحْسِنُ الأدب لایَصْلُحُ لِلقُرب» (۱)

"رکوع میں ادب اور سجود میں قرب ہے جس کا ادب اچھا نہ ہو اس میں قرب کی صلاحیت بھی نہیں ہوتی ہے۔"

روایات میں پیشواؤں کے رکوع و سجود کے نمونے نقل ہوئے ہیں کہ ان کے مطالعہ سے انسان اپنے رکوع پر شرمندہ ہوتا ہے۔

اولیائے خدا کا رکوع

امیر المومنین علیہ السلام کا رکوع اتنا طویل ہوتا تھا کہ پنڈلی سے پسینہ جاری ہوکر قدم مبارک کے نیچے آجاتا تھا۔ (۲)

ایک شخص امام صادق علیہ السلام کے خانۂ مبارک میں داخل ہوا دیکھا کہ امامؑ حالت رکوع میں تسبیح خدا کر رہے ہیں یہاں تک کہ آپؑ نے ساٹھ مرتبہ تسبیح کی تکرار کی۔ (۳)
(یعنی سُبحانَ رَبِّیَ العَظیمِ وَبِحَمدِہٖ ساٹھ مرتبہ ادا کیا)

ایک دوسری حدیث میں منقول ہے کہ امام صادق علیہ السلام رکوع و سجود میں تیس مرتبہ سے زیادہ ذکر خدا کرتے تھے۔ (۴)

---

(۱) بحار ۸۲ / ۱۰۸ (۲) بحار ۸۲ / ۱۱۰ (۳) (۴) وافی ۲ / ۱۰۷

فیض کاشانی علیہ الرحمہ اس پر اضافہ کرتے ہیں کہ : تیسؔ مرتبہ سے زیادہ ذکر ہمراہ جماعت تھا کیونکہ امام کو چاہیئے کہ وہ ضعیف و کمزور لوگوں کی رعایت کرے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی جماعت میں شرکت کرنے والے سب یہی چاہتے تھے کہ رکوع و سجود میں زیادہ ذکر کیا جائے۔

ہم رکوع میں سُبحانَ رَبّی العظیم وبحمدہ کہتے ہیں اور خدائے بزرگ و برتر کی حمد و تسبیح کرتے ہیں۔ جس وقت سورہ واقعہ کی یہ آیت (فسبّح باسم ربّك العظیم (۱) نازل ہوئی تھی تو پیغمبرؐ نے فرمایا تھا :

«اجعلوها فی رکوعکم» (۲)

"یعنی اس کو تم رکوع میں شامل کرلو"

فرشتوں کے ساتھ

فرشتگان خدا ہر حال میں اس کی عبادت کرتے ہیں بعض رکوع کی حالت میں ہیں اور بعض ہمیشہ سجود و تسبیح ہی میں رہتے ہیں، جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں :

«منهم سُجود لایرکعُون وَرُکوعٌ لاینتصبون وصافّون لا یتزایلون ومُسبّحون لایسأمون» (۳)

"ان میں سے بعض رکوع میں ہیں اور بعض سجود میں اور بعض حالت قیام میں صف بستہ ہیں اور اس سے وہ تھکتے نہیں ہیں۔

(پس) جو نماز گذار رکوع میں مشغول ہیں وہ فرشتگان خدا کی صف میں شامل ہیں بلکہ

---

(۱) واقعہ ر ۷۴ (۲) المیزان ۱۹ر ۱۶۰ (۳) نہج البلاغہ، خطبہ ۱

عالم کے تمام ذرات خدا کی تسبیح کرتے ہیں لہٰذا انسان بھی ان کے ساتھ خدا کی تسبیح کرتے ہیں۔ (۱) اس سے بڑھ کر اور کیا عزت ہوگی! اور اس سے بڑا غافل کون ہوگا جو نماز، رکوع وسجود سے بیگانہ ہے!

سجود

خدا کی بارگاہ میں سجدہ کرنا تذلل وخاکساری کی علامت اور اعلیٰ درجہ کی عبودیت ہے۔

سجدہ سے انسان اپنے کو ہستی کا ہم رنگ بناتا ہے (یعنی سجدہ سے اپنے وجود کا پتہ دیتا ہے:

(ولله يسجد ما في السموات والأرض) (۲)

سجدہ وہ بہترین موقع ہے کہ جس میں انسان خدا سے نزدیک ہوتا ہے۔

سجدہ انسان کی زندگی کے چاروں دور کا راز ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: "سجدۂ اول یعنی خاک سے سر اٹھانا دنیا کی زندگی کا راز ہے، سجدۂ دوم مرنے اور خاک میں سونے کا رمز ہے سر اٹھانا محشور ہونے کا رمز ہے۔" (۳) (چنانچہ ارشاد ہے)

"ہم نے تمھیں خاک سے پیدا کیا اور خاک ہی میں پلٹا کر
لے جائیں گے اور دوبارہ اسی سے محشور کریں گے۔" (۴)

چونکہ سجدہ، عبودیت کی علامت ہے اس لئے کھانے اور پینے والی چیزوں پر نہیں کیا جا سکتا ہے خدا کے تقرب کی حالت میں لوگوں کو چاہیئے کہ وہ ان چیزوں کو سجدہ نہ کریں

(۱) اسراء / ۴۴ (۲) نحل / ۴۹ (۳) بحار ۸۲ / ۱۳۹ (۴) طٰہٰ / ۵۵

کہ جن کے وہ (حالت نماز کے علاوہ) بندے ہیں۔ (۱)

غیر خدا کے لیئے سجدہ جائز نہیں ہے۔ (۲)

اگر برادران یوسفؑ ان کے سامنے سجدہ میں گر پڑتے ہیں تو وہ حقیقت میں خدا کی عبادت اور اس کی بارگاہ میں شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے یوسفؑ کو کنوئیں کی گہرائی سے نکال کر اس اوج پر پہونچا دیا ہے۔ (۳)

پوری کائنات خدا کو سجدہ کرتی ہے

قرآن کے بیان اور جہان بینی کے لحاظ سے پوری کائنات و ذرات میں ایک قسم کا شعور ہے اور وہ خدا کی تسبیح اور اس کے سجدہ و ستائش میں مشغول ہیں اس کی شہادت قرآن کی بہت سی آیات دے رہی ہیں۔ من جملہ ان کے یہ آیت:

الم تر انّ اللہ یسجد لہ من فی السّمٰوات ومن فی الأرض والشمس والقمر والنّجوم والجبال والشّجر والدوابّ وکثیر من الناس وکثیر حقّ علیہ العذاب۔ (۴)

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ زمین و آسمان میں جس قدر بھی صاحبان عقل و شعور ہیں اور آفتاب و ماہتاب اور ستارے پہاڑ، درخت، چوپائے اور انسانوں کی ایک کثرت سب ہی اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں اور ان میں بہت سے ایسے بھی ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے۔"

---

(۱) وسائل ۴/ ۵۹۱
(۲) جن/ ۱۸
(۳) یوسفؑ/ ۱۰۰
(۴) حج/ ۱۸

مولوی نے بھی اپنے اشعار میں عالم کے ذرات کے شعور و نطق کی طرف اشارہ کیا ہے
کہتے ہیں:

نطق آب و نطق خاک و نطق گل
ہست محسوس حواس اہل دل

جملۂ ذرات، در عالم نہان
با تو می گویند روزان و شبان

ما سمیعیم و بصیر و باہشیم
با شما نامحرمان ما خامشیم

از جمادی سوی جان جان شوید
غلغلۂ اجزائے عالم بشنوید

فاش تسبیح جمادات آیدت
وسوسۂ تاویل ہا بزدایدت

(۱) خشک و تر مٹی اور پانی کی گویائی، اہل دل و عارفوں پر آشکار ہے (۲) کائنات کا ذرہ ذرہ تم سے یہ بات کہتا ہے (۳) ہم سنتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں اور ہوش رکھتے ہیں لیکن تم نامحرموں کے لیے ہم خاموش ہیں (۴) مادیت کی زنجیروں کو توڑ کے روحانی کمال حاصل کرو تاکہ کائنات کے ذرہ ذرہ کا غلغلہ سن سکو (۵) جمادات کی تسبیح تمھارے اوپر آشکار ہو جائے گی اور اس تسبیح کے سلسلہ میں جو وسوسے ہوتے ہیں وہ تم سے دور ہو جائیں گے۔

خداوند عالم نے بعض پیغمبروں کو پرندوں کی زبان سکھا دی تھی۔ (۱)

---

(۱)۔ علمنا منطق الطیر، نمل، آیہ ۱۶

حضرت سلیمانؑ چیونٹیوں کی بات سمجھتے تھے۔ (۱)

سارے موجودات خدا کی تسبیح کرتے ہیں لیکن آپ نہیں سمجھتے۔ (۲)

علامہ طباطبائیؒ اس سلسلہ میں ایک تفصیلی بحث کے بعد فرماتے ہیں:

«والحق ان التسبیح فی الجمیع حقیقی قالی» (۳)

"حق یہ ہے کہ موجودات کی تسبیح ایک حقیقت ہے (نہ کہ مجاز) اور لفظ و آواز کے ساتھ ہے (ذکر ان کی تخلیق)"

البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام الفاظ و اصوات یکساں ہوں۔

اگرچہ موجودات کی تسبیح کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ ان کا وجود خدائے متعال کے بے عیب وجود کا گواہ ہے لیکن آیات و احادیث اس سے بلند مفہوم سمجھاتی ہیں، حدیث میں ہے کہ: "حیوانوں کے منھ پہ طمانچہ نہ مارو کیونکہ وہ خدا کی تسبیح کرتے ہیں"۔ (۴)

"اور اپنے لباس کو پاک رکھو کیونکہ میلا لباس خدا کی تسبیح نہیں کرتا"۔ (۵)

قرآن، سلیمانؑ اور ہدہد کی گفتگو کو نقل کرتا ہے۔ (۶)

بہرحال نماز گذار انسان بھی اپنے سجدہ اور تسبیح کے ذریعہ تمام موجوداتِ عالم کی تسبیح کیساتھ تسبیح کناں ہے اور سب عظمت و فرمان خدا کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔

اولیائے خدا کا سجدہ

اولیائے خدا کے سجدہ کی معرفت سے عبادت میں خضوع و خشوع پیدا ہوتا ہے ہم یہاں چند سجدوں کو نمونہ کے بطور نقل کر رہے ہیں۔

---

(۱) فتبسم ضاحکا من قولها، نمل آیہ ۱۹۔ (۲) اسراء / ۴۴ (۳) المیزان ۱۳ / ۱۱۷ (۴) وسائل ۸ / ۳۵۲

(۵) تفسیر نمونہ ۱۲ / ۱۳۰ (۶) نمل / ۲۲

امام سجاد علیہ السلام اپنے سجدوں میں نام خدا کی اس قدر تکرار فرماتے تھے کہ جب سجدے سے سر اٹھاتے تھے تو بدن مبارک پسینے سے تر ہو جاتا تھا۔ (۱)

امام کاظم علیہ السلام صبح کی نماز کے بعد سجدہ میں سر رکھتے تھے اور دن بلند ہونے تک سجدہ ہی میں رہتے تھے۔ (۲)

حضرت ابراہیمؑ کے خلیل اللہ بننے کا سبب طولانی سجدہ تھا۔ (۳)

سلمان فارسیؓ فرمایا کرتے تھے کہ: "اگر سجدہ نہ ہوتا تو میں مرنے کی آرزو کرتا۔" (۴) (یعنی میں دنیوی زندگی میں فقط سجدہ کو محبوب رکھتا ہوں)

حضرت موسیٰؑ نافلہ کی ایک ہزار رکعات نماز کے بعد دائیں بائیں رخسار کو زمین پر رکھتے تھے۔ (۵)

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام کو سجدہ میں پانچ سو مرتبہ "سبحان اللہ" کہتے ہوئے سنا۔ (۶)

چوتھے امامؑ کو اس بنا پر "سجاد" کا لقب دیا گیا کہ آپ کے تمام اعضائے سجدہ پر سجدوں کا نشان تھا۔ (۷)

قرآن، اصحاب رسول خدا کی اس طرح توصیف کرتا ہے:

"وہ کفار کے لیے سخت ترین اور آپس میں انتہائی رحم دل ہیں تم انھیں دیکھو گے کہ بارگاہ خدا میں سر خم کیے ہوئے سجدہ ریز ہیں اور اپنے پروردگار سے فضل و کرم اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں کثرت سجود کی بنا پر ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان پائے جاتے ہیں":

«سیما هم فی وُجوهِهِم مِنْ أثرِ السُّجُود» (۸)

---

(۱) إذا سَجد لم یرفع رأسه حتّی یرتفض عرقاً (بحار ج ۸۲ ص ۱۳۷) (۲) کان یسجد بعد ما یصلّی فلا یرفع رأسه حتّی یتعالی النهار (قصار الجمل، سجدہ) (۳) قال الصادق(ع) إنّما اتّخذ الله ابراهیم خلیلاً، قال لکثرة سجوده علی الأرض (مستدرک وسائل ۱ / ۳۲۹) (۴) لولا السجود لله... لتمنّیت الموت (بحار ج ۶ ص ۱۳۰) (۵) قصار الجمل، سجدہ (۶) وسائل ۴ / ۹۷۹ (۷) کان أثر السجود فی جمیع مواضع سجوده فسُمّی السجاد لذلک (وسائل، ج ۴ ص ۹۷۷) (۸) فتح / ۲۹

آثارِ سجدہ

سجدہ، انسان کو خدا سے نزدیک کرتا ہے، گناہوں کو دور کرتا ہے، شیطان کی کمر توڑ دیتا ہے اور انسان کو جنتی بناتا ہے، اس سلسلہ میں چند حدیثیں نقل کی جاتی ہیں۔

ایک شخص رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "میرے اعمال مختصر اور گناہ زیادہ ہیں۔" آپؐ نے فرمایا: "اپنے سجدوں کی تعداد بڑھا دو کیونکہ جس طرح ہوا درختوں کے پتّوں کو گراتی ہے اسی طرح سجدہ (انسان سے) گناہوں کو دور کرتا ہے۔ (۱)

ایک گروہ خدمت پیغمبرؐ میں حاضر ہوا اور اس بات کا تقاضا کیا کہ آپؐ ہمارے بہشتی ہونے کی ضمانت لیجیئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ: "میں اس شرط پر ضمانت لیتا ہوں کہ تم لوگ اس سلسلہ میں طولانی سجدوں سے میری مدد کرو گے۔" (۲)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اپنے سجدوں کو طول دو کیونکہ انسان کا سجدہ شیطان پر کاری ضرب لگاتا ہے اس لیئے کہ سجدۂ آدمؑ کا حکم اس کو بھی دیا گیا تھا لیکن اس نے نافرمانی کی اور انسان اطاعت کرکے کامیاب ہوگیا۔ (۳)

پیامبر اسلامؐ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا:

«اِذا اَرَدْتَ اَنْ یَحْشُرَكَ اللّٰهُ مَعِیَ فَاَطِلِ السُّجُودَ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ» (۴)

"اگر تم قیامت میں میرے ساتھ محشور ہونا چاہتے ہو تو بارگاہ خدا میں طویل سجدے کرو۔"

---

(۱) بحار ۸۲ / ۱۶۲ و مستدرک ۱ / ۳۲۹ (۲) بحار ۸۲ / ۱۶۴ و مستدرک ۱ / ۳۲۹
(۳) بحار ۸۲ / ۱۶۳ (۴) بحار ۸۲ / ۱۶۴

خاک شفا پر سجدہ

کچھ مادی اور طبیعی چیزیں بھی بلند معانی و مفاہیم کی یاد تازہ کرتی ہیں خاک قبر شہید بھی انھیں میں سے ایک ہے۔

مستحب ہے کہ انسان قبر سید الشہداؑ کی خاک پر سجدہ کرے کیونکہ خاک شفا پر سجدہ کرنا کربلا کی جنگ اور معنویت کی یاد تازہ کرتا ہے اور انسان کو جہاد و شہادت کی تہذیب سے آشنا و مانوس کرتا ہے وہ اسی خاک شفا سے ایثار و فداکاری کی بو بھی سونگھ سکتا ہے اور اس طرح مکتب شہید سے درس لے سکتا ہے۔

امام صادق علیہ السلام خاک شفا کے علاوہ کسی چیز پر سجدہ نہیں کرتے تھے۔ (۱) اور فرمایا کرتے تھے: "تربت امام حسین علیہ السلام پر سجدہ کرنے میں ایک نورانیت ہے کہ جو پردوں کو اٹھا دیتی ہے۔ (۲)

"سبحان اللّٰہ" کے معنی

اس ذکر کے مفہوم میں خدا کی پاکیزگی و تقدیس اور اس کو ہر عیب و نقص سے بری جاننا مخفی ہے۔

"سبحان اللّٰہ" ایک حقیقت کو بیان کرتا ہے کہ جو تمام اسلامی عقائد کی جڑ بھی ہے، انسان اور خدا اور اس کے صفات کمالیہ سے رابطہ کی بنیاد بھی ہے۔

---

(۱) كان الصادق (ع) لا يسجد الا على تربة الحسين، تذللاً لله (وسائل ج ۳ ص ۶۰۸)

(۲) بحار جلد ۱۰۳ صفحہ ۱۳۵، تربت امام حسین علیہ السلام سے مربوط روایات ص۱۱۸ سے ص۱۴۰ تک

• — توضیح :-

"توحید" کی اساس خدا کی تسبیح ہے یعنی شرک و شریک سے اسے پاک جاننا :

«سُبحانَ الله عمّا یُشرکون» (۱)

"خدا ان کے شرک سے پاک ہے۔"

"عدل" کی بنیاد بھی تسبیح پر ہے یعنی خداوند عالم کو ظلم سے پاک سمجھنا، خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا اور اگر آفات و مشکلات اور بلائیں آتی ہیں تو یہ یا تو امتحان کی وجہ سے کہ جس سے انسان کی استعداد و روحانیت بڑھتی ہے یا خود انسان کے افعال کی وجہ سے آتی ہیں :

«ما أصابكم من مُصيبةٍ فبما كسبَتْ أيديكم» (۲)

"اور تم تک جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے۔"

پس خدا مبرّا و منزہ ہے ہم ہی ظالم ہیں۔

«سبحانَ ربّنا إنّا كنّا ظالمين» (۳)

"ہمارا رب تو پاک، بے نیاز ہے ہم واقعاً ظالم تھے۔"

"نبوت و امامت" کی اساس بھی تسبیح ہے اس معنی کے تحت کہ خداوند عالم نے انسان کو خواہشات نفس اور طاغوت و سرکش افراد کے چنگل سے نجات کے لیے اور کمال و سعادت اور حق کی طرف ہدایت کے لیے رہبر و پیشوا بھیجے ، انھیں ان کی حالت پر نہیں چھوڑا۔ پس خدا اس سے منزّہ ہے کہ وہ بشر کو حیران و سرگشتہ ہدایت کے

---

(۱) طور / ۴۳ (۲) شوریٰ / ۳۰ (۳) قلم / ۲۹

بغیر چھوڑ دے، ایسی باتوں کی نسبت خدا کی طرف وہ لوگ دیتے ہیں کہ جو باطنی توہمات میں مبتلا ہوتے ہیں اور خدا کے حکیم ہونے کا یقین نہیں رکھتے۔

«وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِنْ شَيْءٍ» (۱)

"واقعی ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جب کہ یہ کہہ دیا
کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نہیں نازل کیا ہے۔"

معاد کی بنیاد بھی تسبیح ہی ہے اگر آخرت کی حیات جاویداں نہ ہوتی اور حساب، جزا و سزا کے لیے تمام انسانوں کی بازگشت نہ ہوتی تو (انسان کی) زندگی اور اس کی خلقت عبث قرار پاتی اور انسانوں کا حق ادا نہ ہو پاتا اور خدا بے کار و عبث پیدا کرنے سے پاک ہے۔

«أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ؟» (۲)

"کیا تمھارا یہ خیال تھا کہ ہم نے تمھیں عبث پیدا کیا ہے
اور تم ہماری طرف پلٹ کر نہیں لائے جاؤ گے؟"

خدا ایسے بیہودہ کاموں سے پاک ہے۔ انسان کی سرنوشت اور اس کائنات کے لب و لباب (انسان) کو ایسے ہی چھوڑ دے۔

خدا سے عشق کی بنیاد بھی تسبیح ہی ہے کیونکہ وہ کمال مطلق اور اس کا وجود بے عیب ہے پس ہم کیوں اس سے محبت نہ رکھیں ـــــ؟

انسان کی رضا کی اساس یہی ہے کہ جو خدا سے راضی ہوتا ہے وہ اس کے کاموں میں عیب نہیں نکالتا بلکہ پورے انہماک کے ساتھ اس کی تقدیس کرتا ہے، اطاعت کا سنگ بنیاد بھی تسبیح ہے۔

---

(۱) انعام/۹۱ (۲) مومنون/۱۱۵

انسان اس (خدا) کا مطیع و فرمانبردار بنتا ہے کہ جو ہر ایک خامی اور نقص سے منزہ ہو۔

توکل کی بنیاد بھی تسبیح ہی پر ہے۔

جو شخص خدا پر بھروسہ کرتا ہے اور اس کی قدرت و مہربانی کا عقیدہ رکھتا ہے ، اسے جہل وضعف اور قساوت سے منزہ وپاک سمجھتا ہے۔

تقویٰ کی بنیاد بھی تسبیح ہی پر ہے۔

متقی انسان خدا کو عالم وعادل اور حساب لینے والا سمجھتا ہے اور پوری کائنات کو اس کے سامنے تصور کرتا ہے (اس سے کسی چیز کو پوشیدہ نہیں سمجھتا ہے) اور ہر قسم کی غفلت و بے خبری سے اسے پاک سمجھتا ہے اسی بنا پر اس سے خوف کھاتا اور گناہوں کا مرتکب نہیں ہوتا ہے۔

پس ... "تسبیح" وہ مبارک وعمیق کلمہ ہے کہ جس میں مفہوم کی ایک دنیا آباد ہے اور خدا کو ہر قسم کی برائیوں سے پاک سمجھنے پر عشق وعبادت ، بندگی و توکل ، تقویٰ و اطاعت اور توحید و نبوت ، معاد و امامت اور عدل کی بنیاد استوار ہے۔ چونکہ وہ پاک وپاکیزہ ہے اس لئے لائق حمد ہے اسی لئے تسبیحات اربعہ میں ہم سبحان اللہ کے بعد بلا فاصلہ الحمد للہ کہتے ہیں۔

قرآن ، خدا کو شریک سے منزہ کہتا ہے :

: سُبحانَ اللهِ عمّا یُشرِکُون (۱)

بلکہ وہ تو توصیف کرنے والوں کی توصیف اور وہ اپنے خیال میں جو وصف لا سکتے

---

(۱) طور / ۴۳

ہیں اس سے منزہ ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

سبحان اللہ رب العرش عما یصفون. (۱)

وہ فقر و ناداری سے پاک ہے:

: سبحانہ ھو الغنی . (۲)

بے کار و بے مقصد خلق کرنے سے پاک ہے:

: ربنا ما خلقت ھذا باطلاً سبحانک. (۳)

بندوں پر ظلم کرنے سے بری ہے بلکہ بندے خود اپنے اوپر ظلم کیا کرتے ہیں:

سبحانک انی کنت من الظالمین. (۴)

اولاد سے پاک ہے:

: ویجعلون للہ البنات سبحانہ. (۵)

اسی بنا پر اس ذکر (سبحان) کی رکوع و سجود میں زیادہ تکرار کی جاتی ہے اسی طرح نماز کے علاوہ مختلف حالات میں بھی اس کی تکرار کی جاتی ہے کیونکہ یہ توحید کا درس ہے۔

حکم سے بھی زیادہ تسبیح

رسولؐ، خدا کی عنایت و محبت کا خاص مرکز ہیں اور خدا کی طرف سے مخصوص عبادی پروگرام کے بھی ذمہ دار ہیں، تسبیح کا حکم بھی ان کے لئے دوسروں سے زیادہ ہے لیکن جب ہم آیات قرآنی کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے سجدہ کا حکم رسولؐ کو دو مرتبہ دیا ہے جب کہ توکل کا حکم آٹھ مرتبہ دیا ہے اسی طرح استغفار کا حکم بھی آٹھ مرتبہ دیا ہے اور عبادت کا حکم پانچ مرتبہ اور ذکر خدا کا حکم بھی پانچ مرتبہ اور

---

(۱) انبیاء / ۲۲ (۲) یونسؑ / ۶۸ (۳) آل عمران / ۱۹۱ (۴) انبیاء / ۸۷ (۵) نحل / ۵۷

تکبیر کا حکم ۲ مرتبہ لیکن تسبیح کا حکم سولہ (۱۶) مرتبہ دیا ہے اور وہ بھی مختلف حالات کی بنا پر۔ اس طرح کہ پیغمبرؐ ہمیشہ خدا کی طرف متوجہ رہیں لہٰذا حکم تسبیح کے ساتھ ساتھ اس قسم کے جملے موجود ہیں۔

(۱) —— قبل طلوع الشمس و قبل غروبها. (۱)

"اور آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے کے بعد اپنے رب کی تسبیح کرتے رہیں"۔

(۲) —— ومِنْ آناءِ اللَّيلِ فَسبِّحْ واطرافَ النهار. (۲)

"اور رات کے اوقات میں اور دن کے اطراف میں بھی تسبیح پروردگار کریں۔

(۳) —— وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بالعَشِيِّ والإبْكار. (۳)

"اور صبح و شام اپنے پروردگار کی حمد کی تسبیح کرتے رہیں"۔

(۴) —— وسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ. (۴)

"اور ہمیشہ قیام کرتے وقت اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے رہیں"۔

اس سے سُبحَانَ اللّٰہ کے ذکر کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے اور اس کی سازندگی کو سازگار انسان کے فکر و عمل میں بیان کرتا ہے۔

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں:

«واذا قال العبد: سُبحانَ الله، صلّىٰ عليه كُلُّ مَلَكٍ» (۵)

"جس وقت کوئی بندہ سُبحَانَ اللّٰہ کہتا ہے تو تمام فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں"۔

---

(۱) (۲) طٰہٰ / ۱۳۰ (۳) غافر / ۵۵ (۴) طور / ۴۸ (۵) توحید صدوق (رہ) صفحہ ۳۱۲

قنوت

"قنوت" کے معنی اطاعت و دعا اور نماز میں خدا پر توجہ رکھنے کے ہیں اور نماز میں مستحب ہے کہ ہاتھوں کو چہرہ کے مقابل لائیں اور دعا کریں اگرچہ مرحوم صدوق (رہ) نے قنوت کو واجب قرار دیا ہے۔

روایات کی رو سے صبح و مغرب اور نماز جمعہ میں قنوت کی زیادہ تاکید کی گئی ہے، قنوت کے لیئے کوئی مخصوص دعا نہیں ہے۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "جو دعا بھی زبان پر جاری ہو جائے وہی بہتر ہے" (۱) لیکن بعض دعاؤں کے بارے میں زیادہ تاکید کی گئی ہے۔

رسول خدا (ص) نے تاکید فرمائی ہے کہ: "نمازوں میں طویل قنوت پڑھا کرو کیونکہ قیامت میں اس سے حساب میں آسانی ہوگی۔"

«أطولكم قنوتاً في دار الدنيا أطولكم راحةً يوم القيامة في الموقف» (۲)

"دنیا میں تمہارا طویل قنوت، قیامت میں وقت حساب تمہارے طویل آرام کا باعث ہوگا۔"

روایات میں ہے کہ بہترین نماز وہ ہے کہ جس کا قنوت طویل ہوتا ہے۔ (۳)

قنوت خدا سے طلبِ حاجت کا ذریعہ ہے (اس لئے) بہتر ہے کہ اس میں بہترین دعائیں اور بڑی حاجتیں طلب کی جائیں۔ بعض علماء (مثلاً حاج ملا ہادی سبزواری (رہ)) نماز شب کے قنوت میں جوشن کبیر ایسی طویل اور ایک ہزار اسماء و صفاتِ خدا پر مشتمل دعا پڑھتے تھے۔ ایسی نماز خدا سے عشق و محبت کی دلیل ہے۔

---

(۱) جواہر ۱۰/۳۵۲ سے ۳۶۲ (۲) بحار ۸۲/۱۹۹ و جواہر ۱۰/۳۶۷ (۳) بحار ۸۲/۲۰۶

تشہد

تشہد، واجبات نماز میں سے ہے ہر دُو رکعت (مغرب کی تیسری رکعت میں بھی) کے بعد بیٹھ کر تشہد پڑھنا چاہیئے۔ تشہد خدا کی یکتائی اور (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی گواہی پر مشتمل ہے۔

اس طرح دوّ زانو بیٹھنا چاہیے کہ دائیں پیر کی پشت بائیں پیر کے ظاہری حصہ پر رکھے اور بہتر ہے کہ بدن کا زیادہ زور بائیں طرف قرار دے۔

قرآن کی زبان میں دایاں، مظہر حق اور بایاں، باطل کا نمونہ ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ دایاں پیر بائیں پیر پہ کیوں رکھتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: "خدایا! باطل کو موت اور حق کو حیات عطا فرما۔ (۱)

تشہد، پھر اسی شہادت وشعار کو دہرانا ہے کہ جو اوّل نماز میں بشکل اذان واقامت کہا گیا تھا اور یہ اسی صحیح راستہ کی یاد آوری کے لیئے ہے کہ جو ہم نے پہلے بیان کیا تھا۔ (۲)

تشہد میں خدا کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رسالت کی گواہی ایک ساتھ ہے اور یہی تشہد، توحید سے نبوت وقیادت کا پیوند اور عبودیّت تک بچاتا ہے۔

در حمد میں ہم جمع کی صورت میں اظہار عبودیت واستعانت کرتے ہیں لیکن تشہد میں فرد کی زبان میں کہا جاتا ہے کہ: "میں گواہی دیتا ہوں"۔ شاید یہ اس لیئے کہ اپنی آگاہی و

---

(۱) وسائل ۴/۹۸۸ / بحار ۸۲/۲۸۳

(۲) امام رضا علیہ السلام کی حدیث کا مضمون ہے۔ بحار ۸۲/۲۸۴

اعتقاد کا اظہار ہر ایک شخص کو کرنا چاہیئے اور خدا و رسولؐ سے اپنی بیعت کی تجدید کرنا چاہیئے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی رسالت و عبودیت کی شہادت میں آپ کی عظمت و شوکت بھی مضمر ہے، خدا نے آپؐ کی نبوّت کو توحید سے ملایا ہے اور یہی شہادت، نمازگذار کو بھی خطا رہبری اور اس کی قدر دانی تک پہونچاتی ہے، عَبْدُہ کا رَسُوْلُہ پر مقدم ہونا اس رمز کی نشاندہی کرتا ہے کہ پیامبرؐ کی تبلیغ و رسالت، عبودیت کی بنا پر تھی، وہ بندۂ خدا تھے لہٰذا پیغمبری کے لیئے منتخب کیئے گئے۔

تشہد کی دوسری خاصیت "صلوات" ہے۔

محمّد و آل محمد علیہم الصلوۃ والسلام پر درود بھیجنا شعار اسلام خصوصاً شیعوں کا شعار ہے اور اس کے بغیر نماز ناقص ہے اگرچہ اہل سنت تشہد میں درود نہیں پڑھتے لیکن اہل سنت کے رہبر و مجتہد امام شافعی کہتے ہیں:

"اے رسولؐ کے اہلبیتؑ آپ (لوگوں) کی محبت خدا نے
قرآن میں فرض کی ہے اور آپ کی قدر و منزلت کے
لیئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو آپ پر صلوٰۃ نہ بھیجے اس کی نماز
نماز نہیں ہے۔" (۱)

محمد و آل محمد پر درود بھیجنے کا طریقہ اور اس کی اصل: اہل سنت کی تفسیر و فقہ اور حدیث کی کتابوں میں متعدد حدیثیں بیان ہوئی ہیں یہاں تک کہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ لوگوں نے رسولؐ سے دریافت کیا یا رسول اللہؐ! ہم کیسے درود بھیجیں؟ آپ نے فرمایا:

«اللّٰهم صلّ علیٰ محمّد و علیٰ آل محمّد» (۲)

---

(۱) يا أهل بيت رسول الله حبكم فرض من الله في القرآن أنزله
كفاكم من عظيم القدر أنكم من لم يصل عليكم لا صلاة له
(الغدير، ج ۲ ص ۳۰۳، به نقل از: مسند احمد بن حنبل، ج ۶ ص ۳۲۳)

(۲) صحیح بخاری جلد ۸، باب الصلوٰۃ علی محمدؐ۔

افسوس اسی حدیث کو نقل کرنے میں کلمۂ آل محمدؐ کو حذف کر دیا گیا ہے۔

اور دوسری احادیث میں بھی پیغمبرؐ کے نام کے ساتھ آل محمدؐ بھی آیا ہے (۱)

بعض احادیث میں اس شخص کی سرزنش کی گئی ہے کہ جو محمدؐ پر درود بھیجتا ہو لیکن آپؐ کے اہل بیتؑ کا تذکرہ اس میں نہ کرتا ہو جیسے کوئی اس طرح درود پڑھے:

صلّى الله على محمد ، ولم يُصَلِّ على آله لم يجدْ ريح الجنة» (۲)

"جو آل محمدؐ پر درود نہ بھیجے وہ جنت کی بو بھی نہ سونگھ سکے گا۔"

اور درود کی تشویق کے لیئے ہے کہ جو محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجتا ہے اہل بیتؑ بھی اس پر درود بھیجتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے لیئے قرب و شفاعت پیغمبرؐ بیان ہوئی ہے مثلاً پیغمبرؐ کی حدیث:

«مَنْ أرادَ التوسُّلَ اليَّ وَأنْ تكونَ لهُ عندي يدٌ أشفعُ لهُ بها يومَ القيامة فليُصَلِّ على أهل بيتي ويُدْخِلِ السُّرورَ عليهم» (۳)

"جو شخص مجھ سے رابطہ برقرار کرنا چاہتا ہے اور روز قیامت میری شفاعت کی تمنا رکھتا ہے اسے میرے اہل بیتؑ پر درود بھیجنا اور انھیں خوش رکھنا چاہیئے۔"

روایت میں ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے ایک شخص کو کعبہ سے لپٹے ہوئے دیکھا کہ وہ تنہا محمدؐ پر صلوات بھیج رہا ہے (اہل بیتؑ پر نہیں) تو آپؑ نے فرمایا کہ: "یہ ہم پر ظلم ہے۔" (۴) اور بعض روایات میں ایسی صلوات کو ابتر کہا گیا ہے۔ (۵)

---

(۱) تفسیر فخر رازی ۲۵/ ۲۲۷ و کنز العمال ۱/ ۴۹۵ (۲) وسائل ۴/ ۱۲۱۹ و بحار ۹۱/ ۴۸

(۳) وسائل ۴/ ۱۲۲۱ (۴) وسائل ۴/ ۱۲۱۸ (۵) وسائل ۴/ ۱۲۲۲

بہر حال آلؑ پیغمبرؐ پر درود بھیجنا خاندان پیغمبرؐ کی تعظیم اور رسولؐ کے فرمان پر عمل کرنا ہے (۱) محمدؐ و آل محمدؐ پر خود صلوٰۃ (احادیث کی رو سے) ایک نور بن جاتی ہے کہ جو قیامت میں تمھارے راستہ کو روشن کرے گی اور ہماری صلوات پیغمبرؐ تک پہونچتی ہے اور آپؐ اس کا جواب دیتے ہیں۔ صلوات، گناہوں کا کفارہ اور ہمارا تذکیہ ہے۔

«وجعل صلواتنا علیکم تزکیۃ لنا وکفارۃ لذنوبنا» (۲)

دوسری حدیث میں ہے کہ ایک ساتھ اور با آواز بلند صلوات بھیجو تاکہ تمھارے درمیان نفاق نہ رہے۔ (۳)

رسول خداؐ فرماتے ہیں کہ:

"مجھ پر تمھاری صلوات، تمھاری دعاؤں کی مقبولیت، خدا کی خوشنودی اور تمھارے اعمال کی طہارت کا باعث ہوتی ہے۔" (۴)

دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص پیغمبرؐ پر درود بھیجتا ہے خدا اور اس کے فرشتے اس شخص پر صلوات بھیجتے ہیں اور قیامت میں وہ پیغمبرؐ کے قریب ہوگا۔ (۵)

جب صلوات کا اتنا ثواب ہے اور اس کی اہمیت کے لیئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ نماز کے تشہد میں بھی شامل ہے تو ہم بھی اس ثواب کو حاصل کرنے کے لیئے صلوات کی تکرار کرتے ہیں:

«اللھم صل علی محمد وآل محمد»

---

(۱) ملاحظہ فرمائیں: کنز العمال جلد ۱ ص ۴۸۸ و ۴۸۹ اور بحار الانوار جلد ۹۱

(۲) زیارت جامعۂ کبیرہ۔ نیز کنز العمال جلد ۱ ص ۴۹۲

(۳) قصار الجمل

(۴) (۵) بحار جلد ۹۱ ص ۶۴ و ۶۵

سلام

اختتام نماز پر تشہد کے بعد تین سلام ہیں۔

پہلا سلام رسولؐ پر۔

دوسرا خود ہمارے اور خدا کے صالح بندوں پر۔

تیسرا تمام ملائک اور مومنین وغیرہ پر۔

سلام، سلامتی اور خیر و برکت کی دعا ہے "سلام" خدا کے ناموں میں سے ایک ہے (۱) اس کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ ہمیں خدا سے ملتا ہے وہ اس کا لطف و برکت ہے۔ (۲)

نماز میں جو سلام ہم پیغمبرؐ پر بھیجتے ہیں وہ برکت و رحمت خدا کے ساتھ بھیجتے ہیں اور یہ سلام کی بہترین شکل ہے۔

السلام علیک ایها النبی و رحمة الله و برکاته.

پیغمبرؐ پر ہمارا سلام ان کی زحمتوں کی قدر شناسی ہے کہ انھوں نے ہماری ہدایت کی اور ہمیں خدا سے آشنا فرمایا ہے۔

نماز کے سلام میں جب نمازگذار تمام مومنوں، خدا کے نیک بندوں اور خود اپنے اوپر سلام بھیجتا ہے تو اس وقت وہ تنہائی کا احساس نہیں کرتا بلکہ خود کو امت اسلام کی ایک جماعت کا فرد تصور کرتا ہے اور خدا کے بندوں سے ہر جگہ ہم بستگی کا احساس کرتا ہے۔

---

(۱) حشر، آیہ ۲۳ السلام المؤمن...

(۲) المیزان جلد ۱۹ ص ۲۵۶

سلام پر ایک نظر

نماز کے علاوہ "سلام" اسلامی معاشرہ میں مسلمانوں کی آپسی ملاقات کا ادب و اخلاق شمار ہوتا ہے اور اس سے محبت بھی بڑھتی ہے سلام تواضع و فروتنی کی علامت ہے اور اس کا ثواب بھی ہے۔

اہل بہشت پر خدا سلام بھیجتا ہے۔ (۱)

خدا، پیغمبرؐ کو حکم دیتا ہے کہ جب مومنوں سے ملو تو انھیں سلام کرو۔ (۲)

فرشتے بھی رستگار لوگوں پر سلام بھیجتے ہیں۔ (۳)

اہل بہشت ملاقات کے دوران ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں:

«تحیتهم فیها سلامٌ» (۴)

یہ تھے چند آیتوں کے ٹکڑے جن میں سلام کا تذکرہ تھا۔

روایات کی رو سے

سلام اور اس کی کیفیت و پاداش کے بارے میں بہت زیادہ احادیث بیان ہوئی ہیں جن کو حدیثوں کی کتابوں میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ ہم یہاں ان احادیث کے نمونے پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ جو سلام کے نکات پر حاوی ہیں۔

«أبخلُ النّاسِ مَنْ بَخِلَ بالسّلام» (۵)

"سب سے زیادہ بخیل وہ شخص ہے جو سلام میں بخل کرے"۔

---

(۱) یٰسٓ ر ۵۸ (۲) انعام ر ۵۴ (۳) رعد ر ۲۴ (۴) ابراہیمؑ ر ۲۳ (۵) بحار ۷۶ ر ص ۴

امام صادق علیہ السلام سب کو سلام کرنے کو تواضع اور غرور و تکبر سے بری ہونے کی نشانی قرار دیتے ہیں۔ (۱)

کبھی سلام کے ذریعہ سلام کی تشویق دلائی جاتی ہے اور سلام نہ کرنا ایک قسم کی توبیخ اور نہی از منکر شمار ہوتا ہے۔ پیغمبرؐ فرماتے ہیں کہ: مست، مجسمہ ساز اور قمار باز وغیرہ کو سلام نہ کرو۔ (۲)

حدیث میں ہے:

"لطف خدا اور اخلاق پیغمبرؐ سے وہ شخص زیادہ قریب ہے
کہ جو سلام میں پہل کرتا ہے۔" (۳)

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جو شخص سلام کرنے (یا سلام کا جواب دینے) میں فقیر و غنی
کا فرق کرتا ہے خداوند عالم قیامت میں اس پر غضبناک ہوگا۔" (۴)

اگرچہ سلام کرنا مستحب ہے لیکن جواب دینا واجب ہے اور بہتر یہ ہے کہ پر تپاک اور محبت سے لبریز جواب دیا جائے۔

قرآن کہتا ہے:

«وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا» (۵)

"جب تمھیں سلام کیا جائے تو اس سے بہتر یا ویسا ہی جواب دو۔"

سلام کرنا پست و حقیر ہونے کا سبب نہیں ہے بلکہ اس سے عزت و محبت بڑھتی ہے۔ رسول خداؐ سب کو یہاں تک کہ بچوں کو بھی سلام کیا کرتے تھے اور اس پر فخر کیا کرتے تھے۔ (۶)

---

(۱) من التواضع ان تسلم علی من لقیت (بحار ج ۷۳ ص ۳)　(۲) بحار ۷۳/۸　(۳) بحار ۷۳/۱۲
(۴) قصار الجمل ۱/۳۲۱　(۵) نساء/۸۶　(۶) بحار ۷۳/۱۰

حدیث میں ہے کہ ایک سلام پر ستّر نیکیاں (ملتی) ہیں' ۶۹ سلام کرنے والے کو اور ایک جواب دینے والے کو ملتی ہے۔ (۱)

قرآن کہتا ہے کہ "گھر میں داخل ہوتے وقت خود اپنے اوپر سلام کرو، سلام و تحیت بابرکت و پاکیزہ خدائی طرف سے ہے۔" (۲)

امام باقر علیہ السلام اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ "مراد اہل خانہ میں سے کسی کو سلام کرنا ہے۔ (۳) کیونکہ بیوی، بچے بھی انسان ہیں اور قرآن کی رو سے ایسا پاک و مبارک برتاؤ محبت اور باصفا زندگی کی علامت ہے اور بدبختی کو دور کرنے کا باعث ہے۔

اگرچہ سلام کرنا باعث افتخار ہے نہ کہ باعث ننگ و عار لیکن بہتر یہ ہے کہ چھوٹا، بڑے کو، راہرو کھڑے ہوئے، چھوٹی جماعت بڑی کو سلام کرے۔ (۴)

سلام کی بحث کا خاتمہ ہم حضرت علی علیہ السلام کی ایک حدیث کو قرار دیتے ہیں۔

فرماتے ہیں: "رسول خدا، عورتوں اور مردوں کو سلام کیا کرتے تھے" لیکن حضرت علی علیہ السلام جوان عورتوں کو سلام نہیں کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ "میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ان کا نرم جواب میرے اوپر اثرانداز نہ ہو جائے اور سلام کی پاداش سے قبل وسوسہ میں گرفتار ہو جاؤں"۔

علامہ مجلسی (علیہ الرحمہ) اس حدیث کی توضیح فرماتے ہیں:

حضرت علی علیہ السلام کا یہ قول و عمل امت کے لئے ایک درس تھا تاکہ لوگ، جوان عورتوں سے کم رسم و راہ رکھیں ورنہ امام معصوم ہرگز وسوسہ میں مبتلا نہیں ہوتے۔ (۵)

---

(۱) بحار ۷۳ / ۱۱ (۲) نور / ۶۱ (۳) تفسیر نمونہ ۱۴ / ۵۵۳ (۴) میزان الحکمۃ ۴ / ۵۳۸
(۵) بحار ۴۰ / ۳۲۵

تعقیبات اور نوافل

نماز گذار خدا کی بارگاہ میں حاضر اور اس معنوی ضیافت میں شریک ہوتا ہے کہ جس کی خدا نے اپنے بندوں کو دعوت دی ہے۔

جس طرح مہمان ہونے کے کچھ مقدمات و آداب ہیں اسی طرح مہمان کا استقبال و بدرقہ بھی ایک دستور ہے اور جتنا مہمان معزز ہوگا اسی شان سے استقبال و بدرقہ بھی کیا جائے گا الہی فریضہ کی ادائیگی بھی اسی طرح ہے۔

ہمارے ائمہ معصومین علیہم السلام نماز کے وقت سے قبل ہی نماز کی آمادگی و تیاری کرتے تھے اور نماز کے بعد کافی دیر تک تعقیبات نماز میں مشغول رہتے تھے پھر بھی ان کا دل یاد خدا سے نہیں بھرتا تھا اور نہ ہی زبان اس کی حمد و ثنا سے رکتی تھی اور وہ سمت قبلہ سے منھ نہیں موڑتے تھے۔ کیا وہ نماز کو آنکھوں کا نور نہیں سمجھتے تھے؟ کیا

انسان بہ آسانی نورِ چشم سے دل ہٹالیتا ہے اور اس سے چشم پوشی کرتا ہے؟

اذان و اقامت نماز کے لیئے ایک قسم کا استقبال اور تعقیبات اس کا بدرقہ ہے۔

نماز کے بعد دعا اور تعقیبات سے بے اعتنائی خود نماز سے بیگانگی و بے تعلقی کی دلیل ہے۔ جس طرح روایات میں نماز کے لیئے مسجد میں جلد جانے اور نماز شروع ہونے کا انتظار کرنے کی تشویق و تاکید کی گئی ہے اور نماز کے منتظر کو خدا کا مہمان کہا گیا ہے(۱) اسی طرح نماز کے بعد مستحبات اور دعاؤں کے پڑھنے کی بھی تاکید کی گئی ہے۔

قرآن کہتا ہے:

«فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب» (۲)

"جیسے ہی آپ فارغ ہوں دوسرے کام میں مشغول ہوجائیے
اور خدا کی طرف رغبت کیجئے۔"

اب ہم تعقیبات کے بعض مسائل کو آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

تعقیبات نماز

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "جب تم نماز سے فارغ ہوجاؤ تو تعقیبات کا سلسلہ شروع کردو۔" (۳)

فرماتے ہیں: "نماز صبح و ظہر اور مغرب کے بعد دعا مستجاب ہوتی ہے۔" (۴)

نیز تسبیح حضرت زہرا علیہا السلام (۳۴ مرتبہ اللہ اکبر، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ) خدا کے نزدیک مستحب نماز کی ہزار رکعت سے افضل و بہتر ہے۔ (۵)

---

(۱) مستدرک الوسائل ۱/ ۲۲۶ (۲) انشراح / ۷ (۳) مستدرک الوسائل ۱/ ۲۲۶
(۴) (۵) مستدرک الوسائل ۱/ ۲۲۶

حدیث میں ہے کہ: "جو شخص ان تسبیحات کو پڑھے تو گویا اس نے اس آیت پر (وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا = احزاب/۴۱) کہ "خدا کو زیادہ یاد کرو" عمل کیا ہے۔" (۱)

البتہ دعا اور تعقیبات اپنی جگہ اور اپنے کاموں میں سعی و دوام رکھنا اپنی جگہ ہے ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے لیئے رکاوٹ نہیں ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر ہم تعقیبات کے بجائے اپنا کام کریں تو زیادہ کامیاب ہوں گے۔

رسول خدؐا فرماتے ہیں:

«التعقيبُ بعدَ صلاةِ الفجرِ أبلغُ في طلبِ الرزقِ» (۲)

"نماز صبح کے بعد دعا کرنا زندگی اور ترقی رزق کے لیئے بہت موثر ہے۔"

درود و نفرین

نیک اور کمال بشری کے نمونہ افراد پر درود بھیجنا اور کفر و شرک، نجاست اور ستم کیش پر لعنت و نفرین کرنا بھی تعقیبات میں سے ہے۔

جو دعائیں تعقیب کے عنوان سے بیان ہوئی ہیں ان میں بھی صلوات کو متعدد موارد پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے ان سب میں ایک جزء تولیٰ و تبریٰ کا بھی موجود ہے کہ جو ایک زندہ مکتب کی علامت ہے۔

جو صلوات نقل ہوئی ہیں وہ اپنی جگہ لیکن صلوات خود بہت زیادہ موارد پر تعقیبات نماز کے عنوان سے بیان ہوئی ہے۔

---

(۱) وسائل ۴ر۱۰۲۴ (۲) مستدرک الوسائل ار۳۴۶

موردِ لعن :-

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں :

"اِذَا انْحَرَفْتَ عَنْ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فَلَا تَنْحَرِفْ اِلَّا بِانْصِرَافٍ لَعْنِ بَنِي اُمَيَّةَ" (۱)

"نماز تمام کرنے کے بعد اپنی جگہ سے حرکت نہ کرو مگر بنی امیّہ پر لعنت کے بعد"

کیونکہ یہ ظالم وتباہ کار خاندان، طاغوت کا نمونہ اور ائمہ معصومینؑ و آل پیغمبرؐ کا سخت ترین دشمن تھا (اس لئے) یہ ہر قسم کی نفرت ونفرین کا مستحق ہے۔

امام صادق علیہ السلام ہر نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں (کہ جو امامت کے کٹر دشمن تھے) پر لعنت کیا کرتے تھے۔ (۲)

اسلام کتنا اچھا دین ہے کہ وہ اپنے عبادی پروگراموں میں ستمگروں، طاغوتوں اور مفسدوں کو بھی شامل رکھتا ہے اور اپنی نماز وعبادات اور حج میں مشرکین وکفار اور منافقین سے بیزاری وبرائت کا اعلان بھی کرتا ہے۔ (۳)

پس تعقیبات نماز میں دشمنانِ خدا اور اس کے نمائندوں کے مخالفوں پر لعنت کرنا بھی شامل ہے۔

---

(۱) وافی ۲ / ۱۲۱ (۲) وسائل الشیعہ ۴ / ۱۰۳۷ (۳) یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایران کے ان چار سو شہداءؓ کا بھی تذکرہ کرتا چلوں کہ جو ایام حج میں جمعہ کے روز دنیا کے مستکبرین اور طاغوت سے اظہار برائت کرتے ہوئے اور امریکہ و اسرائیل مردہ باد کے نعرے لگا رہے تھے کہ سعودی عرب کی وہابی حکومت کے نوکروں نے گولیوں کی بوچھار کردی اور چار سو افراد نے جام شہادت نوش کیا۔ افسوس ہے کہ ایسے نعروں کی پاداش میں کہ جو قرآن وحدیث کے حکم کے مطابق ہیں جو کفار ومشرکین سے بیزاری کی علامت ہیں کو بعض کج فہم افراد ایام حج میں عبادت کے مخالف تصوّر کرتے ہیں۔

تسبیح حضرت زہرا علیہا السلام

تعقیبات نماز میں سے حضرت زہرا علیہا السلام کی تسبیحات بھی ہیں یعنی ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ۔ پس ہر نماز سے فارغ ہونے کے بعد کہ جس کو رسول خدا نے اپنی پارۂ جگر فاطمہ علیہا السلام کو تعلیم دی تھی اس کے پڑھنے کی بہت تاکید کی گئی ہے اور اس کا بہت ثواب بیان کیا گیا ہے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اگر تسبیحات حضرت زہرا علیہا السلام سے بہتر کوئی ستائش ہوتی تو رسول خدا اس کی تعلیم فاطمہ علیہا السلام کو ضرور دیتے۔ (۱)

متعدد روایات میں خاک شفا کی ۳۴ دانوں والی تسبیح اپنے پاس رکھنے کی تاکید کی گئی ہے اور اس پر تسبیح پڑھنے کا زیادہ ثواب بیان کیا گیا ہے اس کو بغیر ذکر گھمانے میں بھی ثواب ہے۔ (۲)

ایک حدیث میں ہے کہ خود تسبیح کے دانے ذکر خدا کرتے ہیں۔ (۳)

تربت حسین علیہ السلام (خاک شفا) کربلا کی جنگ کی یاد دلانے والی اور تہذیب شہادت کو زندہ رکھنے والی ہے اور خدا کے نمائندوں سے انسان کی محبت کو زیادہ کرتی ہے اور وہ ان کے ہمراہ جہاد، شہادت و ایثار اور سید الشہداء سے عقیدت رکھنے کے جذبہ کو حیات بخشتی ہے اور ظالموں سے انتقام کے جذبہ میں اضافہ کرتی ہے۔

حضرت زہراؑ کی تسبیحات جس ترتیب سے بیان کی گئی ہیں اسی ترتیب سے اہل سنت کی کتابوں میں بھی مرقوم ہے (۴) لیکن کسی نے بھی یہ نہیں لکھا ہے کہ ان تسبیحات کو تسبیح زہراؑ کہتے ہیں!!...

---

(۱) وسائل ۴ر۱۰۲۴ (۲) جواہر ۱۰ر۴۰۵ (۳) وسائل ۴ر۱۰۳۳ (۴) صحیح مسلم ۱ر۴۱۸، صحیح بخاری ۱ر۲۱۰، سنن ابن ماجہ ۱ر۲۹۹ (بحث تعقیبات نماز)

سجدۂ شکر

حق تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا معرفت و ادب اور بندگی کی علامت ہے اور آیات و روایات میں نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے اور نعمتوں کی یاد انسان کو خدا کا محبوب بناتی ہے اور اس کی نعمتوں کو دائمی اور دوچند کر دیتی ہے۔ (۱)

اگرچہ اس کی نعمتوں کا شکر انسان کی طاقت سے باہر ہے لیکن جہاں تک ہو سکے انسان کو اس کی نعمت و احسان کا شکرگذار ہونا چاہیئے، شکر کی ایک شکل سجدہ ہے اور وہ خدا کے سامنے پیشانی کو زمین پہ رکھ کر شکراً شکراً کہنا ہے۔

"سجدۂ شکر" تعقیبات نماز میں شمار ہوتا ہے۔ (۲)

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار کی تراسیویں ۸۳ جلد میں (آخر کے چند صفحے چھوڑ کر) تعقیبات نماز سے متعلق روایات جمع کی ہیں اور سجدۂ شکر سے متعلق ائمہ معصومینؑ سے ۴۳ حدیثیں نقل کی ہیں۔

نماز کے بعد سجدہ (شکر) کرنا نماز پڑھنے کی توفیق کا شکرانہ ہے۔ (۳)

سجدۂ شکر میں تین مرتبہ شکراً للہ کہنا کافی ہے۔ لیکن حدیث میں ہے کہ اگر انسان ایک سانس میں «یارب، یارب» کہے تو خداوند عالم کہتا ہے کہ «لبیک! ما حاجتک؟» "بتا تیری حاجت کیا ہے؟ تاکہ میں اسے پورا کروں"۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"نماز کے بعد سجدۂ شکر کرنا نماز کے کامل اور رضائے خدا

---

(۱) لئن شکرتم لازیدنکم (ابراہیم، آیہ ۷) (۲) بحار ۸۳ (بیروت) ص ۱۹۴ (اس کتاب میں تقریباً ۸۰ روایتیں اور ۳۸ آیتیں سجدۂ شکر سے متعلق ہیں۔ (۳) بحار ۸۳ ص ۲۰۰

اور فرشتوں کے خوش ہونے کی دلیل ہے۔ خداوند عالم فرشتوں سے بار بار پوچھتا ہے کہ "اس بندہ کے شکر کی جزا کیا ہے؟" فرشتے کہتے ہیں: "تیری رحمت، بہشت، اس کی مشکل کشائی،" لیکن فرشتے جتنی چیزیں بھی کہتے ہیں وہ کسی کا جواب نہیں سنتے تو بارگاہ خدا میں عرض کرتے ہیں (معبودا!) ہمیں نہیں معلوم اس سجدہ کی جزا کیا ہے؟ خدا فرماتا ہے کہ "جس طرح اس نے میرا شکرادا کیا ہے اسی طرح میں بھی اس کا شکرادا کرتا ہوں"، اور اس جملہ سے فرشتوں کو یہ بات باور کراتا ہے کہ میرا شکر اور خوشنودی میری مشکل کشائی جنت و رحمت سے بالاتر ہے۔ (۱)

حدیث میں ہے کہ خداوند عالم نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا: میں نے تمہیں اس لئے مبعوث بہ رسالت کیا کہ تم نماز کے بعد سجدۂ شکر ادا کرتے تھے۔ (۲)

مستحب نمازیں (نوافل)

واجب نمازوں کے علاوہ دوسری نمازیں بھی ہیں کہ جن کا بجالانا مستحب اور بہت ثواب رکھتا ہے، چونکہ یہ نمازیں واجب نمازوں پر اضافہ ہیں اس لئے ان کو نافلہ و نوافل کہتے ہیں (یعنی زائد و افزوں)

---

(۱) وسائل ۴/۱۰۷۱، وافی ۲/۱۲۳

(۲) بحار ۸۳/۲۰۰

واجب نمازوں کے ساتھ ۳۴ رکعت مستحب نمازیں اس طرح ہیں۔

(۱)——صبح کی نافلہ، نماز صبح سے پہلے دُو رکعت۔

(۲)——ظہر کی نافلہ، نماز ظہر سے پہلے آٹھ رکعت۔

(۳)——عصر کی نافلہ، نماز عصر سے پہلے آٹھ رکعت۔

(۴)——مغرب کی نافلہ، نماز مغرب کے بعد چار رکعت۔

(۵)——عشا کی نافلہ، نماز عشا کے بعد بیٹھ کر دُو رکعت۔

(۶)——شب کی نافلہ، اذان صبح سے قبل گیارہ رکعت۔

ان میں سے (پہلی) آٹھ رکعتوں کو "نماز شب"، دُو رکعتوں کو "نماز شفع" اور آخری ایک رکعت کو "وتر" کہتے ہیں۔(۱)

حدیث میں ہے کہ نافلہ نمازوں کی مثال ہدیہ کی سی ہے ہر حالت میں قبول کر لی جاتی ہیں۔(۲)

مستحبی نمازوں کے بجالانے کی تاکید وتشویق کے ہمراہ انھیں عشق ومحبت کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے اور انھیں اپنے اوپر جبری چیز نہ سمجھنا چاہیے کوشش کرے کہ ان کی ابتدا رضا ورغبت اور روح و قلب کے میلان کے ساتھ ہو اور اسی وقت بجالانے میں مشغول ہونا چاہیئے۔

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

"کبھی دل اس کی بجاآوری کے لیئے تیار ہوتے ہیں اور کبھی نہیں، عبادت کو اسی وقت بجالاؤ جب دل آمادہ ہوں۔"(۳)

(۱) بحار ۸۴، یہ پوری جلد مستحب نمازوں سے مخصوص ہے اور سیکڑوں احادیث منقول ہیں۔
(۲) قصار الجمل جلد ۲ (۳) ان للقلوب اقبالا وادبارا... (بحار ج ۷۸ ص ۱۴۷)

یہی وجہ ہے کہ مستحب نمازوں میں رعایت اور نرمی ہے کہ جو واجب نمازوں میں نہیں ہے تاکہ لوگوں کی توجہ اس کی طرف مبذول ہو جائے مثلاً

(۱) ——— مستحب نماز کو کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

(۲) ——— مستحب نماز میں فقط سورۂ حمد پڑھ کر رکوع کیا جا سکتا ہے۔

(۳) ——— مستحب نماز کی رکعت اوّل و دوم کے درمیان شک سے نماز باطل نہیں ہوتی اور نمازی دونوں میں سے کسی رکعت پر بھی بنا رکھ سکتا ہے۔

(۴) ——— مستحب نماز میں اشتباہاً کمی، زیادتی سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا ہے۔

(۵) ——— واجب نمازوں کے لیئے بہتر ہے کہ انسان مسجد میں پڑھے لیکن نوافل کے لیئے ایسا کوئی حکم نہیں ہے۔

اس سازندہ عبادت کی یہ تمام سہولتیں لوگوں کی تشویق کے لیئے ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی مستحب نماز کو اس کے وقت پر نہ پڑھ سکے تو اس کی قضا پڑھ سکتا ہے، اس صورت میں حدیث کے مطابق خداوند عالم فرشتوں پر مباہات کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ "میرے بندہ کو دیکھو! وہ اس چیز کی قضا بجا لا رہا ہے جو میں نے اس پر واجب نہیں کی تھی"۔ (ایک حدیث میں اتنا اضافہ ہے کہ: "میں تمھیں اس پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے بخش دیا"۔ (۱)

ایک حدیث میں بیان ہوا ہے کہ:

"نافلہ نماز، واجب نماز کے نقص کو پورا کرتی ہے"۔ (۲)

"اور اس صدقہ کے مثل ہے جو انسان ادا کرتا ہے"۔ (۳)

---

(۱) بحار ۸۴/۴۳، وسائل ۳/۵۶

(۲) مستدرک الوسائل ۱/۱۷۷

(۳) قصار الجمل، نافلہ

نمازشب

نوافل میں نمازشب کو خصوصیت حاصل ہے اور اس کے لیے آیات واحادیث میں بہت تاکید کی گئی ہے اس کی فضیلت دوسری مستحب نمازوں سے زیادہ ہے اسی لیئے اولیائے خدا اس کی مداومت کرتے تھے اور تہجد و نمازشب میں مشغول رہتے تھے یہاں تک کہ خدا نے اپنے محبوب بندہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر یہ نماز واجب قرار دی اور فرمایا:

«وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ» (۱)

"اور رات کے ایک حصہ میں نافلہ کے عنوان سے تہجد میں مشغول رہیئے اور سحرخیزی اختیار کیجیئے۔"

قرآن مجید رات میں عبادت کرنے والے اور نمازشب پڑھنے والوں کی اس طرح توصیف کرتا ہے:

«وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ» (۲)

"سحر کے وقت استغفار کرنے والے۔"

«وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّداً وَقِيَاماً» (۳)

"اور یہ لوگ راتوں کو اس طرح گذارتے ہیں کہ اپنے رب کی بارگاہ میں کبھی سربسجود رہتے ہیں اور کبھی حالت قیام میں۔"

«كَانُوا قَلِيلاً مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ» (۴)

"مردان خدا رات کے وقت بہت کم سوتے ہیں۔"

---

(۱) اسراء/۷۹ (۲) آل عمران/۱۷ (۳) فرقان/۶۴ (۴) ذاریات/۱۸

دوسری آیت میں ہے: "اللہ والے سحر کے وقت عبادت اور نماز شب کی انجام دہی کے لئے گرم بستروں کو چھوڑ دیتے ہیں اور نماز شب میں مشغول ہو جاتے ہیں ان کی جزا بہشت اور حورعین و . . . کے علاوہ وہ چیز ہے جو خدا نے ان کے لئے مہیا کی ہے جو ان کی آنکھ کی روشنی کا باعث ہے:

«فَلا تَعْلَمُ نَفْسٌ ما أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ» (۱)

اسی لئے تمام انبیاؑ نماز شب پڑھتے تھے۔ (۲) اور رسول خداؐ نے متعدد مرتبہ حضرت علی علیہ السلام کو نماز شب کی تاکید فرمائی اور تین مرتبہ فرمایا:

«عليكَ بِصلاةِ اللَّيلِ، عليك بصلاة الليل، عليك بصلاة الليل» (۳)

آپ کے لئے نماز شب ضروری ہے۔" (تین مرتبہ)

حدیث میں ہے:

«شرفُ المؤمنِ صلاتُهُ باللَّيلِ» (۴)

"نماز شب، مومن کا شرف ہے۔"

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"جن گھروں میں نماز شب پڑھی جاتی ہے اور قرآن کی تلاوت ہوتی ہے وہ گھر اہل آسمان کو ستارہ کی طرح نظر آتا ہے۔" (۵)

ان تمام باتوں کے علاوہ انسان صبح کی تازہ ہوا سے استفادہ کرتا ہے کہ جو بدن کے لئے بہت ہی مفید ہے اور سحر خیزی بھی نشاط آور ہے۔ حدیث میں ہے کہ:

«قيامُ اللَّيلِ مَصحَّةُ البَدَنِ» (۶)

"شب زندہ داری بدن کو تندرست کرتی ہے۔"

(۱) سجدہ/۱۷ (۲) بحار ۸۴/۱۳۶ (۳) وافی ۴/۲۲ (۴) وافی ۴/۲۱ (۵) وافی ۴/۲۲ (۶) وسائل ۵/۲۷۲

دوسری حدیث میں معنوی آثار کے علاوہ (آثار مادی بھی) بیان ہوئے ہیں:

«... وَمَطْرَدَةُ الدَّاءِ عَنْ اَجْسَادِكُمْ» (۱)

"... اور بدن سے درد کو دور کرتی ہے۔"

نماز شب پیدا کرنے والے سے انسان کے عشق و محبت کو ثابت کرتی ہے اور انسان کا خدا سے ہی لگاؤ خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے اور آدمی کو رات کے سناٹے میں محبوب سے راز و نیاز پر ابھارتا ہے۔ اگر یہ عشق نہ ہو تو پھر کون سا محرک ہے کہ جو انسان کو تنہائی اور تاریکی شب میں بستر استراحت سے جدا کرتا ہے اور خلوت عارفانہ میں معشوق سے گفتگو کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

حدیث قدسی میں خداوند عالم فرماتا ہے:

«كَذَبَ مَنْ زَعَمَ اَنَّهُ يُحِبُّنِي فَاِذَا جَنَّهُ اللَّيْلُ نَامَ عَنِّي، اَلَيْسَ كُلُّ مُحِبٍّ يُحِبُّ خَلْوَةَ حَبِيبِهِ؟» (۲)

"وہ شخص جھوٹ بولتا ہے کہ جو میری محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور شام سویرے ہی سو جاتا ہے، کیا ہر عاشق کی دلی تمنا معشوق سے تنہائی میں ملاقات نہیں ہوتی ———؟"

نماز شب کے لیے توفیق چاہیئے اور اس توفیق کو بھی خدا ہی سے طلب کرنا چاہیئے۔ کبھی گناہ اور دروغگوئی بھی انسان کو نماز شب سے محروم کر دیتی ہے اور انسان سے عبادت و پرستش کا ذوق چھن جاتا ہے۔

---

(۱) وافی جلد ۲ ص ۲۲

(۲) منقول از مصباح الشریعۃ

حدیث میں ہے:

«إنّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ الْكِذْبَةَ فَيُحْرَمُ بِهَا عَنْ صَلاةِ اللَّيْلِ» (۱)

"کبھی انسان جھوٹ بولتا ہے اور اسی بنا پر وہ نماز شب سے محروم ہو جاتا ہے۔"

انسان، نماز شب اور راتوں کی عبادت کے دوام کے ذریعہ کمالات و صفائے نفس اور خدا سے اتنا قریب ہو سکتا ہے جہاں وہ اس کی آنکھ، ہاتھ بن جاتا ہے (فقط حق دیکھتا ہے، حق سنتا ہے اور حق پر عمل کرتا ہے) اور وہ مقام حاصل کر لیتا ہے کہ وہ جو دعا کرتا ہے وہ مستجاب ہوتی ہے۔ (۲)

---

(۱) نور الثقلین ۳ر۲۰۴

(۲) ثواب الاعمال ص ۸۸

نماز جماعت

آئین اسلام، اجتماعی امور کو بہت اہمیت دیتا ہے اسی لئے اس کے اکثر پروگراموں میں اتفاق واتحاد اور اجتماع کی تاکید کی گئی ہے۔
روزانہ واجب نمازوں کی ادائیگی بھی جماعت کی شکل میں انھیں پروگراموں میں سے ایک ہے
ہم یہاں نماز جماعت کی اہمیت اور اس کے گوناگوں آثار و فوائد سپرد قلم کر رہے ہیں۔

نماز جماعت کی اہمیّت

نماز جماعت میں فردی واجتماعی فوائد کے علاوہ (ان کی طرف آیندہ اشارہ کیا جائے گا) جیسا کہ جماعت کا عظیم ثواب بیان ہوا ہے ہم یہاں اس سلسلہ کی بعض روایات کو نقل کرتے ہیں۔

رسول خدؐا سے منقول ہے:

«من سمع النداء فلم يجبه من غير علة فلا صلاة له» (۱)

اُس شخص کی نماز کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ جو اذان کی آواز سنے اور بغیر کسی عذر کے مسلمانوں کی جماعت میں شرکت نہ کرے"۔

نماز جماعت کی تحقیر کو حدیث میں خدا کی تحقیر سے تشبیہ دی گئی ہے، چنانچہ ارشاد ہے۔

«من حقرہ فانما یحقر اللہ» (۲)

مستقل طور پر نماز جماعت میں شریک ہونا انسان کو منافق ہونے سے بچاتا ہے[۳] اور جو قدم بھی نماز جماعت میں شریک ہونے کے لیے مسجد کی طرف اٹھایا جاتا ہے اس کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ (۴)

جیسے ہی کوئی اپنے گھر سے نماز جماعت کے لیئے نکلتا ہے یا مسجد میں نماز جماعت کا انتظار کرتا ہے اسے اس شخص کے برابر ثواب ملتا ہے جو اتنی مدت نماز میں مشغول رہتا ہے[۵]۔

نماز جماعت میں جس قدر نمازیوں کی تعداد زیادہ ہوگی اتنی ہی اس کی پاداش زیادہ ہوگی۔

رسول خدؐا فرماتے ہیں:

«ما کثر فھو احب الی اللہ» (۶)

نماز جماعت کے بارے میں ایک بہترین حدیث ہے اس میں سے بعض حصہ "توضیح المسائل" میں بھی ذکر ہوتا ہے۔ پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔

اگر اقتدا کرنے والا ایک شخص ہے تو اسے ۱۵۰ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔

اگر اقتدا کرنے والے دو ہیں تو ۶۰۰ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔

---

(۱) وسائل ۵ر۳۷۵، کنز العمال جلد ۸ حدیث ۲۲۷۹۹ (۲) من لایحضرہ الفقیہ ۱ر۲۷۷
(۳) مستدرک الوسائل ۱ر۴۸۸ (۴) کنز العمال جلد ۸ حدیث ۲۲۸۱۵، پیامبر گرامی اسلامؐ
(۵) کنز العمال جلد ۸ حدیث ۲۲۸۱۸ و ۲۲۸۲۷ (۶) کنز العمال جلد ۸ ر ۲۵۸

اور اگر اقتدا کرنے والے تین ہیں تو ۱۲۰۰ نمازوں کا۔

اور اگر اقتدا کرنے والے چار ہیں تو ۲۴۰۰ نمازوں کا۔

اور اگر اقتدا کرنے والے پانچ ہیں تو ۴۸۰۰ نمازوں کا۔

اور اگر اقتدا کرنے والے چھ ہیں تو ۹۶۰۰ نمازوں کا۔

اور اگر اقتدا کرنے والے سات ہیں تو ۱۹۲۰۰ نمازوں کا۔

اور اگر اقتدا کرنے والے آٹھ ہیں تو ۳۶۴۰۰ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔

اور اگر جماعت میں امام جماعت سمیت دس افراد ہو گئے تو اس نماز کا ثواب ۷۲۸۰۰ نمازوں کے برابر ہے۔

لیکن اگر جماعت میں دس افراد سے زیادہ ہو گئے تو پھر اس نماز کا ثواب خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ (۱)

ایک حدیث میں ہے کہ: "جو نماز جماعت کو دوست رکھتا ہے اسے خدا اور ملائک دوست رکھتے ہیں۔ (۲)

پیغمبرؐ کے زمانہ میں جب بھی جماعت میں افراد کم ہو جاتے تھے تو آنحضرتؐ ان کی جستجو میں مشغول ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے: "صبح اور عشا کی نماز میں شریک ہونا منافقین کے لیئے بہت دشوار ہے۔ (۳)

قرآن نے بھی نماز کے وقت منافقین کی بے حالی اور کسالت کو بیان کیا ہے۔ (۴)

کیونکہ صبح سویرے اٹھنا اور مسلمانوں کی جماعت میں حاضر ہونا اور وہ بھی گرمیوں، سردیوں کے طویل راستے سے نمازگذار کے ایمان وعشق کی دلیل ہے۔

---

(۱) مستدرک الوسائل ار۴۸۷، امام خمینیؒ کی توضیح المسائل مسئلہ ۱۴۰۰۔ (۲) مستدرک الوسائل ار۴۸۸

(۳) کنز العمال ۸ر۲۵۶ (۴) . وإذا قاموا إلى الصلوة قاموا كسالى (النساء، آیہ ۱۴۲)

نماز جماعت میں شریک ہونا کسی علاقہ سے مخصوص نہیں ہے بلکہ انسان جہاں کہیں بھی ہو اسے یہ معلوم کرکے کہ نماز جماعت کہاں ہوتی ہے خود شرکت کرنا اور دوسروں کو اس کی تشویق کرنا چاہیئے۔

رسول خداؐ جماعت کی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

«صَلاةُ الرَّجُلِ في جَماعةٍ خيرٌ مِنْ صَلاتِهِ في بَيْتِهِ أرْبَعِينَ سَنَةً. قيلَ: يا رَسُولَ اللّهِ! صَلاةُ يَوْمٍ؟ فقال(ص): صَلاةٌ واحِدَةٌ» (۱)

"جماعت کے ساتھ ایک نماز چالیس سال کی ان نمازوں سے افضل ہے جو فرادیٰ گھر میں پڑھی جاتی ہیں"، لوگوں نے سوال کیا "پورے دن کی نماز؟" تو آپ نے فرمایا "فقط ایک نماز۔"

اور فرماتے تھے: "نماز جماعت کی صف ایسی ہی ہے جیسے چوتھے آسمان پر فرشتوں کی صف۔" (۲)

اوّلین نماز جماعت رسول خداؐ کی امامت میں قائم ہوئی جس کے اقتدا کرنے والے حضرت علی علیہ السلام و جعفر طیارؓ (حضرت علیؑ کے بھائی) تھے۔ (پہلے تنہا علیؑ رسولؐ کے ساتھ نماز میں مشغول تھے لیکن جب ابو طالبؑ نے اپنے بیٹے علیؑ کو رسولؐ کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا تو دوسرے بیٹے جعفر سے بھی پیغمبرؐ کی اقتدا کرنے کے لیئے کہا) اور یہ تین نفری جماعت آیۂ «فاصْدَعْ بما تُؤمَر» (پس آپ اس بات کا کھلم کھلا اعلان کر دیں جس کا حکم دیا گیا ہے۔) (۳)

(۱، ۲) مستدرک الوسائل ۱ر ۴۸۸

(۳) مستدرک الوسائل ۱ر ۴۸۹ ، وسائل ۵ر ۳۷۲

نماز جماعت کے فوائد

اجتماعی طور پر دینی فرائض کی انجام دہی میں بیان شدہ بے شمار ثواب کے علاوہ مسلمانوں کی فردی و اجتماعی زندگی کے لیے بھی بہت مفید ہے۔ بعض فوائد کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

(۱) معنوی فوائد :-

نماز جماعت کا سب سے بڑا معنوی اثر و فائدہ خدا کی مذکورہ جزا و پاداش ہے۔ روایت ہے کہ ایک شب (حضرت) علی علیہ السلام سحر تک عبادت میں مشغول تھے جب صبح ہوئی تو آپؑ نے صبح کی نماز فرادیٰ پڑھی اور استراحت فرمانے لگے۔

رسول خداؐ نے جب صبح کی نماز جماعت میں علیؑ کو نہ پایا تو ان کے گھر تشریف لے گئے (حضرت) فاطمہ علیہا السلام نے بتایا کہ "علیؑ رات بھر عبادت میں مشغول تھے اس لیے وہ نماز جماعت میں شرکت نہ کر سکے۔" پیغمبرؐ نے فرمایا کہ "صبح کی نماز جماعت میں شرکت نہ کرنے کی وجہ سے رات بھر کی عبادت کا ثواب ختم ہو گیا ہے اور اس نماز جماعت کا ثواب رات بھر کی عبادت سے زیادہ ہے۔ (۱)

رسول خداؐ فرماتے ہیں:

لَأَنْ أُصَلِّيَ الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُصَلِّيَ لَيْلَتِي حَتَّى أُصْبِحَ (۲)

---

(۱) سفینۃ البحار جلد ۱ "جماعت"۔

(۲) کنز العمال جلد ۸ حدیث ۲۲۷۹۲۔

"اگر میں صبح کی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھوں تو یہ میری
نظر میں تمام رات کی عبادت سے زیادہ محبوب ہے"۔

یہ انہی پاداش و فضیلتوں کی بنا پر ہے کہ "اگر نمازگذاروں کی تعداد دس سے زیادہ ہو جائے تو اگر سارے آسمان، کاغذ اور دریا روشنائی اور درخت قلم بن جائیں اور فرشتے لکھیں تو ایک رکعت کا ثواب بھی نہیں لکھ سکیں گے"۔ (۱)

نماز جماعت، اوّلِ وقت فرادیٰ نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ (۲)

۲ — اجتماعی آثار (و فوائد)

نماز جماعت، صفوں کی وحدت، دلوں کی نزدیکی اور روح وجذبۂ اخوت کی تقویت کا باعث ہے۔

اور بے تکلف آمد و رفت افراد کی شناسائی کا بہترین ذریعہ ہے۔

نماز جماعت بہترین، پاکیزہ ترین اور دنیا کا سستا ترین اجتماع ہے، ایک قسم کی ملاقات اور ایک دوسروں کے مشکلات و ضروریات سے آگہی اور مسلمانوں کی صفوں میں اجتماعی تعاون کے لئے زمین ساز ہے۔

۳ — سیاسی آثار:-

نماز جماعت مسلمانوں کی طاقت، ان کی آپسی محبت اور ان کی صفوں کے منظم ہونے کا پتہ دیتی ہے۔

تفرقہ سے دلوں کو پاک کرتی ہے، دشمن کے دل میں خوف ڈالتی ہے، منافقوں

---

(۱) توضیح المسائل امام خمینیؒ مسئلہ ۱۴۰۰ (۲) توضیح المسائل امام خمینیؒ مسئلہ ۱۴۰۲

کو مایوس کرتی ہے اور بد خواہ لوگوں کی آنکھوں میں خار ہے۔

نماز جماعت، امام و امت کے درمیان ارتباط کا بہترین نمونہ ہے۔

(۴) —— اخلاقی فوائد :-

نماز جماعت میں افراد ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں اور موہومی، صنفی، نسلی، زبانی اور مالی امتیازات ختم ہو جاتے ہیں مہر و محبت دلوں میں زندہ ہو جاتی ہے اور مومنین عبادت کی صف میں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسرت اور طاقت و امید کا احساس کرتے ہیں۔

نماز جماعت، نظم و ضبط، صف بندی اور وقت شناسی کا محرک ہے اور تنہائی و گوشہ نشینی کی فکر کو دور کرتی ہے اور غرور و خود خواہی کے خلاف ایک جنگ کا آغاز کرتی ہے۔

امام جماعت اور اقتدا کرنے والوں کے قول و عمل میں یک جہتی کا درس دیتی ہے۔ اور پیش نمازی کے لئے پرہیز گار ترین اور بہ لیاقت اشخاص کو کھڑا ہونا چاہیئے۔ جماعت ایک قسم کی تعلیم اور علم و عدالت اور تقویٰ کا محرک ہے۔

نماز جماعت کینہ توزیوں، کدورتوں اور بدگمانیوں کو لوگوں کے درمیان سے ختم کرتی ہے اور علم و عبودیت اور خضوع و فروتنی کی سطح کو نماز گذاروں کے معاشرہ میں بلند کرتی ہے۔

انہی آثار و فوائد کے سبب نماز جماعت پر اتنا زور دیا گیا ہے یہاں تک کہ جب ایک اندھے نے آنحضرتؐ سے مسجد میں نہ آنے کے لئے عذر خواہی کی تو آپ نے فرمایا کہ " اپنے گھر سے مسجد تک ایک رسی باندھ لو اور اس کے سہارے نماز جماعت میں شرکت کیا کرو۔"(۱)

اسی طرح ایک اندھے نے نماز میں شرکت نہ کرنے کی درخواست کی تو آپ نے اس کی درخواست

---

(۱) وسائل ۵ / ۳۷۷

کو رد کر دیا۔ (۱)

رسولؐ کا یہ عمل ایک طرف نماز جماعت میں شریک نہ ہونے والے افراد کی سرزنش کرتا ہے اور دوسری طرف نماز جماعت کی اہمیت و فضیلت کو اجاگر کرتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ ایسے لوگوں سے (اپنی لڑکیوں کی) شادی نہ کرو اور ان سے تعلقات نہ بڑھاؤ۔ (۲) (جو نماز جماعت کو اہمیت نہیں دیتے)

امام جماعت

نماز جماعت میں جو سب سے آگے کھڑا ہوتا ہے اور لوگ اس کی اقتدا کرتے ہیں اسے "امام" کہتے ہیں بعض "پیشوا" بھی کہتے ہیں۔ اسلام کے سیاسی اجتماعی نظام میں جو ایک گروہ کا پیشوا ہوتا ہے اسے فضیلتوں اور کمالات کا مرقع ہونا چاہیئے تاکہ اس کے فضائل دوسروں کے لیئے تشویق کا باعث قرار پائیں اور پیش نماز کو علم و عمل اور تقویٰ و عدالت میں بھی دوسروں پر فوقیت حاصل ہونی چاہیئے۔

حدیث میں ہے کہ:

«قدّموا افضلکم» (۴) اور «قدّموا خیارکم» (۵)

آپنے سے افضل و نیک شخص کو امام بناؤ اور اقتدا کرو۔

اس سلسلہ میں بہت سی حدیثیں ہیں ان میں سے بعض کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

اس شخص کو امام جماعت ہونا چاہیئے کہ جس پر لوگ ایمان و اطمینان رکھتے ہوں۔ (۶)

---

(۱) کنز العمال ۸/۲۵۵ (۲)(۳) سفینۃ البحار جلد ۱ "جماعت" (۴)(۵) من لا یحضر ۱/۲۴۷

(۶) مستدرک الوسائل ۱/۴۹۰

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"امام جماعت وہ رہبر ہے کہ جو تمہیں خدا کی طرف لے جاتا ہے پس سوچ سمجھ کر اقتدا کرو دیکھو! کس کی اقتدا کر رہے ہو"۔(۱)

ابوذرؓ کہتے ہیں: "تمہارا امام قیامت میں تمہارا شفیع (شفاعت کرنے والا) ہے پس احمق و فاسق کو اپنا شفیع نہ بناؤ"۔ (۲)

ناشناختہ اور دین و امامت میں غلو کرنے والے افراد کی اقتدا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔(۳)

جن لوگوں نے معاشرہ میں گناہ کے سبب کھلم کھلا کوڑے کھائے ہوں یا نامشروع طریقہ سے پیدا ہوئے ہوں انھیں امام جماعت بننے کا حق نہیں ہے۔ (۴)

امام جماعت کی لوگوں میں مقبولیت ہونی چاہیئے ورنہ اس نماز کو خدا قبول نہ فرمائے گا۔(۵)

(خذوا زینتکم عند کل مسجد (۶)

اس آیت کی تفسیر میں امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مسجد میں اپنی زینتوں کے ساتھ جاؤ) زینت مسجد یعنی شائستہ پیشوا اور مسجد کا امام جماعت مراد ہے۔ (۷)

البتہ پاک لباس پہننا، عطر لگانا، باوقار رہنا وغیرہ ... نیز کچھ روایات "زینت مسجد" کے عنوان سے نقل ہوئی ہیں۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"امام جماعت کو مفکرین و دانشمند افراد میں سے ہونا چاہیئے"۔ (۸)

---

(۱) مستدرک الوسائل ۱/۴۹۱، وسائل ۵/۴۱۶ (۲) وافی جلد ۲ ص ۱۷۷

(۳) (۴) مستدرک الوسائل ۱/۴۹۱ (۵) وسائل ۵/۴۱۷ و مستدرک جلد ۱ ص ۴۹۲

(۶) اعراف/۳۱ (۷) نور الثقلین ۲/۱۹ (۸) مستدرک ۱/۴۹۲

رسول خداؐ فرماتے ہیں:

"جو شخص عالم کے پیچھے نماز کی اقتدا میں نماز پڑھتا ہے گویا وہ میری اور حضرت ابراہیمؑ کی اقتدا میں نماز پڑھتا ہے۔"[1]

امام جماعت کو کمزور و ضعیف لوگوں کی رعایت کرتے ہوئے نماز کو طول نہیں دینا چاہئے۔[2]

احادیث کے اس مجموعہ سے امام جماعت کے حساس مرتبہ کی شناخت ہوجاتی ہے۔

امام جماعت کا انتخاب

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ امام جماعت کو دوسروں سے افضل و برتر ہونا چاہئے لیکن اگر ایک جگہ ایسے کئی افراد جمع ہوجائیں کہ جن میں امام جماعت بننے کی صلاحیت ہو تو یہاں افضل کی اقتدا کی جائے گی اور ان فضیلتوں کو دیکھا جائے گا کہ جو روایات میں بیان ہوئی ہیں اور حدیث ہم کو یہی درس دیتی ہے کہ امام جماعت کے لئے بہترین افراد و اقدار کو مدنظر رکھو۔

(۱) ــــــ جس کی قرأت بہتر ہو۔

(۲) ــــــ جو ہجرت میں تقدم رکھتا ہو۔

(۳) ــــــ جو دینی مسائل سے زیادہ واقف اور علمی مراتب میں برتری رکھتا ہو:

(اَعلمُهم بالسُّنة واَفْقَهُهُم فی الدّین)

(۴) ــــــ جس کا سن زیادہ ہو۔

(۵) ــــــ جو قرآن سے زیادہ لگاؤ رکھتا ہو۔

---

(۱) مستدرک الوسائل ۱/۴۹۲ (۲) مَن لایحضرہ ۱/۲۸۱

(۶) ـــــ جو زیادہ خوبصورت ہو۔ (۱)

(۷) ـــــ صاحب خانہ امام جماعت ہونے میں مہمانوں پر تقدم رکھتا ہے۔

(۸) ـــــ امام راتب (جو مستقل طور پر پیش نماز ہے) دوسرے لوگوں پر مقدم ہے۔

ان تمام امتیازات میں سب سے زیادہ عالم ہونے کو اہمیت دی گئی ہے یہ دانائی اور اعلمیت ان تمام موارد میں درکار ہے جہاں پیشوا وامام کی ضرورت ہے اور یہی فوقیت کے لیئے شرط ہے۔

حدیث میں ہے:

«مَنْ صَلّٰى بِقَوْمٍ وَفِيهِمْ مَنْ هُوَ اَعْلَمُ مِنْهُ لَمْ يَزَلْ اَمْرُهُمْ اِلَى السِّفَالِ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ» (۲)

"جو شخص پیش نمازی یا کسی گروہ کی امامت وقیادت قبول کرتا ہے درحالیکہ ان لوگوں میں اس سے بلند تر لوگ بھی موجود ہیں تو اس معاشرہ کو قیامت تک ذلت وپستی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔"

البتہ جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا ہے "امام جماعت کو لوگ قبول کرتے ہوں" اور یہ مقبولیت از راہ علم وپاکیزگی، عدالت وخاکساری اور اخلاق سے حاصل ہوتی ہے۔

ان چیزوں سے غافل نہیں رہنا چاہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن ومنافق، اسلام وروحانیت کو بدنام کرنے کے لیئے امام جماعت پر تہمت لگائیں اور اس کو گوشہ نشینی کی زندگی گذارنے پر مجبور کردیں، اس سلسلہ میں لوگوں کی ہوشیاری، شیطانی منصوبوں کو ناکام بنا سکتی ہے۔ اس شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھنا چاہیئے کہ جس نے فسق وگناہ اور بدکردار ہونے کی وجہ سے اپنی مقبولیت گنوادی ہو نہ کہ اس شخص کی بھی اقتداء نہ کی جائے جس کو دشمن کی سازشوں نے نظروں سے گرادیا ہو۔

---

(۱) وافی ۱/۱۷۷، مستدرک الوسائل ۱/۴۹۲ و ۴۹۳، وسائل ۵/۴۱۹

(۲) من لایحضر ۱/۲۴۸

عادل امام جماعت

امام جماعت کے شرائط میں سے عادل ہونا بھی ایک شرط ہے۔

علماء نے فقہ کی کتابوں میں "عدالت" کی تعریف کی ہے۔ امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ :

"عدالت ایک باطنی کیفیت کا نام ہے جو انسان کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب اور گناہ صغیرہ کے اصرار سے باز رکھتی ہے۔" (۱)

پاکیزگی، تقویٰ، گناہوں سے دوری عدالت کی علامت ہے۔ اس صفت کی اہمیت کی بنا پر اسلامی نظام میں یہ ایک امتیاز ہوتا ہے اور فقہ اسلامی اور قانون اساسی میں، بلند پایہ افسروں کا اس صفت سے متصف ہونا شرط ہے اور ملک کے اہم کام اور لوگوں کے مہم امور کو عادل لوگوں کے سپرد کیا جاتا ہے۔

جن موارد میں عدالت شرط ہے ان میں سے بعض یہ ہیں۔ توجہ فرمائیے۔

عبادی مسائل میں امام جماعت کا عادل ہونا۔

عبادی و سیاسی مسائل میں جیسے نماز جمعہ میں خطیب و امام جمعہ کو عادل ہونا چاہیئے۔

سیاسی و حقوقی مسائل کے ذمہ دار پارلیمنٹ اور مجلس مقننہ کے ارکان کی عدالت، علماء کمیٹی کی تصدیق سے ثابت ہو سکتی ہے۔

حقوق کے مسائل میں حق کو حقدار کے سپرد کرتے وقت ایک عادل گواہ کو موجود ہونا چاہیئے۔

تربیتی مسائل میں اسلامی حدود کے اجراء اور ظالم و قانون شکن افراد کی تادیب کے

---

(۱) تحریر الوسیلہ جلد ۱، بحث امام جماعت۔

وقت عادل افراد ان کے جرم کی گواہی دیں۔

مالی امور کی ذمّہ داری یعنی بیت المال کی نگہبانی بھی عادل افراد ہی کے سپرد کرنا چاہیئے۔

اجتماعی اور تہذیبی مسائل میں خبروں کی نشر و اشاعت کا انتظام بھی عادل افراد کے ہاتھ میں ہونا چاہیئے کیونکہ فاسق افراد کی خبروں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہے ہاں اگر تحقیق کے بعد صحیح ثابت ہو جائے تو ان لوگوں کی خبروں پر بھی اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

نظامی مسائل میں چیف اِن کمان کا منصب، قائد سے مختص ہے اور اس کے لیئے بھی عدالت شرط ہے۔

پس عدالت، اسلام کے نظام حکومت میں ان اوصاف میں سے ہے کہ جن کے سبب لوگوں کو اجتماعی ذمّہ داریاں سپرد کی جاتی ہیں۔

عدالت کو پہچاننے کا طریقہ

اگرچہ عدالت سے متصف ہونا اور گناہ ترک کرنے کا ملکہ لوگوں کی باطنی کیفیات میں سے ہے لیکن اس کی شناخت، ان کی زندگی اور ان کے عمل سے بھی کی جا سکتی ہے اس کے لیئے روایات میں کچھ علامتیں اور کچھ معیار بیان کئے گئے ہیں کہ ان اوصاف کے حامل افراد کو عادل کہا جا سکتا ہے۔

لوگوں نے امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ "عادل" کون ہے ——؟

فرمایا:

«اِذا غَضَّ طَرْفَهُ عَنِ الْمَحارِمِ وَلِسانَهُ عَنِ الْمَآثِمِ وَكَفَّهُ عَنِ الْمَظالِمِ» (۱)

"جو اپنی آنکھوں کو نامحرم سے، زبان کو گناہ (غیبت) سے اور ہاتھ کو ظلم سے محفوظ رکھے"

(۱) بحار ۷۵/۲۴۸

رسول خداؐ کی حدیث بھی جوانمرد اور عادل کی اس طرح شناخت کراتی ہے:

«مَنْ عَامَلَ النَّاسَ فَلَمْ يَظْلِمْهُمْ وَحَدَّثَهُمْ فَلَمْ يَكْذِبْهُمْ وَ وَعَدَهُمْ فَلَمْ يُخْلِفْهُم فَهُوَمِمَّنْ كَمُلَتْ مُرُوَّتُهُ وَظَهَرَتْ عَدَالَتُهُ...» (۱)

"جو معاملات میں لوگوں پر ظلم نہ کرے، دروغگوئی سے کام نہ لے، وعدہ خلافی نہ کرے تو اس کی مروّت کامل اور عدالت واضح و آشکار ہے۔"

امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کسی شخص کی عدالت کو کیسے پہچانیں ـــــــ؟

فرمایا: "جو شخص حیا و عفت رکھتا ہو اور خوراک و گفتار اور شہوت میں خود کو گناہوں سے آلودہ نہ کرتا ہو اور گناہ کبیرہ جیسے زنا، مے کشی، ربا سے بچتا ہو اور میدان جنگ سے فرار نہ کرتا ہو (کیونکہ قرآن نے اس کی مذمت کی ہے) اور عذر کے بغیر مسلمانوں کی جماعت سے دوری اختیار نہ کرتا ہو تو ایسے شخص کو عادل کہا جا سکتا ہے اور لوگوں پر اس کے عیوب کی چھان بین اور غیبت کرنا حرام ہے۔" (۲)

دوسری روایات میں ہے:

"جو شخص نماز پنجگانہ بہ جماعت پڑھتا ہے اس کے بارے میں حسن ظن رکھو اور اس کی گواہی کو قبول کرلو۔" (۳)

شاید فقہاء جو عدالت میں حسن ظاہری بیان کرتے ہیں یہی ہو کہ وہ مسلمانوں کے اجتماعی جلسے، جلوس اور جماعت میں شرکت کرتا ہو اور فتنے و فساد کی جگہ سے پرہیز کرتا ہو تو ایسا شخص لوگوں میں معتمد ہو جاتا ہے اور اسے عادل اور نیک منش سمجھا جاتا ہے۔

امام باقر علیہ السلام عورتوں کی عدالت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"جو محترم گھرانے سے تعلق رکھتی ہو اور اپنے شوہر کی اطاعت گذار

---

(۱) بحار ۶۷ ص ۱ (۲) استبصار ۱۲/۳ (۳) وسائل ۲۹۱/۱۸

ہو اور نازیبا کاموں اور ناروا جلوہ گری سے پرہیز کرتی ہو وہ عادل ہے۔" (۱)

بعض روایات میں کھلم کھلا گناہ کرنے والے اور اس کی پاداش میں سرعام کوڑے کھانے والے کو فاسق کہا گیا ہے۔ اسی طرح اس شخص کو بھی فاسق کہا گیا ہے کہ جو لوگوں کے درمیان بدکار مشہور ہے یا لوگ اس سے بدظن ہیں۔ (۲)

البتہ کسی شخص میں عدالت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس نے زندگی میں کوئی گناہ ہی نہ کیا ہو کیونکہ یہ بات صرف انبیاءؑ و اولیاء اور معصومؑ سے مخصوص ہے لیکن کسی شخص کے عادل ہونے کے سلسلہ میں ہمارے لیئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہم اسے گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ دیکھیں۔

واضح رہے جو شخص اپنے کو عادل نہ سمجھتا ہو اور لوگوں سے کہتا ہو کہ میں عادل نہیں ہوں لیکن لوگ اس کو عادل و متقی سمجھتے ہوں تو وہ جماعت پڑھا سکتا ہے اور لوگ اس کی اقتدا کر سکتے ہیں اور اگر لوگ اس کی اقتدا میں نماز پڑھنے کے لیے تیار ہیں تو اسے بھی اس سے پہلوتہی اختیار نہیں کرنا چاہیئے (۳)

اور اگر نماز جماعت کے بعد یہ معلوم ہو جائے کہ امام جماعت عادل نہیں تھا تو بھی اس کی اقتدا میں پڑھی جانے والی نمازیں صحیح ہیں اور دوبارہ پڑھنا لازم نہیں ہے۔ (۴)

بعض لوگ جماعت میں کیوں شریک نہیں ہوتے

نماز جماعت میں اتنے فوائد اور ثواب کے باوجود کچھ لوگ اس عظیم فیض سے محروم رہتے ہیں اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم بہت سے لوگوں کو اس سلسلہ میں بے اعتناء

---

(۱) استبصار جلد ۳ ص ۱۲ (۲) وسائل ۱۸ / ۲۹۵
(۳) جواہر ۱۳ / ۲۷۷، تحریر الوسیلہ جلد ۱، شرائط امام جماعت۔
(۴) تحریر الوسیلہ، شرائط امام جماعت۔

اور بے پرواہ پاتے ہیں حالانکہ وہ مسجد کے ہمسایہ ہیں لیکن پھر بھی وہ مسجد میں نہیں آتے اور کبھی تو مسجدوں کو دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ ان میں کوئی شخص بھی موجود نہیں ہے۔

نماز جماعت میں لوگوں کی شرکت نہ کرنے کی وجہیں مختلف ہیں۔ بعض افراد تو واقعاً معذور ہوتے ہیں ان کی دلیل قابل قبول ہوتی ہے لیکن زیادہ تر لوگ خواہ مخواہ کے بہانے تراشتے ہیں۔ ایک سرسری نظر اس قسم کی دلیل اور بیانوں پر ڈالتے چلیں۔

بعض افراد نماز جماعت کے ثواب سے بے خبر ہیں۔

کچھ مسجد میں بد اخلاق لوگوں کی وجہ سے نماز جماعت میں شریک نہیں ہوتے۔

بعض امام جماعت کی بداخلاقی کو جماعت میں شریک نہ ہونے کا بہانہ بنا لیتے ہیں اور اس بد اخلاقی کو وہ امام جماعت کی عدالت کے منافی قرار دیتے ہیں۔

کچھ لوگ سیاسی لحاظ سے امام جماعت کو بعض موضوعات واشخاص کے بارے میں ہم فکر نہیں پاتے تو جماعت سے دوری اختیار کر لیتے ہیں۔

بعض اپنی اجتماعی واقتصادی مشغولیتوں اور روزمرہ کی مصروفیتوں کی وجہ سے نماز جماعت کے عظیم ثواب سے محروم ہیں۔

کچھ لوگ ہیں کہ جو مسجد کے افراد کے رویّہ سے بیزار ہو جاتے ہیں اور پھر مسجد میں قدم نہیں رکھتے ہیں۔

بعض لوگ ایسے ہیں کہ جو امام جماعت کے نزدیکی افراد کے عیوب بھی امام ہی کے حساب میں درج کرتے ہیں اور اس کو امام نہیں مانتے۔

کچھ افراد ایسے بھی ہیں کہ جو کسی نماز جماعت میں اپنی شرکت کو معاشرہ میں پیش نماز کی تقویت کا باعث سمجھتے ہیں اس لیے وہ جماعت سے پرہیز کرتے ہیں۔ امام کے عادل نہ ہونے پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی۔

بعض لوگ غرور کی بنا پر اس نماز جماعت میں شرکت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے کہ جس کی امامت ایک جوان یا فقیر زادہ لیکن پاک اور امین و لائق انسان کر رہا ہے۔

بعض تن پرور اور کاہل ہیں اور عبادت کے سلسلہ میں سست، بے ہمت ہیں اور نماز جماعت کو ایک فریضہ کے بجائے بار سمجھتے ہیں اور لوگوں کے طعن و طنز سے مجبوراً کام چھوڑ کر نماز جماعت میں شرکت کرتے ہیں۔

کچھ ایسے بھی ہیں کہ نماز جماعت میں طول کی وجہ سے مسجد میں نہیں آتے۔

اور بعض ایسے بھی ہیں کہ جن کو متولی یا مسجد کے دوسرے کارکناں لوگوں کی کارکردگی پسند نہیں آتی لہٰذا وہ نماز جماعت میں نہیں آتے۔

یہ تھیں چند علتیں کہ جن کی بنا پر لوگ نماز جماعت میں نہیں آتے۔ جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ان علتوں میں سے زیادہ تر ایسی ہیں کہ جنھیں اہمیت نہیں دی جاسکتی اور نہ ہی انھیں قبول کیا جاسکتا ہے۔

اگر لوگوں کی دینی فکر و آگہی کی سطح بلند ہو کر اس حد تک پہونچ جائے کہ وہ مذکورہ بالا علتوں کو ایک طرف رکھیں اور خلوص و ہمدلی کے ساتھ منظم صفوں میں شرکت کریں اور جماعت کے عظیم ثواب کو مدنظر رکھیں۔

پیش نماز کی بداخلاقی کو اس کی عدالت کے منافی نہ سمجھیں۔

و... اور اس بابرکت و مثبت آثار والے اجتماع کے سلسلہ میں صحیح طور پر سوچیں گے تو معلوم ہوگا کہ مسجدوں کی رونق بڑھ گئی ہے اور مسجدوں کا سناٹا جماعت میں بدل گیا ہے۔

البتہ پیش نماز کی علمی و اخلاقی صلاحیت، مساجد کا خوشگوار و علمی ماحول، جماعت میں شرکت کرنے والوں خصوصاً جوانوں اور نوجوانوں سے اچھے برتاؤ اور احترام سے، خاصی تعداد کو مسجد میں کھینچ سکتی ہے۔

ملک کے تہذیبی اور تبلیغی و تربیتی امور کے ذمہ داروں کی شرکت بھی اس کام میں بہت

ضروری ہے۔

اگر ماں، باپ، معلم و ماسٹر خود جماعت میں شرکت کرتے ہیں تو انھیں اپنے شاگردوں اور بچوں کو بھی اپنے برابر میں کھڑا کرنا چاہیئے۔ یا اپنے ساتھ مسجد میں لے جائیں تو یہ فعل دوسروں کے لیئے بھی تشویق کا باعث ہوگا۔

اگر مدرسے، مسجدوں کے اُس پاس بنائے جائیں تو طلباء یہ آسانی نماز جماعت میں شرکت کر سکتے ہیں۔

مسافر کی نماز

نماز: واجبات کے درمیان بہت اہمیت کی حامل ہے وہ کسی حال میں بھی انسان سے ساقط نہیں ہے یہاں تک کہ مسافرت، بیماری، میدان جنگ اور ڈوبتے وقت و... (میں بھی ساقط نہیں ہے)

البتہ خاص شرائط کی بنا پر نماز کی مختلف صورتیں ہو جاتی ہیں لیکن ہمیشہ انسان پر واجب رہتی ہے۔

ایک مسلمان کو سفر کے درمیان بھی اپنی نمازوں کی حفاظت کرنا چاہیئے۔ ٹرین، بس سردی، گرمی اور تنگ و عجلت کے وقت میں نماز کو سبک نہیں شمار کرنا چاہیئے اور اس کی ادائیگی سے چشم پوشی نہیں کرنا چاہیئے۔

جس وقت بس یا ٹرین نماز یا فقط کھانے کے لیئے رُکے اسی وقت میں جلدی سے نماز بھی پڑھ لے اور اگر بس نہ رُکے تو ڈرائیور سے کہہ کے رکوائے۔

نماز قصر کے شرائط

مسافر کو مسافرت اور راہ مسافرت میں آٹھ شرائط کے ساتھ چار رکعتی نماز کو قصر (دو رکعت) پڑھنا چاہیئے۔ (۱)

شرط — (اوّل) - سفر شرعی آٹھ فرسخ سے کم نہ ہو۔

شرط — (دوم) اوّل مسافرت سے آٹھ فرسخ کا قصد رکھتا ہو۔

شرط — (سوم) درمیان راہ اپنے ارادہ سے منصرف نہ ہوا ہو۔

شرط — (چہارم) آٹھ فرسخ تک پہونچنے سے قبل اپنے وطن سے نہ گذرا ہو یا کہیں دسؔ روز یا اس سے زیادہ رہنے کا قصد نہ رکھتا ہو۔

شرط — (پنجم) حرام کام کے لیئے سفر نہ کر رہا ہو، سفر معصیت نہ ہو۔

شرط — (ششم) صحرا نشین و صحرا نورد نہ ہو۔

شرط — (ہفتم) اس کا شغل مسافرت نہ ہو۔

شرط — (ہشتم) حد ترخّص تک پہونچ جائے۔ (۲)

دسؔ روز کا قیام

مسافرت میں اگر انسان دسؔ روز یا اس سے زیادہ قیام کا قصد رکھتا ہے تو اسے اپنی پوری نماز پڑھنا چاہیئے اور اگر اس کی واقعی نیّت دسؔ روز سے کم ٹھہرنے کی ہے تو ظاہر میں وہ دسؔ روز کا قصد نہیں کرسکتا اور پوری نماز نہیں پڑھ سکتا ہے۔

---

(۱) ان شرائط کی تفصیل کے لیئے توضیح المسائل کا مطالعہ فرمائیں۔

(۲) حد ترخّص یعنی جہاں پہونچ کر انسان شہر کی دیوار نہ دیکھے اور اذان کی آواز نہ سنے۔ (رسالہ امام خمینیؒ)

اگر دس روز کامل ہونے سے قبل ہی اس کا ارادہ بدل جائے اور واپسی کا پروگرام بنالے تو باقی ماندہ دنوں میں بھی اسے پوری نماز پڑھنی چاہیئے۔

اگر کوئی سفر کر کے اپنے وطن جائے ہر چند وہ وہاں دس روز سے کم قیام کرے اسے اپنی پوری نماز پڑھنی چاہیئے مگر یہ کہ اس نے وہاں کی املاک فروخت کر دی ہوں اور پھر وہاں اقامت گزینی کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو مسافر کے حکم میں ہے۔

انسان کی جائے ولادت اس کا اصلی وطن ہوتا ہے مگر یہ کہ وہاں سے ہجرت کر کے کسی دوسری جگہ کو مستقل قیام کے لیئے منتخب کر لے تو یہ اس کا اصلی وطن نہیں قرار پائے گا۔

اگر کوئی دو شہروں میں زندگی گذارتا ہے تو دونوں شہروں کو اس وقت اس کا وطن شمار کیا جائے گا جب تک وہ اپنے اصلی وطن کے علاوہ کہیں اور ہمیشہ رہنے کا قصد نہیں کرے گا اور دوسری جگہ کو اس کا وطن اس وقت تک نہیں کہا جائے گا جب تک کہ وہ اتنا زیادہ وہاں نہ رہے کہ لوگ اس جگہ کو اس کا وطن کہنے لگیں۔

جس شخص کا شغل مسافرت ہے (جیسے ڈرائیور، پائلٹ وغیرہ) یا اس کا کام مسافرت سے مربوط ہے کہ جس میں ہمیشہ آنا جانا لگا رہتا ہے تو اس کو سفر میں بھی پوری نماز پڑھنی چاہیئے۔ (وضاحت کے لیئے "توضیح المسائل" ملاحظہ فرمائیے۔)

چار جگہوں پر مسافر کامل نماز بھی پڑھ سکتا ہے اور قصر بھی۔

(۱) ——— مسجد الحرام۔

(۲) ——— مسجد النبیؐ۔

(۳) ——— مسجد کوفہ۔

(۴) ——— روضۂ امام حسین علیہ السلام اور اس مسجد میں جو حرم سے متصل ہے (۱)

ان اماکن میں زیادہ روحانی فیض حاصل کرنے کی وجہ سے مسافر کو اختیار ہے کہ وہ پوری نماز پڑھے۔

---

(۱) رسالہ امام خمینیؒ مسئلہ ۱۳۵۶

قضا نماز

نماز، خدا کے ان حقوق میں سے ہے جس کی انجام دہی انسان پر واجب ہے اور ہر مکلف انسان پر وقت کے مطابق صحیح طور پر بجالانا واجب ہے۔

اگر کسی شخص نے نماز کو اس کے وقت پر ادا نہیں کیا مثلاً فراموشی، بے ہوشی، سستی یا عدم امکان و مجبوری کی وجہ سے یا سہل انگاری و معصیت کی بنا پر نہ پڑھی ہو یا پڑھی تو تھی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ نماز باطل ہے تو جو نمازیں بالکل نہیں پڑھیں یا باطل تھیں ان کی قضا کرنی چاہیئے۔

البتہ حالت حیض و نفاس میں جو عورتوں کی نمازیں چھوٹ جاتی ہیں ان کی قضا واجب نہیں ہے۔

جس شخص کی نماز قضا ہے اس کی ادائیگی میں اسے کوتاہی نہیں کرنا چاہیئے لیکن فوراً پڑھنا بھی واجب نہیں ہے۔

انسان جب تک زندہ ہے اگرچہ اپنی نماز پڑھنے سے عاجز ہے دوسرا اس کی قضا نمازیں نہیں پڑھ سکتا ہے۔

قضا نماز کو با جماعت بھی پڑھا جا سکتا ہے اور یہ لازم نہیں ہے کہ دونوں کی ایک ہی نماز ہو مثلاً صبح کی قضا نماز، مغرب و عشا کی جماعت کے ساتھ ادا کر سکتا ہے یا اس کے برعکس۔

جو نمازیں قضا ہو جاتی ہیں ان کی قضا بھی رکعات کی تعداد کے لحاظ سے کرنا چاہیئے مثلاً انسان سفر میں چار رکعتی قضا نماز کو کامل پڑھ سکتا ہے اور اسی طرح اگر سفر میں کسی انسان کی ظہر کی نماز قضا ہو جائے تو وطن میں اس کی دو رکعتی قضا پڑھے گا۔

(قضا اور مسافر کی نماز کے تفصیلی مسائل سے آشنائی کے لیئے "توضیح المسائل" کا مطالعہ فرمائیں)

دوسری نمازیں

ابھی تک مستحبی اور روزانہ کی نوافل، تعقیبات کے ساتھ اور نماز مسافر وقضا نمازوں کے مسائل بیان ہوئے ہیں دونوں (نماز مسافر و قضا) وہی روزانہ کی نمازیں ہیں کہ جن کے خاص شرائط (سفر میں یا خارج وقت میں) تھے۔

لیکن کچھ اور نمازیں بھی ہیں ان میں سے بعض واجب اور بعض مستحب مؤکد ہیں۔ بحث نماز کی تکمیل کے لیے سرسری طور پر ہم انھیں بھی بیان کرتے ہیں۔

نماز جمعہ

ہفتگی مراسم میں مسلمانوں کا ایک اجتماع "نماز جمعہ" ہے کہ جو بہت اہمیت کا حامل ہے یہ تنہا ایک عبادت ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے اتحاد اور شوکت و عظمت اسلام کا مظہر بھی ہے اور قرآن کے ماننے والوں کی آگہی میں ترقی کا باعث ہے (اسی لیے) اس کو "نماز عبادی، سیاسی کہا جاتا ہے۔

نماز جمعہ کے بارے میں قرآن کریم کہتا ہے :

«یا ایّھا الّذین آمنوا اذا نودی للصّلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعَوا الیٰ ذکر اللہ وذروا البیع » (۱)

"اے ایمان لانے والو جب تمھیں جمعہ کے روز نماز کے لیئے پکارا جائے تو یاد خدا کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو"۔

نماز جمعہ کا طریقہ

امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت میں نماز جمعہ واجب تخییری ہے انسان چاہے نماز جمعہ پڑھے خواہ نماز ظہر۔

نماز جمعہ دو رکعت ہے اور با جماعت پڑھی جاتی ہے ، نماز سے قبل دو خطبے واجب ہیں کہ خطیب کو ان میں تقویٰ کی تلقین کے علاوہ اجتماعی اور سیاسی مسائل بھی بیان کرنا چاہیئے۔

نماز جمعہ کا وقت ابتدائے ظہر سے ایک گھنٹہ تک ہے اس سے زیادہ تاخیر صحیح نہیں ہے۔

نماز جمعہ کم از کم پانچ افراد کی موجودگی میں تشکیل پاتی ہے۔

دو نمازوں کے درمیان ایک فرسخ سے کم فاصلہ نہ ہو۔

نماز جمعہ کے دونوں خطبوں کو سننا واجب ہے ، بغیر کسی عذر کے نماز جمعہ میں شرکت نہ کرنا نفاق کی علامت ہے۔

بہتر ہے کہ امام جمعہ پہلی رکعت میں سورۂ حمد کے بعد "سورۂ جمعہ" اور دوسری رکعت میں سورۂ "منافقین" پڑھے۔

---

(۱) سورۂ جمعہ ، آیۂ ۹۔

رسول خدؐا فرماتے ہیں کہ:

"سورۂ جمعہ میں مومنین کی عزت و سربلندی کا تذکرہ ہے اس لئے آپؐ نے مومنوں کی بشارت کے عنوان کے تحت اسے نماز جمعہ میں سنّت قرار دیا ہے اور سورۂ منافقین میں منافقوں کی توبیخ و تذلیل ہے اس لیے سورۂ منافقین کو لازم قرار دیا ہے"۔ (۱)

نماز جمعہ کی اہمیت

اس کے بارے میں بہت سی حدیثیں نقل ہوئی ہیں کہ یہ ان کے بیان کرنے کا مقام نہیں ہے۔ (۲)

رسول خدؐا نے نماز جمعہ کو "مفلسوں کا حج" قرار دیا ہے (۳) اور اسے گناہوں کی بخشش کا سبب بتایا ہے۔ (۴)

نماز جمعہ مسلمانوں کے اتحاد کی جلوہ گر اور مومن نماز گذاروں کی وعدہ گاہ ہے۔

آغاز ہجرت میں جب رسول خدؐا مدینہ پہونچے تھے تو سب سے پہلی نماز جماعت، جمعہ ہی کی قائم کی تھی۔

اس نماز میں حکومتی اور سیاسی پہلو بھی ہیں۔ خطیب و امام جمعہ یا مسلمانوں کا حاکم ہے یا وہ شخص ہے جس کو رہبر نے منصوب کیا ہے۔

---

(۱) میزان الحکمۃ جلد ۵ ص ۳۲۴

(۲) بحار جلد ۸۹ ص ۱۲۲، وسائل جلد ۵ ص ۱، من لایحضر جلد ۱ ص ۴۰۹، کنزالعمال جلد ۷ ص ۷۰۷ اور جلد ۸ ص ۳۶۸ کی طرف رجوع کیا جائے۔

(۳) الجمعۃ حج المساکین (بحار ج ۸۹ ص ۱۹۹)۔ (۴) وسائل ۵، ۳

اس سازندہ اور سیاسی عبادت کے تربیتی اور اجتماعی فوائد و برکات بہت ہیں، یہاں چند فوائد کو پیش کیا جاتا ہے۔

۱ —— اخوت و برادری کے جذبے کی تقویت :-

کیونکہ سب لوگ ایک جگہ، ایک مصلیٰ پر جمع ہوتے ہیں اور مختلف قوم و ملت کے افراد ایک جگہ مل کر بیٹھتے ہیں جو کچھ نماز جماعت میں تھا وہ سب کچھ نماز جمعہ میں بدرجہ اولیٰ موجود ہے اور مسلمانوں کے اس ہفتہ وار اجتماع کے زیادہ فوائد ہیں۔

۲ —— قوت اسلام کی تشکیل :-

یہ عبادت، مسلمانوں کو محور نماز و عبادت اور اتحاد و اتفاق کی شکل دیتی ہے اور دشمنان اسلام کے لئے رعب و دبدبہ کا باعث بنتی ہے اور ان کی تفرقہ انداز سازش کو ناکام بناتی ہے۔

۳ —— مسلمانوں کی سیاسی فکر کا رشد :-

جو آگاہی بخش مطالب (نماز) جمعہ کے خطبوں میں بیان کئے جاتے ہیں ان کا اقتضا یہ ہے کہ مسلمان، ملک کے حالات اور دنیا کے اخبار سے آگاہ ہو جائیں اور اپنی اجتماعی ذمہ داریوں سے آشنا ہونے کے لئے اس اجتماع میں شرکت کریں۔

۴ —— اجتماعی جذبہ کی تقویت :-

یہ بھی نماز جمعہ کے آثار و فوائد میں ہے کہ (نوع) انسان کے پراگندہ قطروں کو ایک اقیانوس میں جمع کرتی ہے اور باہم مرتبط و آشنا بھی کرتی ہے جس سے ان میں اجتماعی

جذبہ پیدا ہوتا ہے اور انفرادی خواہش فنا ہوجاتی ہے۔

۵ — لوگوں کی طاقت کی مرکزیت:-

نماز جمعہ ایک مورچہ ہے کہ جہاں سے لوگوں کو جہاد اور دفاع، اجتماعی مشکلات کے حل اور ایک دوسرے کی کمک رسانی کے لیئے دعوت دی جاتی ہے۔ مسلمانوں کی یہ بڑی طاقت نماز جمعہ میں جلوہ گر ہوتی ہے، یہ ہمیشہ مسلمانوں کی توجہ کا مرکز رہی ہے اور صدر اسلام میں رسول اور امیر المومنین علیہما الصلوٰۃ والسلام بھی نماز اور خطبہ کے بعد لوگوں کو جنگ کے لیئے روانہ کرتے تھے اس کے اور بہت سے فوائد ہیں۔

اولیائے دین کی سیرت

نماز جمعہ کے بارے میں رسول خدؐا اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی روش، نماز جمعہ کی اہمیت اور اس کے فریضہ کی ضرورت کو بیان کرتی ہے۔

روایت میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

"جمعرات کے دن (کمزور کر دینے والی) دوا نہ کھاؤ، لوگوں نے سبب دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: کہ وہ تمہیں نماز جمعہ میں شرکت سے باز رکھے گی۔" (۱)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

«وكَانَ أصحابُ النّبي يَتجهّزُونَ للجُمُعَةِ يومَ الخميس، لِضيقِ الوقتِ» (۲)

---

(۱) وسائل ۵ / ۴۷ (۲) وسائل ۵ / ۴۸

"اصحاب پیغمبرؐ جمعرات ہی کے دن سے جمعہ کی تیاریاں کرتے تھے (کیونکہ اس میں کام زیادہ) اور وقت کم ہے۔"

امیرالمومنین علیہ السلام، قیدیوں، مقروض اور متہم لوگوں کو نماز جمعہ کے لئے قید سے نکالتے تھے تاکہ وہ نماز جمعہ میں شریک ہوسکیں اور ان کے سرپرستوں سے واپسی کی ضمانت لے لیتے تھے۔ (۱) اور فاسق لوگوں کو بھی زندان سے کنٹرول کے ساتھ نماز جمعہ میں شرکت کے لئے بھیجتے تھے۔ (۲)

حضرت علی علیہ السلام نماز جمعہ کے احترام و عظمت کے پیش نظر نماز جمعہ میں پابرہنہ تشریف لے جاتے تھے اور جوتے بائیں ہاتھ میں لیئے رہتے تھے اور فرماتے تھے "یہ نماز مقام خدا کے لئے مخصوص ہے" اور اس کام کو وہ خدا کی بارگاہ میں از روئے تذلل انجام دیتے تھے۔ (۲)

اس حساب سے اس فریضہ کی اہمیت آشکار ہوجاتی ہے اور ایک سچے مسلمان کو اس عبادی و سیاسی اجتماع سے غفلت نہیں برتنا چاہیئے۔

امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"نماز جمعہ اسلام کی سیاسی و اجتماعی قدرت و طاقت کا مظہر ہے اس کو بہت ہی شان و شوکت کے ساتھ برپا کرنا چاہیئے عظیم و عزیز قوم کو چاہیئے کہ وہ اپنی شرکت سے اسلامی مورچہ کو مضبوط و مستحکم بنائے اور اس کی حفاظت کرے تاکہ اس کی برکت سے خیانت کاروں کی سازش اور مفسدوں کی دسیسہ کاری کو ناکام بنا سکے۔" (۳)

---

(۱) مستدرک الوسائل ۶/ ۲۷ (۲) بحار الانوار ۸۶/ ۲۵۵ (۳) صحیفۂ نور، پیغام مورخہ ۲۱/ ۹/ ۵۸

نماز عید

اسلام کے اکثر تہوار اور مناسبات میں خدائے متعال کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور اسلام کے زیادہ مراسم، انسان کی فکر و حیات میں خدا کی یاد کو زندہ رکھتے ہیں، اکثر تہوار و مراسم کے لیئے مخصوص نماز و دعائیں بیان ہوئی ہیں من جملہ "نماز عید" بھی ہے۔

نماز عید وہ دو رکعتی نماز ہے جو "عید فطر" اور "عید قربان" میں پڑھی جاتی ہے۔

دوسرے تمام غیر اسلامی جشنوں اور عیدوں کے برخلاف جو غفلت و ہوسرانی اور شہوتوں سے لبریز ہوتے ہیں اسلامی عید میں نماز، دعا، انفاق، صدقہ، غسل و طہارت و . . . ہیں۔ ہم دونوں عیدوں کی توضیح مختصر طور پر آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں:

نماز عید فطر

ماہ شوال کا پہلا دن کہ جو "عید فطر" ہے، میں ایک مہینہ کی عبادت اور روزوں کے بعد اس عبادت و روزوں کی توفیق کا شکر ادا کرنے کے لیئے نماز پڑھنا چاہیئے یہ نماز امام زمانہ علیہ السلام کی موجودگی میں واجب ہے اور اس نماز کو جماعت سے پڑھنا چاہیئے، غیبت امام زمانہ علیہ السلام میں مستحب ہے۔

نماز عید فطر کا وقت طلوع آفتاب سے ظہر تک ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ چاشت کے وقت پڑھی جائے۔

پہلی رکعت میں حمد و سورہ کے بعد پانچ تکبیریں کہے اور ہر تکبیر کے بعد ایک قنوت پڑھے اور ہر قنوت میں کوئی بھی دعا پڑھی جا سکتی ہے بہتر ہے کہ «اَللّٰھُمَّ اَھْلَ الْکِبْرِیَاءِ وَالْعَظَمَۃِ

پڑھے۔ دوسری رکعت میں (حمد و سورہ کے بعد) چار تکبیریں کہے اور ہر تکبیر کے بعد قنوت لازم ہے۔

نماز عید فطر اپنی مخصوص روحانی تاثیر کی بنا پر دلوں کو خدا کی طرف متوجہ کرتی ہے اور دلوں میں توبہ و استغفار کا جذبہ پیدا کرتی ہے، مستحب ہے کہ انسان نماز سے پہلے غسل کرے مخصوص دعائیں پڑھے اور نماز عید فطر، میدان و زیر آسمان پڑھے۔

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

«انّما جُعِلَ يَوْمُ الفِطْرِ العيد، لِيَكُونَ لِلمُسْلِمِينَ مُجْتَمعاً يَجْتَمِعُونَ فيه وَيَبْرُزُونَ لِلّهِ عَزّوجلّ فَيُمَجِّدُونَهُ عَلَىٰ ما مَنَّ عليهم، فَيَكُونُ يَوْمَ عيد وَيَومُ اجتماعٍ وَيَوْمَ زَكْوةٍ وَيَوْمَ رَغْبَةٍ وَيَوْمَ تَضَرُّعٍ» (۱)

"خداوند عالم نے روز فطر کو اس لیے عید قرار دیا ہے تاکہ مسلمانوں کا ایک مجمع ہو جائے اور اس روز جمع ہو کر بارگاہ خداوند عالم میں اس کی نعمتوں اور رحمتوں کا شکر ادا کریں پس وہ روز، عید کا دن ہے اجتماع و عبادت مذکورہ و رغبت کا دن ہے۔"

اس حدیث شریف میں نماز عید کا فلسفہ ذیل کے امور میں بیان ہوا ہے۔

(۱) —— اجتماع۔

(۲) —— زکوٰۃ و فقیروں کی مدد۔

(۳) —— خدا کی طرف رغبت و نیاز مندی۔

(۴) —— درگاہ خداوند عالم میں تضرع و زاری۔

یہ سب اس نماز اور عبادی مراسم کے بُعد معنوی و عرفانی بھی ہیں اور ان میں لوگوں کے

---

(۱) وسائل ۵/۱۴۱، من لا یحضر ۱/۵۲۲

اجتماعی فوائد بھی ہیں، لوگ اس دن زکوٰۃ فطرہ نکال کر بے نوا اور حاجت مند لوگوں کو دیتے ہیں اس لیئے یہ عید ایک لحاظ سے محروم لوگوں کا معاشی ذریعہ بھی، اس لیئے اس کو عید فقرا بھی کہا جاسکتا ہے۔

اجتماعی اور سیاسی فوائد کے علاوہ ایک سالانہ عظیم اجتماع بھی ہے کہ جو امت اسلامی کی عظمت و قدرت کا نشان ہے۔ (۱)

خدائی انعام

سب سے بہترین چیز جو اس نماز میں خداوند عالم سے طلب کی جاتی ہے وہ آمرزش و مغفرت اور طاعات کی مقبولیت کے ذریعہ اس کو مبارک قرار دینے کی دعا کی جاتی ہے اور یہ بہترین انعام ہے کہ جو خدا نماز گذاروں اور روزہ داروں کو عطا کرتا ہے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: رسول خدا نے فرمایا:

"جب شوال کی پہلی تاریخ یعنی روز عید فطر آتا ہے تو خدا کی طرف سے ایک منادی ندا کرتا ہے:

«ايها المؤمنون! اغدوا الى جوائزكم»!

"مومنو! اپنے انعام کی طرف دوڑو۔"

اس کے بعد امام باقر علیہ السلام نے جابرؓ کی طرف رخ کرکے فرمایا: "اے جابرؓ! خدا کے انعامات دنیا کے بادشاہوں کے انعام کی طرح نہیں ہوتے ہیں، آج انعام کا دن ہے۔" (۲)

---

(۱) ایک مرتبہ امام رضا علیہ السلام نماز عید کے لیئے تشریف لے جا رہے تھے مامونؔ ڈرا اور امام رضاؑ کو واپس بلالیا۔ اس طرح سب سے پہلا جلوس شہید مفتحؒ نے تہران میں نماز عید کے لیئے نکالا۔

(۲) وسائل ۵/۱۴۰، من لا یحضر ۱/۵۱۱

عید فطر، قیامت کا منظر

عید فطر کے تعمیری اور تربیتی فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ لوگ اس اجتماع میں بے چھت کی مسجد میں دعا اور نیاز مندانہ طریقہ سے حاضر ہوتے ہیں اور انسان، ذکر خدا اور قیامت کی یاد اور اپنے لئے رحمت خدا کی ضرورت کے ساتھ نماز میں مشغول ہوتا ہے اور قیامت کے منظر کی تصویر کشی کرتا ہے۔ اس روز قیامت کی یاد آوری کے لئے امیرالمومنین علیہ السلام نے تاکید فرمائی ہے۔

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ عید فطر میں حضرت علی علیہ السلام نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

"لوگو! یہ روز وہ ہے جس میں نیک افراد جزا و ثواب پاتے ہیں۔

اور بدکار اس روز خسارہ میں رہتے ہیں۔

یہ دن روز قیامت سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔

نماز کے لئے تمھارا گھروں سے نکلنا تمھارے قبروں سے نکلنے کی یاد دلاتا ہے۔

عیدگاہ میں توقف اور نماز کا انتظار کرنے سے روز قیامت خدا کے سامنے کھڑے رہنے کو یاد کرو۔

اور نماز کے بعد تم گھروں کی طرف پلٹنے سے اپنے اصلی گھر جنت یا جہنم کی طرف پلٹنے کو یاد کرو۔" (۱)

امام مجتبیٰ علیہ السلام نے عید فطر کے روز کچھ جوانوں کو کھیلتے اور ہنستے دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ: "خدا نے رمضان کو مقابلہ اور اپنی رحمت کے حصول کا مسابقہ قرار دیا

---

(۱) وسائل ۵ر۱۴۱

ہے کہ جس میں ایک گروہ تیز روی اور سرعت سے انعام حاصل کر لیتا ہے اور ایک گروہ پیچھے رہ جاتا ہے اور بازی ہار جاتا ہے تعجب تو اس بات پر ہے کہ اس جزا و ثواب والے دن بھی لوگ ہنسنے، کھیلنے میں مشغول ہیں ... (۱)

نماز عید قربان

دسویں ذی الحجہ روز عید قربان " (عید اضحیٰ) اور اسلامی عیدوں میں سے بڑی عید ہے اس کے مخصوص اعمال و دعائیں ہیں۔ اس عید میں بھی عید فطر کی طرح دو رکعت نماز ہے بالکل وہی نماز اور وہی وقت اور انہیں شرائط کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جو عید فطر میں تھے۔

عید فطر اور عید قربان دونوں میں نماز سے قبل اور (عید قربان میں) نماز کے بعد دس نمازوں تک کچھ تکبیریں بھی کہی جاتی ہیں کہ جو سب کی سب خدا کی بزرگی، اس کی توحید و ستائش اور اس کی نعمت ہدایت کا شکریہ ہیں۔ (۲)

جیسا کہ گزر چکا ہے نماز عید کے قنوت میں دعائے "اللهم أهل الكبرياء والعظمة..." کا پڑھنا بہتر ہے۔ (۳) اس دعا میں ہم خداوند عالم کی عظمت، جبروت، عفو و رحمت اور بخشش سے متعارف ہوتے ہیں اور اس عظیم روز کے حق و منزلت کے سبب کہ جو مسلمانوں کی عید اور پیغمبرؐ و آل پیغمبرؐ کا سرمایۂ افتخار ہے ہم خدا سے محمدؐ و آل محمد علیہم السلام پر رحمت نازل کرنے کی اور اپنے لئے خیر و برکت کی دعا کرتے ہیں۔

اس دعا میں جو جملے بیان ہوئے ہیں وہ جامع ترین درخواست کی حیثیت رکھتے ہیں

---

(۱) من لا یحضر جلد ۱ ص ۵۱۱۔

(۲) الله اکبر، الله اکبر، لا اله الا الله، والله اکبر الله اکبر ولله الحمد، الله اکبر علی ما هدانا (مفاتیح، توضیح المسائل)۔

(۳) یہ پوری دعا مفاتیح الجنان اور رسالۂ عملیہ میں منقول ہے۔

کہ جن کے ذریعہ خدا سے حاجت طلب کی جا سکتی ہے۔ بارگاہ خدا میں ہم دعا کرتے ہیں:

"خدایا! اس روز جس جس خیر و برکت سے تو نے محمدؐ و آل محمد علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کو سرفراز فرمایا ہے مجھے (بھی) ان سے سرفراز فرما۔

اور جس جس بدی کو تو نے اس روز محمد و آل محمد علیہ وعلیہم الصّلوٰۃ والسلام سے دور کیا ہے اسے مجھ سے بھی دور رکھ۔

خدایا! میں تجھ سے ہر اس اچھی چیز کا سوال کرتا ہوں کہ جس کا صالح بندے سوال کرتے ہیں اور ہر اس بدی سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ جس سے تیرے مخلص بندے پناہ چاہتے ہیں۔"

نماز عید رہبر کا حق ہے

اسلام میں، جمعہ و عید کے مراسم، حکومت حق اور اسلامی قیادت سے وابستہ ہیں اور اگر ظالم و ستمگر حکومتیں انھیں اپنے مقاصد کے لیئے استعمال کرتی ہیں تو غاصبانہ حرکت ہے۔

یہاں تک کہ نماز جمعہ و عید کی اقامت اور مراسم حج وغیرہ کے لیئے افراد کا تعین وانتخاب بھی حکومت حق اور ولی امر کے اختیار میں ہے اس لحاظ سے ایسے امور کی باگ ڈور نالائقوں کے ہاتھ میں ہونا اہل بیتؑ کے لیئے باعث رنج و غم ہے۔

امام باقر علیہ السلام ایک حدیث میں اس حقیقت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

مامِنْ عيدٍ لِلْمُسلمينَ، أضحىً وَلافِطرٍ، إلاّ وَهُوَ يُجَدِّدُ فيهِ لآلِ مُحمّدٍ حُزنٌ، قيلَ: وَلِمَ ذلكَ ؟ قالَ(ع): لأَنَّهُمْ(ع) يَرَوْنَ حَقَّهُمْ في يَدِ غَيرِهِمْ. (۱)

"مسلمانوں کی کوئی عید فطر و عید قرباں ایسی نہیں ہے کہ جس

---

(۱) من لایحضرہ الفقیہ جلد ۱ ص ۵۱۱

یں آلِ محمد علیہم السّلام کے رنج و غم تازہ نہ ہوتے ہوں اور اس میں اضافہ نہ ہوتا ہو"، لوگوں نے سوال کیا یہ کیونکر؟ آپؑ نے فرمایا: "اس لیئے کہ اہلبیتؑ دوسروں کے ہاتھوں میں اپنا حق دیکھتے ہیں۔"

اور خاندانِ عصمت کے لیئے اس سے بڑی اور کیا مظلومیت ہوگی کہ اسلامی عیدیں بھی ان کے لیئے باعث رنج والم اور ان کے حق کو ہڑپ کر لینے اور راہِ امامت سے انحراف کی یاد تازہ کرتی ہے۔

نمازِ آیات

مادہ (زمین و آسمان) میں کچھ حادثات رونما ہوتے ہیں کہ جو عام طور پر وجود میں نہیں آتے ہیں وہ کبھی انسان کو وحشت زدہ بھی کر دیتے ہیں اور کبھی جاہلوں اور غافلوں کے ذہن میں شرک آلود افکار پیدا کر دیتے ہیں۔

یہاں ان کے اصلی عوامل و سبب پر توجہ دینا اور ذہنوں کو انحراف سے بچانا دینی فریضہ ہے۔

اسلام میں ایسے واقعات کے رونما ہونے پر خاص نماز واجب کی گئی ہے تاکہ لوگ اس خدا پر توجہ رکھیں جس نے اس دنیا کو پیدا کیا ہے اور حادثات و تغیرات کا سبب خدا ہی کو سمجھیں۔ اس نماز کو "نماز آیات" کہتے ہیں کیونکہ یہ حادثات کے وجود میں آنے پر پڑھی جاتی ہے اور یہ حادثات و تغیرات خدا کی نشانیوں میں سے ہیں۔

توضیح المسائل میں مرقوم ہے کہ نماز آیات چار چیزوں سے واجب ہوتی ہے:

۱ — سورج گہن۔

۲ — چاند گہن۔

۳ — زلزلہ۔

۴ — سرخ و سیاہ وحشت اور ڈراؤنی آندھیوں کا چلنا کہ جس سے اکثر لوگ خوفزدہ ہو جائیں۔

(اس کے بعض مسائل کی طرف اشارہ کیا جائے گا)

نمازِ آیات، درسِ توحید

ایسے حوادث کا رونما ہونا سادہ لوح افراد کے درمیان ایک قسم کا مادہ اور متعدد خداؤں کا قہر سمجھا جاتا ہے چونکہ وہ اس کی کیفیت و علتوں کو نہیں جانتے اس لیئے خدا سے غافل ہو جاتے ہیں اور بے جان مادہ کو سب کچھ سمجھنے لگتے ہیں خصوصاً سورج و چاند کے پوجنے والے خاص قسم کے افکار ڈھونڈ لیتے ہیں۔

نماز آیات اس لیئے پڑھی جاتی ہے تاکہ اس کی پیدائش کا سبب اور مادے کی دیگرگونیوں پر توجہ دی جا سکے یعنی خدا توانا ہے اور وہ لوگوں کو توحید کا درس سکھاتا ہے۔

روایت ہے کہ جب پیغمبرؐ کے چھوٹے فرزند ابراہیم کا انتقال ہوا تو سورج کو گہن لگ گیا تھا اور لوگ آپس میں کہنے لگے یہ فرزند رسولؐ، ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگا ہے۔

پیغمبرؐ لوگوں کے افکار کی تصحیح کے لیئے منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

أيُّها النّاسُ! إنَّ الشَّمسَ وَالقَمرَ آيتانِ مِنْ آياتِ اللهِ، يَجْرِيانِ بأمْرِهِ مُطيعانِ لَهُ لا يَنْكَسِفانِ لِمَوْتِ أحَدٍ وَلا لِحَياتِهِ، فإذا انْكَسَفا أوْ واحِدةٌ مِنْهُما فَصَلّوا» (۱)

"لوگو! چاند و سورج خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں
یہ اسی کے حکم سے جاری و ساری ہیں، اس کے مطیع ہیں
یہ کسی کی موت و زندگی کی وجہ سے گہن میں نہیں آتے ہیں
پس اگر ان دونوں یا ایک کو گہن لگے تو نماز پڑھو۔"

اس کے بعد آپ منبر سے اتر آئے اور لوگوں کے ساتھ نماز آیات ادا فرمائی۔ (۱)
پیغمبرؐ کی اس روش سے دو سبق سیکھے جا سکتے ہیں۔

ایک یہ کہ آنحضرتؐ نے اولاً مادّی حادثات کے وجود میں آنے کے بارے میں فکر کو صحیح فرمایا اور بعد میں نماز ادا کر کے یہ سمجھایا کہ غور و فکر، عبادت پر مقدّم ہے۔

دوسرا یہ کہ رسولؐ مرد خدا اور حق آگاہ تھے لہٰذا لوگوں کے سامنے حق بیان کیا اور خدا کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی (رسولؐ کا یہ عمل) ان لوگوں کے برخلاف تھا جو عوام کو فریب دیتے ہیں اور وہ ایسے حادثات سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنی شخصیت کو مشہور کرتے ہیں یہاں تک کہ مادّی حادثات کا تجزیہ و تحلیل اپنی خواہشات نفسانی کی بنا پر کرتے ہیں۔

امام صادقؑ علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"زلزلہ آنا، آفتاب و ماہتاب کو گہن لگنا، شدید اور وحشت آور
ہواؤں کا چلنا قیامت کی علامتوں میں سے ہے جب بھی
تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو قیامت کو یاد کرو، مسجدوں میں
پناہ لو اور نماز پڑھو۔" (۲)

---

(۱) وسائل ۵ ر ۱۴۴ (۲) وسائل ۵ ر ۱۴۵

یہ روایت بھی لوگوں کے ذہنوں کو مادہ سے ہٹا کر خالق مادہ "خدا" کی طرف لے جاتی ہے اور آخر میں نماز کی تلقین کرتی ہے اور اس سے خدا کے مقصد کی تکمیل ہوتی ہے۔

نماز آیات کا طریقہ

نماز آیات کے سلسلہ میں چند مسائل کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اس کے تفصیلی مسائل توضیح المسائل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) —— نماز آیات دو رکعت ہے اور ہر رکعت میں پانچ رکوع ہیں ہر رکعت میں سورۂ حمد کے بعد کوئی ایک سورہ پڑھ کر رکوع کیا جا سکتا ہے اور بلند ہو کر پھر حمد و سورہ کے بعد رکوع کیا جا سکتا ہے اسی طرح پانچوں رکوع کئے جا سکتے ہیں اور ہر رکعت میں سورۂ حمد ایک مرتبہ اور کسی ایک سورہ کے پانچ ٹکڑے کر کے ہر ایک ٹکڑے کے بعد رکوع کیا جا سکتا ہے یعنی ایک آیت، سورۂ حمد کے بعد پڑھ کر رکوع کرے اور پھر رکوع سے بلند ہو کر ایک آیت پڑھ کر رکوع کرے اسی طرح پانچ مرتبہ رکوع کرے۔

(۲) —— جو چیزیں روزانہ کی نماز میں واجب ہیں وہی نماز آیات میں بھی واجب ہیں مانند طہارت و قبلہ وغیرہ۔

(۳) —— نماز آیات کا فوراً پڑھنا واجب ہے اس میں تاخیر نہیں کرنا چاہیئے۔ آفتاب و ماہتاب جب سے گہن لگے اسی وقت سے نماز آیات پڑھی جا سکتی ہے اگر کوئی نماز آیات نہیں پڑھتا تو گنہگار ہے اور تا عمر اس پر واجب ہے جب بھی پڑھ لے گا ادا ہو جائے گی۔

(۴) —— اگر نماز آیات کے اسباب میں سے کوئی ایک کسی ایک شہر میں رونما ہوتا ہے تو فقط اسی شہر کے لوگوں پر نماز آیات واجب ہے دوسرے شہر والوں پر واجب

نہیں ہے۔

۵ ــــ خواہ قرص آفتاب و مہتاب پوری گہن میں آئے یا اس کا بعض حصہ دونوں حالتوں میں نماز آیات واجب ہے۔

نماز میّت

جب کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے اگرچہ وہ بچہ ہی ہو تو اس پر غسل و کفن کے بعد نماز پڑھنا چاہیئے اگرچہ اس نماز کو نماز میّت کہتے ہیں لیکن درحقیقت یہ دعا ہے کیونکہ اس میں رکوع و سجود اور تشہد و سلام نہیں ہے اور غسل و وضو اور تیمم کی بھی شرط نہیں ہے اسی طرح نماز گذار کے بدن کا پاک ہونا بھی لازم نہیں ہے اگرچہ بہتر ہے کہ نماز گذار نماز کے شرائط رکھتا ہو۔

بہتر ہے کہ یہ نماز با جماعت پڑھی جائے۔

مسلمانوں کے جنازہ پر نماز پڑھنا واجب کفائی ہے یعنی تمام مسلمانوں پر واجب ہے لیکن اگر کوئی ایک یا چند افراد نماز پڑھ لیں تو دوسروں سے ساقط ہو جاتی ہے۔

اس نماز میں مردہ کے لیئے رحمت و مغفرت کی دعا کی جاتی ہے اس لیئے بہتر ہے کہ دوستوں اور وابستگان و مومنین کو اس کی خبر کریں تاکہ میّت پر سب نماز پڑھیں یہ نماز میّت پر رحمت کا موجب بھی ہے اور نماز گذاروں کے لیئے بھی باعث اجر و ثواب ہے۔(۱)

---

(۱) وسائل جلد ۲ ص ۶۲ ۔

عام طور سے اس نماز میں مخصوص دعائیں پڑھنا مستحب ہے لیکن اس کی واجب مقدار کہ جس کا جاننا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے۔

نماز میت میں پانچ تکبیریں ہیں۔

پہلی تکبیر کے بعد کہے: اشهد أن لا اله الا الله وانّ محمداً رسول الله.

دوسری تکبیر کے بعد: اللهم صلّ علی محمّد وآل محمّد.

تیسری تکبیر کے بعد: اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات.

چوتھی تکبیر کے بعد: اللهم اغفر لهذا الميّت (اگر مرد کی میت ہے)

یا: اللهم اغفر لهذه الميّتة (اگر عورت کی میت ہے)

اور پانچویں تکبیر کے بعد نماز ختم ہو جاتی ہے۔

نماز میت پڑھنے والے کو قبلہ رو ہونا چاہیئے اور میت کو پشت کے بل لٹائیں میت کا سر نماز گذار کے دائیں طرف اور پاؤں بائیں طرف ہوں۔

نماز گذار کو میت کے قریب کھڑا ہونا چاہیئے لیکن اگر جماعت کی صورت میں نماز پڑھی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے ہاں اتصال برقرار رہنا چاہیئے۔

اگر میت پر (جان بوجھ کر یا بھولے سے) نماز نہ پڑھی گئی ہو یا بعد میں معلوم ہو کہ وہ نماز باطل تھی تو دفن کے بعد اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے گی۔ (۱)

نماز استسقاء

جب رحمت خدا (بارش) کا سلسلہ منقطع ہو جائے اور چشمے، ندی وغیرہ خشک ہو جائیں اور قحط آب کے آثار نمودار ہو جائیں تو رحمتِ خدا کے نزول اور بارش کے

---

(۱) مزید وضاحت "توضیح المسائل" میں ملاحظہ فرمائیں۔

نماز پڑھیں اس نماز کو نماز استسقاء کہتے ہیں۔

یہ نماز بھی توحید کا ایک درس اور قدرت و رحمت خدا کی طرف متوجہ کرتی ہے کیونکہ خشک سالی اور پانی کے قحط کا مداوا کسی کے قبضہ کی بات نہیں ہے فقط خدا بادلوں کو بھیج سکتا ہے اور لوگوں کے سروں پر اپنی رحمت کو سایہ فگن قرار دے سکتا ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

"قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَعِينٍ؟" (۱)

کہہ دیجیئے کہ تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر تمھارا سارا پانی زمین کے اندر جذب ہو جائے تو تمھارے لیئے چشمہ کا پانی بہا کر کون لائے گا ــــــــ؟"

کسی خطہ میں بارش کا نہ ہونا قہرِ خدا کی علامت ہے اور کبھی بارش کے انقطاع کا سبب معاشرہ میں لوگوں کے گناہ ہوتے ہیں۔ پس بارگاہ خدا میں توبہ و استغفار اور تضرع و زاری خدا کی خوشنودی کا سبب بن جاتی ہے اور خدا خشک سالی و کم آبی کو برطرف کر دیتا ہے۔ نماز استسقاء، رحمت خدا کے نزول کے لیئے ہے۔

بارش نہ ہونے کا سبب

جیسا کہ اشارہ کیا جا چکا ہے کہ کبھی بارش نہ ہونے کا سبب لوگوں کے گناہ ہوتے ہیں اور یہ ایک قسم کا خدا کا عذاب ہے۔

رسول خداؐ فرماتے ہیں:

"جب خداوند عالم کسی امت پر غضبناک ہوتا ہے اور

---

(۱) ملک آیہ ۳۰

اس پر عذاب نہیں بھیجتا تو چیزوں کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں،
عمر کم ہو جاتی ہیں، تاجروں کو فائدہ نہیں ہوتا، درختوں پر
پھل نہیں لگتے، نہروں کا پانی خشک ہو جاتا ہے، بارش
کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اور شریر افراد، لوگوں پر مسلّط
ہو جاتے ہیں۔ (۱)

دوسری حدیث میں امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"... وَاِذا جارَ الحُکّام فِي القَضاءِ اُمسِكَ القَطرُ مِنَ السَّماءِ" (۲)

"جب حکام فیصلوں میں ظلم کرنے لگتے ہیں تو آسمان سے بارش کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔"

روایات کے لحاظ سے جو چیزیں بیان ہو چکی ہیں ان کے علاوہ گناہوں کی کثرت، کفرانِ نعمت، حقوق کی پامالی، کم تولنا، ظلم، حیلہ، نیک باتوں کا حکم نہ دینا، بری باتوں سے منع نہ کرنا، زکوٰۃ نہ دینا بھی کبھی بارش نہ ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ (۳)

حدیث میں بیان ہوا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نماز استسقاء کے لیئے اپنے اصحاب کے ساتھ (شہر سے) باہر تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ایک چیونٹی کو دیکھا کہ وہ آسمان کی سمت ایک پیر اٹھا کر کہہ رہی ہے "خدایا! ہم تیری کمزور و ضعیف مخلوق ہیں اور تو ہی ہمارا رزق رساں ہے پس بنی آدم کے گناہوں کے سبب ہمیں ہلاک نہ کر۔"

حضرت سلیمانؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: "واپس چلو! تم غیر کی دعا سے سیراب ہو جاؤ گے۔" (۴)

پس زیادہ غرور نہیں کرنا چاہیئے خداوند عالم کبھی چیونٹی کی دعا سے بھی اپنی رحمت بندوں پہ نازل کرتا ہے وہ کبھی کافروں مثلاً فرعون کی دعا بھی قبول کرتا ہے اور موسلادھار بارش دے دیتا ہے۔

حدیث میں امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ "فرعون کے اصحاب نے

---

(۱) (۲) من لا یحضرہ ۱ر۵۲۴ (۳) تحریر الوسیلہ جلد ۱ر ۲۴۵ "نماز استسقاء" (۴) من لا یحضرہ ۱ر۵۲۴

دریائے نیل کا پانی کم ہو جانے کی فرعون کو خبر دی اور کہا کہ یہ ہماری ہلاکت کا باعث ہوگا فرعون نے کہا اچھا تم جاؤ اور جب رات ہوئی تو فرعون دریائے نیل میں داخل ہوا اور آسمان کی طرف ہاتھوں کو بلند کیا اور کہا :

"خدایا! تجھے معلوم ہے اور میں بھی جانتا ہوں کہ تیرے
سوا کوئی باران رحمت نازل نہیں کر سکتا پس ہمیں سیراب فرما۔"

صبح ہوئی تو دریائے نیل میں جوش آیا اور لبریز ہوگیا۔ (۱)

ایمن دیدند و ناایمن شدند
دوستی کردم ، مرا دشمن شدند...

ما کہ دشمن را چنین می پروریم
دوستان را از نظر چوں می بریم ؟ (۲)

ترجمہ :- انھوں نے امن وامان دیکھا تو نڈر بن گئے میں نے ان سے دوستی کی اور وہ میرے دشمن رہے میں دشمنوں کو بھی دوستوں کی طرح پالتا ہوں۔

جی ہاں! خدائے مہربان بندوں کی دعا اور ان کی تضرع وزاری کو رد نہیں کرتا ہے ہاں! فقط اس کی بارگاہ میں اخلاص و صدق دل سے آئیں تاکہ اس کا لطف شامل حال ہو جائے۔

اے کریمی کہ از خزانۂ غیب
گبر و ترسا وظیفہ خور داری

دوستان را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمنان نظر داری (۳)

---

(۱) من لا یحضر ار ۵۲۶ (۲) پردین اعتصامی "لطف حق" (۳) دیباچہ گلستان سعدی

ترجمہ: اے وہ کریم جو خزانۂ غیب سے مجوس اور نصاریٰ کو رزق دیتا ہے تو، تو دشمنوں پر بھی رحمت کی نظر رکھتا ہے تو دوستوں کو کیونکر محروم کر سکتا ہے۔

نمازاستسقاء کا طریقہ

نماز عید کی طرح دو رکعت ہے، رکعت اوّل میں پانچ اور دوسری رکعت میں چار قنوت ہیں بہتر ہے کہ باجماعت پڑھی جائے۔

قنوت میں جو دعا چاہے پڑھے لیکن بہتر ہے کہ ایسی دعا پڑھے کہ جس میں خدا سے طلب باران ہو اور ہر دعا سے پہلے محمد وآل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجے اور مستحب ہے کہ حمد و سورہ بلند آواز سے پڑھے۔

جہاں یہ نماز پروردگار کی رحمت کی کشش رکھتی ہے، مستحبات میں جو کچھ امور ذکر کئے گئے ہیں ان سب کو بہ گریہ وزاری، وہاں یہ بندوں کی احتیاج کو خدا تک پہونچاتی ہے اور خدا کی رحمت کو کھینچتی ہے، ان میں سے چند یہ ہیں۔

تین روز تک لوگوں کو روزہ رکھنا چاہئے اور تیسرے دن صحرا میں جائیں اور نماز پڑھیں۔

زیر آسمان جمع ہوں۔

پابرہنہ ہوں۔

لوگ منبر کو صحرا میں لے جائیں، موذن بھی ساتھ ہو، بوڑھے، بچے، چوپایوں کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں۔

بچوں کو ماؤں سے جدا کریں تاکہ ان کے رونے اور چلانے کی آواز بلند ہوجائے۔

کفار کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔

امام جماعت اور لوگ نہایت ہی خشوع اور با وقار و نیازمندانہ طریقہ سے بیابان میں جائیں اور پاک زمین پر نماز پڑھیں۔ (۱)

نماز کے اختتام پر پیش نماز منبر پر جائے، اپنی عبا کو الٹی دوش پہ ڈالے اور بآواز بلند سو مرتبہ تکبیر کہے پھر داہنی طرف کے لوگوں کی طرف رخ کرکے سو مرتبہ سبحان اللہ کہے اور پھر بائیں طرف کے مجمع کی طرف متوجہ ہوکر بآواز بلند سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہے اور اگر بآواز بلند سب لوگ بھی ان کلمات کو امام کے بعد باہم کہیں تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ رحمت و مغفرت اس سے اور جلد نازل ہوگی۔

اس کے بعد امام جماعت اور دیگر افراد دعا کے لئے ہاتھ بلند کریں اور گڑگڑا کر دعا کریں، روئیں، امام خطبہ پڑھے اور خدا سے بارش طلب کرے۔ بہتر ہے کہ معصومین علیہم السلام سے نقل شدہ خطبات سے استفادہ کیا جائے جیسے حضرت امیر علیہ السلام[۲] اور امام سجاد علیہ السلام کے خطبے منقول ہیں۔ (۳)

نماز استسقاء سے سابقہ

جیسا کہ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز استسقاء انبیاءؑ کے زمانہ میں بھی تھی (جیسا کہ آپ حضرت سلیمانؑ کا شہر سے باہر جانا پڑھ چکے ہیں)

کچھ دعائیں اور حدیثیں بھی اس سلسلہ میں نقل ہوئی ہیں کہ رسول خداؐ کا نماز استسقاء

---

(۱) تحریر الوسیلہ جلد ۱ ص ۲۲۵

(۲) من لا یحضرہ ۱ / ۵۲۷ : الحمد للہ سابغ النعم... و مستدرک نہج البلاغہ جلد ۶ / ۲۶۸ دعائے حضرت علیؑ

(۳) صحیفۂ سجادیہ دعا نمبر ۱۹ صحیفہ سجادیہ، دعای ۱۹: اللهم اسقنا الغيث...

میں کیا شیوہ تھا اور ان خطبات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو اس نماز سے متعلق ہیں کہ اس سنت پر عمل ہو چکا ہے جیسا کہ خطبۂ امیر المومنین علیہ السلام اور خطبۂ امام سجاد علیہ السلام اس کا ثبوت ہیں۔ (۱)

تاریخ میں بعض بڑے علماء نے بھی اس نماز کو قائم کرنے کے لیے اقدام کیا اور خدا سے باران رحمت حاصل کی البتہ اس نماز کا مسئلہ بہت نازک ہے اگر خداوند عالم دعا قبول نہ فرمائے اور بارش نہ دے تو باعث شرمندگی بھی ہوتا ہے کہ خدا نے ان کی دعا نہ سنی اس جہت سے اس نماز کے لیئے اقدام کرنے کے لیے جرأت وایثار، آبرو وعزت کے خطرہ کو مول لینا پڑتا ہے۔

ہمارے زمانہ کی ایک مشہور ترین نماز استسقاء آیت اللہ العظمیٰ سید محمد تقی خوانساری (رحمۃ اللہ علیہ) کی نماز ہے۔

لکھتے ہیں کہ ۱۳۶۳ھ قمری (۵۰ سال قبل) کہ جس سال چند ملکوں نے مل کر ایران پر حملہ کیا تھا، قم میں بارش نہیں ہوئی تھی کھیتیاں اور باغات سوکھ گئے تھے اور اہل قم قحط و خشک سالی سے ڈر رہے تھے آیت اللہ خوانساری دو روز تک نماز استسقاء کے لئے اطراف قم کے بیابانوں میں تشریف لے گئے، اگرچہ ان کا یہ عمل معنوی اور غیبی امور پر اعتقاد نہ رکھنے والوں کے لیئے مضحکہ کا باعث ہوا تھا لیکن دوسرے روز ایسا ٹوٹ کے پانی برسا کہ ندی نالے بہہ نکلے یہ بات اس قدسی صفت مرد خدا کے آثار میں سے ایک ہے۔ (۲)

---

(۱) من لایحضرہ الفقیہ "نماز استسقاء"

(۲) آثار الحجۃ، گنجینۂ دانشمندان جلد ۱ ص ۲۲۴۔ مرحوم کی قبر حرم حضرت معصومہ علیہا السلام میں ہے۔

دوسری نمازیں

خدااوربندے کے درمیان رابطہ قائم کرنے کے لیے بہت سی نمازوں کی تاکید کی گئی ہے جیسے۔

- ـــــ نماز غفیلہ
- ـــــ نماز حاجت
- ـــــ نماز وحشت (کہ جو دفن کی پہلی رات میں پڑھی جاتی ہے)
- ـــــ نماز اوّل ماہ وغیرہ

اور بہت سی نمازیں ہیں جو دعاؤں کی کتابوں میں بیان ہوئی ہیں شائقین ان کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔ ہم اپنی اس کتاب کو اس امید کے ساتھ ہیں ختم کرتے ہیں کہ یہ آخرت کا توشہ اور اپنے اور دوسروں کے لیے فائدہ کا سبب بنے۔

تمام شد

بتاریخ ۵/دسمبر ۱۹۹۱ء

اللھم صل علی محمد وآل محمد.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بهترین یاد گار

اگر آپ چاهتے هیں که آپکا نام آپکے دوستوں کی محفل اور انکے دلوں میں زنده رهے -

اگر آپ چاهتے هیں که آپکے تعلقات اپنے عزیز و اقارب کے ساته بهتر سے بهتر هوتے جائیں -

اگر آپ معاشرے میں نیک نامی اور موثر طریقے سے لوگوں کی خدمت کرنا چاهتے هیں

تو مختلف مناسب مواقع پر، خاص کر خوشی کے ایّام میں جب ملاقاتوں کا سلسله شروع هو تو اپنی پسندیده کتاب کو اپنے دستخط سے مزیّن فرما کر اپنے دوستوں اور عزیز و اقارب کو ضرور هدیه کریں - ایک اچهی کتاب ممکن هے، انسان کو بدل دے -

جیسے ایک برا لٹریچر ایک انسان یا پورے معاشرے کو تباهی سے دوچار کر سکتا هے ویسے هی ایک اچها لٹریچر ایک انسان کو یا پورے معاشرے کو سنوارنے میں مدد گار ثابت هو سکتا هے -

انشاالله یاد گر کے طور پر هدیه کی هوئی کتاب آپکی دنیا وآخرت کی بهتري کا سبب بنے گی -

مرکز ثقافتی اسلام، قم، ایران

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سہارا سہارا !؟

عزیز بھائیوں اور بہنوں!

جیسے ہر بیماری اور ہر مشکل سے نجات پانے کے لئے اس بیماری اور مشکل کی پہچان کرنا ضروری ہے تاکہ اس کے علاج کے لئے اقدام کیا جائے اسی طرح فکری اور روحی امراض بھی قابل تشخیص اور قابل علاج ہیں۔ جیسے جسمانی امراض کے لئے بعض مواقع پر حفظ ما تقدم اور پرہیز ضروری ہے اسی طرح فکری و روحانی امراض سے نجات پانے کے لئے بھی پرہیز لازمی امر ہے ۔

جیسے جسمانی امراض کے لاحق ہونے کے بعد گھبرا کر مایوس ہو جانا عاقلانہ اقدام نہیں ہوتا اسی طرح روحانی و فکری امراض میں مبتلا ہو کر مایوس ہو جانا بھی اچھا قدم نہیں ہو گا ۔

اگر آپ فکری و عقیدتی یا روحانی مشکلات کا شکار ہیں آپ اپنی اور اپنے دوستوں کی مشکلات اپنے یا دوستوں کے ایڈرس پر ہمیں لکھیں ہم انشاءاللہ خداوند متعال کی مدد، آئمہ طاہرین کی عنایت اور علماء و دانشمندوں کے مشورے سے آپ کی ان مشکلات کو حل کرنے کی کوشش کریں گے ۔

ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم آپکی مشکلات اور پوشیدہ باتوں کو صیغۂ راز میں رکھیں گے ۔

امید ہے کہ ہم آپکے تعاون سے آپکی اور آپکے نوجوان ساتھیوں کی خدمت و مدد کرنے میں کامیاب ہونگے ۔

سوالات کے جوابات کا مرکز
مرکز ثقافتی اسلام، قم، ایران

انصاریان پبلیکیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۱۸۷
قم - جمہوری اسلامی ایران
فون نمبر ۷۷۴۱۷۴۴ فیکس نمبر ۰۰۹۸_۲۵۱_۷۷۴۲۶۴۷
Email:ansarian@noornet.net
www.ansariyan.org & www.ansariyan.net

ISBN 964-438-437-7
9789644384370